دیوان میر سوزؔ

cover-page designed by rekhta.org

اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر صحیح متن کی تیاری کے صحیح تنقید بھی نہیں ہو سکتی۔

ہمارا ارادہ ہے کہ سوز کے کلام کو دوبارہ وسیع پیمانے پر ایڈٹ کر کے شائع کریں۔ یہ نقشِ اوّل صرف اس ضرورت کا اشاریہ ہے۔

سوز نمبر کی تیاری میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب رشید حسن خاں نے خاص طور پر مدد فرمائی ہے اور میں ان دونوں احباب کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔

قیام امریکہ کی رہ آورد میری یہ تجویز ہے کہ اُردو کے تمام مخطوطات، دنیا میں جہاں جہاں بھی ہیں وہ مائیکروفلم کیے جائیں اور ان کے تین سٹ تیار کیے جائیں: ایک لائبریری آف کانگریس واشنگٹن میں رہے، دوسرا وس کان سن یونی ورسٹی لائبریری میں اور تیسرا دلی یونی ورسٹی کے کتب خانے میں — میری اس تجویز کو لائبریری آف کانگریس کے بعض ذمہ دار اشخاص نے بے حد پسند کیا ہے اور وہ اس تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر خدا کی مدد شاملِ حال ہوئی اور یہ تجویز بروے کار آ سکی تو اس سے اُردو کو بڑا فائدہ ہوگا۔

شعبۂ اُردو میں امریکی اور روسی طلبہ کئی سال سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بعض بیرونی درس گاہوں سے ہمارا بین جامعاتی تعاون بھی ہے۔ اس سال شعبۂ اُردو نے ملکی اور غیر ملکی "غیر اُردو داں" طالب علموں کے لیے اُردو کا باقاعدہ ایک سالہ سرٹی فکٹ کورس بھی شروع کیا ہے۔ یہ کام بیگم شمیم نکہت کے سپرد کیا گیا ہے جو اس کام سے خاص دل چسپی رکھتی ہیں۔ اس سال داخلے کی ۲۴ درخواستیں آئی ہیں اور ابھی برابر آ رہی ہیں۔ اس لیے اُمید ہوتی ہے کہ یہ کورس مقبول ہوگا اور

آیندہ سال انشاء اللہ ہم ڈپلوما کورس بھی شروع کر سکیں گے۔

ہمارے لیے یہ بات بھی باعثِ مسرت ہے کہ اس سال جامعہ شبینہ میں ڈاکٹر محمد حسن کا ریڈر کی حیثیت سے تقرر ہوا ہے جو اُردو کے معروف ڈرامہ نویس اور لائقِ ذکر نقاد ہیں۔

یہ بات بھی اُردو کے حلقوں میں مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ غالب سوسائٹی دہلی نے ہمیں آٹھ ہزار روپے کے تین انعامات "مرزا اسد اللہ خاں غالب انعامات" کے نام سے دیے ہیں جو ہم ہر سال بی اے ، بی اے آنرز ، اور ام اے کے بہترین اُردو طالب علموں کو دے سکیں گے۔ شعبۂ اُردو اِس گراں قدر عطیے کے لیے غالب سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اور خاص طور پر اُس کے صدر عالی جناب شنکر پرشاد صاحب آئی۔سی۔ ایس کا ممنون ہے جو صرف انتظام ملکی ہی میں مہارت نہیں رکھتے بلکہ غالب شناسی میں بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔

حیدرآباد دکن

خواجہ احمد فاروقی

۲۸ر جون ۱۹۶۳ء

سوز گارساں دتاسی کی نظر میں

سید محمد میر سوز دہلوی، ہندوستان کے بہت لائق اور معروف لکھنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ادبی اوصاف کے علاوہ، وہ تیراندازی اور شہسواری میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ اُنھوں نے خوش نویسی میں بھی امتیاز حاصل کیا تھا اور یہ ایسا فن ہے، جس کو اہلِ مشرق بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ خوش نویسی کے نسبتاً غیر مروجہ اسالیب سے بھی آشنا تھے۔ اُنھوں نے آسان اور سادہ طرز میں اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار کا طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ وہ ایک نئے مدرسۂ شعر کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے قول کے مطابق، سوز اور فغاں، دونوں نے ایک ایسی بولی میں کامیابی کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے اور جس کا استعمال، ہندوؤں کی رائے میں مردوں کے لیے مناسب نہیں۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز میں، سوز اپنے ہیجان انگیز جذبات سے مغلوب تھے لیکن عہدِ شاہ عالم کے اٹھارویں سال میں وہ سلوک اور تصوّف کے میدان میں داخل ہوئے اور درویشوں کا لباس اختیار کیا۔

مصحفی کا بیان ہے کہ اُنھوں نے پہلے میر تخلص رکھا۔ لیکن چونکہ میر محمد تقی اِسی تخلص سے مشہور ہو چکے تھے، اِس لیے اُسے بدل کر، سوز اختیار کر لیا۔ سنہ ۱۷۹۳-۹۴ء میں اُن کی عمر ستّر برس سے زیادہ تھی۔ سنہ ۱۱۹۶ھ (مطابق سنہ ۱۷۸۱-۸۲ء) میں وہ لکھنؤ میں قیام پذیر تھے اور اپنا وقت مراقبے اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ (مطابق سنہ ۱۷۹۷-۹۸ء) میں وہ مرشدآباد چلے گئے لیکن وہاں زیادہ نہیں ٹھہرے اور لکھنؤ واپس آ گئے؛ جہاں ۸۰[1] برس کی عمر میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

---

[1] بینی نرائن نے لکھا ہے کہ اُن کا انتقال ٹلھور (TALHOR) میں ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بینی نرائن کی مراد کس شہر سے ہے۔ انگریزی نقشوں میں ملتان کے ایک شہر کا نام ٹلر (TULLAR) لکھا ہوا ہے۔
(دتاسی)

علی ابراہیم، جس نے سوز کے اشعار پندرہ سولہ صفحے میں دیے ہیں؛ لکھتا ہے کہ سوز بہت کم گو تھے اور بڑے پس و پیش کے بعد لوگوں کی فرمائشوں کو پورا کرتے تھے اس کے برخلاف مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور ہنس مکھ تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشادہ دل اور ملنسار واقع ہوئے تھے۔ مصحفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اُن سے (سوز سے) واقف تھے اور سوز اُن کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرتے تھے۔

سوز نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے۔ اُن کے اُردو اشعار اُن کے دیوان میں شامل ہیں۔ یہ ہندوستان میں ربع تقطیع پر، جس میں ۷۵ صفحے ہیں، شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں سنہ اور مقام کا ذکر نہیں ہے۔ مگر درحقیقت یہ ۱۸۱۰ء میں کلکتہ میں چھپا ہے اور اُن کے کلام کا انتخاب ہے، جس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ میں اپنی دوسری جلد میں اس اڈیشن کے کچھ اقتباسات شامل کروں گا۔ جن اشعار کا ذیل میں ترجمہ درج ہے؛ وہ اس اڈیشن سے نہیں، بلکہ بینی رائن کے تذکرے سے لیے گئے ہیں۔

(گارساں دتاسی۔ تاریخ ادبیات ہندوئی و ہندوستانی۔ ص ۴۷۶۔ جلد اوّل)

مترجمہ مسٹر سائمن ڈگبی (کیمبرج) و خواجہ احمد فاروقی

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

سوز اور اُن کی شاعری

حیات

اسلاف و خاندان

محمد میر سوز کے اسلاف کے سلسلے میں عام طور سے تذکرے خاموش ہیں۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ ان کے والد ضیاء الدین خاندانی نجابت کے علاوہ خود ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے[۱] ان کا سلسلۂ نسب حضرت قطب عالم گجراتی تک پہنچتا ہے[۲] سوز کے بزرگوں کا اصل وطن بخارا تھا اور وہاں سے وہ ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ مگر یہ پتہ لگانا دشوار ہے کہ ان کا خاندان کب بخارا سے دہلی آیا۔ البتہ دہلی آکر قراول پورہ میں قیام کیا۔[۳]

ولادت و وطن

محمد میر دہلی میں پیدا ہوئے۔ چناں چہ تذکرہ طور کلیم میں تحریر ہے " بخاری متوطن دہلی[۴] مولد بود " تذکرہ شعرا

---

[۱] خمخانۂ جاوید ص ۲۷۶۔ آب حیات ص ۲۳۶ [۲] تذکرہ شعرائے اُردو میر حسن ص ۸۸ آب حیات ص ۲۳۶ ۔ سخن شعرا نساخ ص ۲۲۷ ۔ خمخانۂ جاوید ص ۲۷۶ [۳] گلشن ہند ص ۱۵۱ ۔ [۴] طور کلیم ص ۵۴

میں امین اللہ طوفان لکھتے ہیں: "جناب میر سوز دہلوی در فن سپہ گری کامل و یکتا بود"[1]

محمد میر کی ولادت کا سن کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے البتہ ان کے سال وفات سے ان کے سنِ ولادت کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ محمد میر کی وفات ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر ستر برس بتائی گئی ہے[2] اس اعتبار سے ان کی ولادت ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔ جیساں چہ تذکرہ ہندی میں ہے: "عمرش از ہفتاد متجاوز خواہد بود" آب حیات میں مذکور ہے کہ "غرض ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت ہوئے"

نام و تخلص

محمد میر نام[3] اور سوز تخلص تھا۔ پہلے انھوں نے میر تخلص اختیار کیا مگر جب میر تقی میر کی شہرت ہوئی تو انھوں نے سوز تخلص اختیار کیا۔ اس شعر میں انھوں نے اپنے تخلص کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موئے ہزار حیف
اب جو کہیں ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

تخلص کی تبدیلی کے صرف دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ سوز نے التباس کے خیال سے تخلص تبدیل کر دیا۔ دوسرا سبب یہ ممکن ہے کہ انھوں نے خیال کیا کہ میر کی شہرت کی زد میں آ کر ان کا وقار شاعری کہیں ختم نہ ہو جائے۔ تخلص کے

---

[1] تذکرہ شعرا (مرتبہ قاضی عبد الودود) ص ۳۔ مگر تعجب ہے کہ احمد حسین سحر اور شیفتہ نے ان کو لکھنوی لکھا ہے۔ گلشن بیخار میں شیفتہ لکھتے ہیں: "سوز تخلص۔ محمد میر نام لکھنوی" ص ۱۰۴۔ تذکرہ بہار بے خزاں (قلمی) میں احمد حسین سحر تحریر کرتے ہیں: "سوز تخلص محمد میر نام از لکھنواست" ص ۸

[2] بعض تذکرہ نگاروں نے ان کی عمر اسّی برس قرار دی ہے۔ خوش معرکہ زیبا (قلمی) تذکرہ طور کلیم ص ۵۴ سخن شعرا ص ۲۲۸ دیوان جہاں ص ۱۴۰۔ [3] دستور الفصاحت میں ان کا نام شاہ میر محمد لکھا ہے۔ ص ۵

سلسلے میں یہ لطیفہ عام طور سے مشہور ہے۔

ایک دن کسی نے میر سوز سے آکر کہا حضرت ایک شخص آپ کے تخلص پہ ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص کیا ہے۔ انھوں نے کہنے والے کا نام پوچھا اس نے بہت اصرار سے بتایا۔ پوچھا مشاعرے میں آتا ہے۔ کہا ہاں۔ بولے اچھا چپ رہو مجھے مشاعرہ میں یہی کہہ کر ٹوکنا پھر دیکھ لینا۔ الغرض جب اس کمیٹی میں (یا مشاعرہ کہو) میر سوز صاحب تشریف لائے۔ اس شخص نے بہ آواز بلند پوچھا حضرت آپ کا تخلص کیا ہے۔ میر سوز نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا۔ فقیر نے خیال کیا کہ اُن کے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکے گا ناچار سوز تخلص کیا۔ پھر شخص مذکور کی طرف اشارہ کر کے کہا سنتا ہوں کہ یہ صاحب گوز کرتے ہیں۔ اس پر کمیٹی یا مشاعرہ میں عجب قہقہہ پڑا۔ بہت لوگوں کا مجمع تھا سب کے کان تک آواز نہ گئی۔ کئی کئی دفعہ کہلوا کر سنا۔ ادھر شخص مذکور اُدھر میر تقی صاحب دونوں چپ بیٹھے سنا کیے۔[1]”

مذہب ان کے مذہب کے بارے میں عام طور سے تذکرہ نگاروں نے سکوت اختیار کیا ہے مگر ان کے کلام سے ان کے عقیدہ کا اظہار نمایاں طور پر ہوتا ہے۔ بلکہ ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں سخت تھے۔

زباں سے مرتضیٰ مشکل کشا کی منقبت کہتا — تو مذہب پر نُصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرتبہ حسنین کا لکھتا تو کیا لکھتا — بہ سوز سینۂ زہرا فقط اک آہ میں لکھتا
خلافت سچی اگر سوز بولی جو تھے درجے میں — جو چاہو تم بنو صدیق حضرت شاہ کو پوچھو

---

[1] جلوۂ خضر ص ۱۲۵۔ اسی واقعہ کو آزاد نے آب حیات میں بھی لکھا ہے ص ۲۴۳

دلا حیراں نہ ہو میاں کون سی مشکل رہی مشکل　　تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

علوم وفنون

قدیم زمانہ میں شرفا میں قاعدہ تھا کہ اپنی اولاد کو درسیات کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چناں چہ سوز نے بزرگوں کی اس روایت کو قائم رکھا۔ مصحفی تذکرۂ ہندی میں لکھتے ہیں: "کمالہائے ایں بزرگ ماورائے شاعری و درویشی بسیار اند[۱]" سوز نے خوش نویسی کی طرف توجہ خاص کی۔ چناں چہ خط نسخ، نستعلیق اور شفیعا میں وہ مہارت بہم پہنچائی کہ اس دور کے ممتاز خطاطوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مخزن نکات میں قائم لکھتے ہیں: "خوش نویس بے نظیرے است۔ خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسد[۲]" گلشن بیخار میں شیفتہ کا قول ہے: "خط شفیعا و نستعلیق زیبا می نگاشت[۳]" خوش نویسی کے علاوہ شہسواری، سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی ملکہ بہم پہونچایا۔ آب حیات میں ان کے والد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیر اندازی میں صاحب کمال تھے[۴]۔ خیال ہے کہ فنون سپہ گری سے دل چسپی ان کو والد سے ورثے میں ملی ہوگی اور تیر اندازی کا فن انھوں نے اپنے والد ہی سے حاصل کیا ہوگا۔ تذکرۂ سرور میں ان کی تیر اندازی اور شہسواری کے بارے میں مرقوم ہے: "در علم تیر اندازی و سواری اسپ نیز مہارتے تمام داشت[۵]" تاریخ ادب اردو کے مصنف کا بیان ہے: "تیر اندازی و شہسواری میں مشاق۔ شہ زور اور ورزش کے بڑے شائق تھے[۶]"

انشاد

عرب میں فن شعر گوئی کو انشاد کہتے ہیں۔ شعر کو اس انداز سے پڑھنا کہ شعر مجسم سامنے آجائے، بڑی ریاضت چاہتا ہے۔ لکھنؤ میں جب

---

[۱] تذکرۂ ہندی ص ۱۱۱

[۲] مخزن نکات ص ۴۸

[۳] گلشن بیخار ص ۱۰۴

[۴] آب حیات ص ۲۳۶

[۵] تذکرۂ سرور ص ۳۳۴

[۶] تاریخ ادب اردو ص ۱۲۴

اہل کمال کا مجمع ہوا تو مرثیہ گو حضرات نے اس کو ایک مستقل فن کی صورت دے دی مگر ان سے پہلے اردو شاعری میں یہ تجربہ سوز کی بدولت عمل میں آیا۔ آزاد آبِ حیات میں تحریر کرتے ہیں۔

"انھوں نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے کلام کا لطف دوچند ہو جاتا تھا۔ شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت بن جاتے تھے۔"[1]

دستور الفصاحت میں ہے: "فی الحقیقت طرزے نفیس ایجاد نمودہ کہ تتبع آں بسیار دشوار می نماید۔"[2]

بہار بے خزاں میں مرقوم ہے: "بخواندن اشعار بطرز مطبوع مشہور جہان است۔"[3]

صفیر بلگرامی نے جلوۂ خضر میں یہ لطیفہ لکھا ہے

"الحاصل یہ کمیٹی میر تقی میر کی تھی خاطر مدارات کہ شان شرفا ہے کی گئی اور کہا کہ آپ (سوز) بہت دیر میں تشریف لائے۔ بہر حال اوٹھتے بیٹھتے کچھ اور تماشا سہی۔ میر سوز صاحب اس تہ کو سمجھ گئے یعنی انھوں نے پڑھنے کا طریقہ ایسا ایجاد کیا تھا کہ مضمون کی شکل بن جاتی تھی۔ مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تھے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ سے شمع اور دوسرے ہاتھ کی اوٹ سے دیں فانوس طیار کرکے بتانے۔ اگر مرنے کا مضمون ہوتا تو لیٹ جاتے اور مردہ بن جاتے۔ لوگوں کو تماشا ہو جاتا۔ اسی پر میر صاحب نے تماشے کا لفظ کہا۔ میر سوز صاحب نے اس کے جواب میں کہا اچھا دیکھیے کیا تماشا دکھاتا ہوں۔ مجھے اجازت ہے۔ میر صاحب نے فرمایا۔

---

[1] آب حیات ص ۲۴۳

[2] دستور الفصاحت ص ۵۱

[3] بہار بے خزاں (قلمی) ص ۸۸

بسم اللہ۔ پہلے میر سوز صاحب نے یہ قطعہ پڑھا۔

دو مار سیاہ زلف پیچ کہہ   تبلادے دل جہاں چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھو نہ ہووے   کاٹا نہ ہففی ترا برا ہو

پہلے مصرعے پر ڈرتے ڈرتے جھکے گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے اور جس وقت کہا "کاٹا نہ ہففی" یس دفعتہ ہاتھ کو چھاتی سے مسوس کر ایسے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر سنبھالنے کو کھڑے ہو گئے۔ ان میں بہ ایں تمکنت اور عالی دماغی میر صاحب بھی شریک ہوئے۔ جب میر سوز اُٹھ بیٹھے تو میر صاحب کو دیکھ کر کہا۔ تسلیم حضور نے تماشا دیکھا۔ اس تماشے پر میر صاحب مسکرا دیئے اور بولے اس خوبی پر پادشاہ ہو۔ میر سوز نے باکراہ تسلیم کی۔[1]"

اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں آزاد نے بھی لکھا ہے۔ اس واقعہ کے علاوہ ایک اور لطیفہ بھی آب حیات میں تحریر ہے۔

"تم بھی خیال کرکے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور حرکات و انداز کے طالب ہیں چنانچہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع پر ہوا تھا اور عجب انداز سے پڑھا گیا۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے   سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفل پریرو   ارے رے رے رے ارے رے رے رے ارے رے

چوتھا مصرعہ پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پر گر پڑے گویا پریزادوں کو دیکھتے ہی دل بے قابو ہو گیا اور ایسے نڈھال ہوئے کہ ارے رے رے کہتے کہتے غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔[2]"

---

[1] جلوۂ خضر ص ۱۲۶

[2] آب حیات ص ۲۴۳

ہے تو سنہ ۱۱۸۵ھ (جو احمد خاں بنگش کا سال وفات ہے) کے بعد ہی وہ کسی میں فیض آباد گئے ہوں گے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سوز کی لکھنؤ میں آمد سنہ ۹۱ لکھی ہے[1]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان کا پانچ سال کا عرصہ انھوں نے فیض آباد میں گزارا یا پھر فیض آباد سے دہلی آ گئے۔ موخر الذکر صورت زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ شاید اسی لیے آزاد نے لکھا ہے کہ "سنہ ۱۱۹۱ھ میں لباس فقیری اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے"۔ نیز سنہ ۱۱۸۵ھ میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس لیے فیض آباد میں سوز کا قیام بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ سنہ ۱۱۹۶ھ میں سوز کی لکھنؤ میں موجودگی ثابت ہوتی ہے[2] مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دربار تک رسائی نہ ہونے یا عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باعث انھوں نے سنہ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد کا رُخ کیا اور یہاں نواب مبارک الدولہ کی سرکار سے منسلک ہو گئے۔ تذکرۂ عشقی میں ہے۔

"چندے در شہرِ مرشد آباد در سرکار نواب مبارک الدولہ منسلک گشتہ[3]"۔ مرشد آباد میں ان کا جی نہ لگا اور اسی سال لکھنؤ واپس آ گئے۔ یہاں قسمت نے یاوری کی اور نواب آصف الدولہ نے ان کی شاگردی اختیار کر لی اور زندگی کے آخری ایام سوز نے لکھنؤ میں گزار دیے۔ نیاز صاحب کا خیال ہے کہ:

"صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۹۶ھ میں وہ لکھنؤ آئے تھے اس لیے غالباً یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ وہ سنہ ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ آئے۔ یقیناً وہ اس سے بہت پہلے آ چکے ہوں گے اور نواب آصف الدولہ نے اگر ان سے اصلاح لی تو کافی مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا ہوگا۔[4]"

---

[1] آب حیات ص ۲۳۰ ۔ یادگار شعرا ص ۱۱۱ [2] آب حیات (بحوالہ گلزار ابراہیمی) ص ۲۳۰

[3] تذکرہ عشقی ص ۳۲۶ [4] انتقادیات ص ۲۶۳

دلی کی حالت تو اسی دن سے دگرگوں ہو گئی تھی جب اورنگ زیب نے اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا۔ مگر پھر بھی سلطنت کے نام ساکھ قائم تھی۔ ملک میں بدامنی کے باوجود تخت دہلی سے آنکھ چار کرنے کی ہی کو جرات نہ تھی۔ ریاستوں کی خودمختاری کے باوجود بادشاہ کا تصور صرف تخت دہلی ہی سے وابستہ تھا۔ شاہ عالم کے زمانے میں نادرشاہ کی یلغار۔ مرہٹوں کے حملے اور روہیلوں کی دست درازی سے عوام کو بھی اندازہ ہوگیا کہ بادشاہ کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہیں ہے۔ حالات کے انتشار اور حکومت پر عدم اعتماد کے باعث لوگوں نے دہلی سے ہجرت کرنا شروع کردی۔ سوز بھی دہلی سے نکل کر فرخ آباد چلے گئے۔ جہاں نواب مہربان خاں رند سے وابستہ ہو گئے۔ جو نواب احمد خاں بنگش کے دیوان تھے۔ فرخ آباد جانے کی صحیح تاریخ کا اندازہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ تذکرہ شعرا میں ابن امین نے ان کا فرخ آباد پہونچنا سودا سے قبل بتایا ہے[1] اور سودا کے بعد تک سوز کا قیام فرخ آباد میں رہا ہے۔ جیسا کہ سودا کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے جو انھوں نے اپنے رخصت ہونے کے موقع پر مثنوی کی صورت میں نواب کو پیش کیے تھے

شعر کے بحر میں ترا استاد   کشتیِ ذہن کو ہے بادمراد
اس کو ہر طرح تو غنیمت جان   پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ   پنچھی بچھڑے ہوئے نہ آویں ہاتھ

فرخ آباد سے سوز نے فیض آباد کا رخ کیا اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ خیال یہ ہے کہ احمد خاں بنگش کی وفات کے بعد فیض آباد کا سفر اختیار کیا۔ اگر یہ درست

---

[1] تذکرہ شعرا ص ۲۵ مگر نیاز صاحب سودا کا فرخ آباد پہنچنا سوز سے قبل بتاتے ہیں (انتقادیات ص ۲۶۳) جو درست نہیں معلوم ہوتا۔

نیازؔ صاحب کا یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا، اس لیے کہ متعدد تذکرہ نگاروں نے ان کی دہلی میں آمد ۱۲۱۲ھ لکھی ہے۔ گلشن ہند میں تحریر ہے۔

"۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر تشریف لے گئے"[۱]

آب حیات کا بیان ہے: "۱۲۱۲ھ میں ناکام مرشد آباد گئے۔ یہاں بھی نصیب نے یاوری نہ کی۔ پھر لکھنؤ میں آئے"[۲]

اولاد

سوزؔ کی اولاد کے بارے میں تذکروں سے کوئی پتا نہیں چلتا۔ صرف ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے جن کا نام میر مہدی تھا اور باپ کے تخلص کی رعایت سے داغؔ تخلص کرتے تھے۔[۳] عاشق مزاج تھے چناں چہ نوجوانی میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کی محبت میں جان دی۔ خمخانۂ جاوید میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن اس حسینہ کا خط آیا کہ میں تم سے کل ملوں گی انھوں نے کل کا مطلب "فردائے قیامت" لیا اور اس صدمے میں اسی وقت جان نکل گئی۔ خط پر یہ شعر لکھ دیا۔

از جان رمقے بود کہ مکتوب تو آمد
دیگر چہ نویسم خبرم خوب گرفتی[۴]

یہ واقعہ کسی دوسرے تذکرے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ خدا جانے صاحب

---

[۱] گلشن ہند ص ۱۵۲

[۲] آب حیات ص ۲۳۷

[۳] آب حیات ص ۲۳۸۔ خمخانۂ جاوید ص ۲۷۷۔ البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ تذکروں میں ان کا تخلص آہ تحریر ہے: "آہ دہلوی۔ اسمش میر مہدی خلف الصدق میر سید محمد سوز تخلص" (گلشن ہند) "آہ تخلص دہلوی اسمش میر مہدی ابن میر محمد" (تذکرہ عشقی)

[۴] خمخانۂ جاوید ص ۲۷۷

خمخانۂ جاوید کا ماخذ کیا ہے۔

تلامذہ

سوز کے شاگردوں کی بہت بڑی فہرست نہیں ہے۔ تاہم تذکروں کی مدد سے جو کچھ سرمایہ فراہم ہوا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ سوز کے ارشد تلامذہ میں افسوس (شیر علی) رند (مہربان خاں) آصف الدولہ۔ نوازش (مرزا خانی) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ عنوان ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کا ذکر الگ عنوان کے تحت آئے گا۔

سیرت

سوز کی سیرت کے بارے میں عام طور سے تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ وہ ایک باکمال صوفی اور قناعت پسند درویش تھے۔ عسرت کے باوجود امرا، کی خوشامد کو شعار نہیں بنایا اور جب ان کے یہاں رسائی ہوئی تو تمکنت اور غرور کا شائبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ دلی کی تباہی اور معاشی بدحالی کے باعث ان کو فرخ آباد۔ مرشد آباد اور لکھنؤ جانا پڑا اور وہاں کے امرا کے درباروں میں رسائی حاصل کی لیکن دلی کی بربادی کے بعد ہجرت اس دور کی رسم بن گئی تھی۔ بہ استثنائے درد ہر اہلِ ہنر دلی سے نکل کر جہاں معیشت کے سامان دیکھتا وہاں اپنا مسکن بنا لیتا اور چوں کہ شعرا کی سرپرستی اس دور کے امرا اور روسا کر رہے تھے اس لیے کسی کے دامن سے وابستہ ہونا بھی ناگزیر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ یہ وابستگی شعرا کے لیے سرمایۂ راحت ہوتی مگر اسی کے ساتھ امرا کے لیے شعرا کا ان کے دربار سے وابستہ ہونا بذات خود ان کے لیے باعث فخر تھا۔ بہت سے امرا ہیں جن کا نام تاریخ ادب میں محض شعرا کے سرپرست کی حیثیت سے زندہ ہے۔

دستور الفصاحت کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:

• نواب آصف الدولہ مغفور از دل عاشق صحبت نمکین ایشان بود و کمال

عزت و احترام می نمود و نواب سرفراز الدولہ مرحوم کہ نائب وزیر بودہ او ہم بسیار معتقد بلکہ مرید و علی ہذا القیاس جمیع اعزہ و عمائد لکھنؤ خدمت میر را شرف و برکت خود می دانستند و صحبت او غنیمت می شمردند[1]۔"

سوز کی درویشی کے بارے میں میر حسن کا قول ہے۔

"مردیست متواضع و متوکل قابل دوست و جوہر شناس ..... بر فقیر بسیار کرم می فرماید[2]۔"

کریم الدین لکھتے ہیں۔

"یہ شخص عالی طبیعت۔ درویش خصلت۔ ظریف الطبع۔ خوش گفتار تھا[3]۔"

سوز کا تعلق اگرچہ امرا سے تھا اور امرا سے تعلق کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ شاعر اپنی انفرادیت اور خودداری کو گنوا کر ہی ان سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تاریخ ادب میں متعدد مثالیں ایسی مل جاتی ہیں کہ دربار کا رنگ دیکھ کر شعرا نے بھی وہی روش اختیار کی[4] سوز کے متعلق ان کا دیوان اور دوسرے تذکرے شاہد ہیں کہ

---

[1] دستور الفصاحت ص ۵۲ [2] تذکرہ شعرائے اردو ص ۸۸

[3] طبقات الشعرائے ہند ص ۱۴۵ [4] آب حیات میں ایک واقعہ منقول ہے ص ۲۴۹ حاشیہ

"ایک شعر پر سید انشا اور شیخ مصحفی میں تکرار رنجی ہو گئی اور طبیعتوں کی شوخی نے زبانوں کی بے باکی کے ساتھ مل کر بڑے بڑے معرکے کیے۔ اس وقت آصف الدولہ شکار میں تھے چنانچہ انھوں نے اپنے لکھنؤ میں نہ ہونے پر ہزار افسوس کیے اور بڑے اشتیاق سے ان ہجووں کو منگا کر سنا اور انعام بھیجے۔ فی الحقیقت ایک ایک مصرعہ ان کا ہنسی اور قہقہوں کا منتر تھا۔ لیکن اگر آج انھیں کوئی لکھ بھی دے تو عدالت بالانصاف میں مجرم ہو کر جوابدہی کرنا پڑتی ہے"

ارباب حکومت سے وابستہ ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے دامن کو پاک رکھا نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کے لیے کلمہ خیر کہنے میں بھی وہ بے باک تھے۔ آب حیات میں آزاد تحریر کرتے ہیں۔

"آزادگی کے ساتھ وضعداری بھی ضرور تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مسند عزت پر صاحب تمکین اور امرا و روسا کے پہلو نشین رہے اور اسی میں معیشت کا گذارا تھا۔"[1]

تذکرہ ہندی میں مصحفی لکھتے ہیں۔

"در گفتن کلمۃ الخیر در حق دیگرے با ایں ہمہ استغنائے مزاج کہ خاصہ شعراست نظیر خود ندارند۔"[2]

تذکرہ خوش معرکہ زیبا کے الفاظ ہیں۔

"خط نستعلیق و شفیعا میں صاحب قلم اور کلمۃ الخیر کے کہنے میں علم۔"[3]

اس دور میں جب کہ تشائم اور غم ناکی کے بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ مایوسی اور ناکامی کے باعث شعرا پر یا تو قنوطیت طاری تھی یا جھنجھلاہٹ۔ مگر اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس قنوطیت کے خلاف برابر جدوجہد کر رہے تھے۔ سوز بھی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اپنی ظرافت اور خوش مزاجی سے اس غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے کے سیاسی انتشار اور ذاتی عسرت کے باعث ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سوز دوسرے میر ہوتے مگر انھوں نے مرنے سے زیادہ اس آگ میں جلنا پسند کیا۔ سیاسی بدامنی۔ سماجی انتشار اور اقتصادی بدحالی میں چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنا

---

[1] آب حیات ص ۲۳۰

[2] تذکرۂ ہندی ص ۱۱۱

[3] خوش معرکہ زیبا (قلمی)

ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ نکات الشعرا میں میر کو اعتراف ہے۔

"جوانے است بسیار اہل خوش طبع"[1]

میر حسن کا قول ہے۔

"فضائلش چوں حسن خوباں عالم گیر و خصائلش چوں خمیازہ ناز محبوبان دلپذیر"[2]

آزاد ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزوں کے آئنہ کو جس طرح فصاحت نے صفائی سے جلا کی تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اس میں جوہر پیدا کیا تھا۔ ساتھ اس کے جس قدر نیکی اور نیک ذاتی نے عزت دی تھی۔ اس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیریں کلامی نے ہر دلعزیز کیا تھا اور خاکساری نے سب جوہروں کو زیادہ چمکا دیا تھا"[3]

سوز کی سیرت پر تبصرہ کرنے والوں نے ان کے خلوص اور مروت کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ چناں چہ لطف کہتے ہیں۔

"آئین محبت میں مایۂ مودت و اخلاص"[4]

گلستان بے خزاں میں قطب الدین باطن لکھتے ہیں۔

"ظاہر ان کا مانند باطن پاک۔ ضمیر ان کا صاف باطن آلائش حسد و بغض سے پاک"[5]

---

[1] نکات الشعرا ص ۱۲۰

[2] تذکرہ شعرائے اردو ص ۸۷

[3] آب حیات ص ۲۳۶

[4] گلشن ہند ص ۱۵۱

[5] گلستان بے خزاں ص ۱۱۴

مختصر یہ کہ تذکروں کی روشنی میں ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہم ذیل کے نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔

ان کی خصلت درویشانہ تھی۔ وہ ظریف الطبع اور خوش گفتار تھے۔ آزادگی کے ساتھ وضعداری کے حامل تھے۔ کلمۃ الخیر کہنے میں بے باک اور خلوص و مروّت میں یگانہ تھے۔ اور یہی اوصاف ہیں جن کی بنا پر انھوں نے ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا۔ زندگی کی پُرپیچ وادیوں اور اوضاع ملک کے نشیب و فراز میں ان کے قدم جادۂ استقامت سے نہ ڈگمگانے پائے۔ سوز کے کلام کے مطالعے سے بھی ان کی سیرت کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

کسی نے روم لیا قسمت میں کوئی شام لے آیا
ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

سوز گردش سے غم گردوں کی مت دل تنگ ہو
جوش کھا کھا دل میں آپ ہی بادۂ گل رنگ ہو

جوں خضر ہوس عمر ابد کی نہیں مجھ کو
اس دم کی تمنّا ہے جو تجھ پاس گزر لے
شوخ ہی آئے گا خودداری بھی لازم ہے تجھے
سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا
مجھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا
میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
سر اوپر شام آئی اب تلک منزل نہیں پاتا
کہاں بستر بچھاؤں میں کسی کا دل نہیں پاتا
امید وصل جز طمع خام کچھ نہیں
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہیں

شاعرانہ چشمکیں

آب حیات میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن سودا کے یہاں میر سوز تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ علی حزیں کی غزل کا چرچا تھا۔ جس کا مطلع ہے۔

می گرقتیم بجاناں سر راہے گاہے
او ہم از لطف نہاں اشت نگاہے گاہے

میر سوز نے اپنا مطلع پڑھا۔

نہیں نکلے ہے مرے دل کی اُبال ہے گاہے   اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

مرزا یہ سُن کر بولے: "میر صاحب بچپن میں ہمارے یہاں پشور کی ڈومنیاں آیا کرتی تھیں یا تو جب یہ لفظ سُنا تھا یا آج سنا۔" میر سوز بے چارے ہنس کر چپکے ہو رہے پھر مرزا نے خود اسی وقت مطلع کہہ کر پڑھا۔

نہیں جوں گل ہوس ابر سیاہے گاہے   کاہ ہوں خشک میں اے برق نگاہے گاہے

میاں جرأت کی ان دنوں میں ابتدا تھی خود جرأت نہ کر سکے ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت یہ بھی عرض کیا چاہتے ہیں۔ مرزا نے کہا کیوں بھئی کیا۔ جرأت نے پڑھا۔

سرسری ان سے ملاقات ہے گاہے گاہے   صحبت غیر میں گاہے سر راہے گاہے

سب نے تعریف کی اور مرزائے موصوف نے بھی تحسین و آفریں کے ساتھ پسند کیا۔[1]

دوسرا واقعہ تذکرہ خوش معرکہ زیبا میں نقل ہے کہ میر محمد سوز صاحب کے اوستاد جناب عالی (آصف الدولہ) کے تھے واسطے مجرے کے حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کچھ اپنے شعر پڑھو۔ حسب الحکم میر سوز نے دو تین غزلیں اپنے دیوان کی پڑھیں نواب فلک جناب نے تعریف میں اون کی مبالغہ فرمایا۔ میر صاحب (میر تقی) کو دلیری میر سوز کی اور تعریف نواب کی بہت ناگوار گزری۔ میر سوز صاحب سے کہا تمہیں اس دلیری پر شرم نہ آئی۔ میر سوز نے کہا، صاحب بندہ کیا ہے شاہجہاں آباد میں بھاڑ جھونکتا تھا۔ کہا (میر صاحب نے) بزرگی اور شرافت میں تمہارے کیا تامل مگر شعر میں میرے سے کسی کو ہمسری نہیں۔ موقع اور محل تمہاری شعر خوانی

---

[1] آب حیات ص ۲۴۱

کا وہی ہے جہاں لڑکیاں جمع ہوں اور ہنڈ کلیا پکتی ہو نہ کہ میر تقی کے سامنے میر سوز سے تو یہ کہا اور وہ شقہ کہ جو میر کی طلب کا حضور پر نور نے لکھا تھا جیب سے نکال کر حضور کے آگے رکھ دیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔[1]

وفات

سوز کی وفات کے بارے میں تذکرے مختلف الرائے نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف سنہ وفات کے سلسلے میں بھی ہے اور عمر کے بارے میں بھی۔ تذکرۂ ہندی میں مصحفی ان کی عمر ستر سال سے متجاوز بتاتے ہیں: "عمرش از ہفتاد متجاوز خواہد بود"۔ آزاد نے ستر برس عمر قرار دی ہے: "سنہ ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت ہوئے"۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلمی) تذکرہ طور کلیم اور سخن شعرا میں ان کی عمر اسی سال بتائی ہے۔ لطف نے سنہ ۱۲۱۲ھ ان کا سال وفات مانا ہے۔ ہمارے خیال میں سوز کی عمر ستر سال ہوئی اور سنہ ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔[2] جرأت نے تاریخ وفات کہی۔

سوز ماتم نے میر سوز کے آہ   شمع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب سا شخص یوں مرجائے   غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مٹ گیا لطف ریختہ گوئی   خاک پھرتے سخن مرا دل کو
خاک میں مل گئی ادا بندی   گفتگو اب خوش آئے کیا دل کو
کہی جرأت نے رو کے یہ تاریخ   داغ اب سوز کا لگا دل کو

(۱۲۱۳ھ)

---

[1] تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا (قلمی) بہ سلسلہ تذکرۂ میر تقی میر۔

[2] ناسخ کے قطعۂ ذیل میں تاریخ سب سے مختلف ہے۔ مگر ناسخ کے کلیات میں یہ قطعہ نہیں ملا۔

اُٹھ گیا میر سوز دنیا سے   ہائے صاحب کمال واویلا
سال تاریخ ہی سہی ناسخ   شاعر بے مثال واویلا (۱۲۰۰ھ)

(بہ حوالہ خوش معرکہ زیبا۔ سعادت ناصر)

بیاض سخن میں عبدالشکور شیدا لکھتے ہیں: "محمد میر سوز قراول پور ضلع شاہجہاں آباد وطن۔ لکھنؤ مدفن متوفی سنہ ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء" ص ۲۰

اسی طرح ان کی جائے وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ مثلاً طورِ کلیم۔ سخن شعرا اور دیوان جہاں میں ان کی وفات تلہر ضلع شاہ جہاں پور میں بتائی گئی ہے۔ ان کے برخلاف گلشن ہند۔ یادگار شعرا۔ تذکرۂ سرور۔ تذکرۂ عشقی اور طبقات الشعرا ہند نے لکھنؤ میں وفات پانا بیان کیا ہے۔ گلشن ہند کے الفاظ ہیں: "اسی سال پھر تشریف لے گئے اور اس دار فنا سے راہی ملک بقا ہوئے۔" تذکرہ عشقی میں لکھا ہے: "معہذا از بازار دیار مشرق بہ لکھنؤ مراجعت کردہ طرح استقامت انداخت۔ ہمایوں جا فوت کرد۔" تذکرۂ سرور میں تحریر ہے: "بہ لکھنو مدتے ماندہ ہماں جا رحلت گزید۔"

تلامذہ

آشفتہ

مرزا رضا قلی نام تھا۔[1] آشفتہ تخلص اختیار کیا۔ والد کا نام حکیم محمد شفیع تھا اور اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔[2] خاندانی شغل طبابت تھا اور یہی فن مرزا نے بھی اپنایا۔ ۱۲۰۱ھ میں جب مرشد آباد آئے تو نواب مبارک الدولہ بستر مرگ پر تھے۔ انھوں نے علاج کیا۔ مگر حکم الٰہی کے سامنے کچھ نہ چلی۔ مبارک الدولہ کے بعد عضد الدولہ سے وابستہ ہو گئے۔ سات برس تک ان کی خدمت میں رہے۔ لیکن متلون مزاجی کے باعث ۱۲۱۴ھ میں کلکتہ چلے گئے۔[3] مگر تذکرۂ عشقی میں ہے: "آخر الامر از آنجا ترکِ رفاقت نمودہ بضلع مظفر پور بخدمت تحصیل داری مامور شدہ۔"[4] لطف کا یہ بھی بیان ہے کہ ۱۲۱۵ھ تک وہ کلکتہ میں

---

[1] تذکرۂ ہندی میں مصحفی نے ان کا نام مرزا ضیا علی اور شپرنگر نے یادگار شعرا میں۔ خمخانۂ جاوید میں سری رام نے مرزا علی نام لکھا ہے۔ [2] دیوان جہاں میں بینی نرائن نے ان کا وطن دہلی لکھا۔ [3] گلشن ہند ص ۶۱ [4] تذکرۂ عشقی ص ۵۰

میں موجود تھے۔ قیاس چاہتا ہے کہ لطف نے سات برس کا عرصہ محض اندازے سے لکھ دیا ہے۔ مبارک الدولہ کی وفات کے بعد آشفتہ کا قیام عارضی طور پر رہا ہوگا اور منظفرپور ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے ہوں گے۔ اس کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور وہیں انتقال کیا۔[1]

آشفتہ کا ۱۲۰۵ھ تک کا زمانہ فیض آباد اور لکھنؤ میں گزرا۔ اور لکھنؤ ہی میں انھوں نے میر سوز کی شاگردی اختیار کی۔ تذکرۂ عشقی میں ہے: "در اوایل مشق در لکھنؤ اشعار خود از نظر میر محمد سوز تخلص می گذرانید۔"[2] گلشن ہند میں صرف اس قدر مرقوم ہے: "مشورہ سخن کا انھوں نے میر سوز سے کیا ہے۔"[3]

آشفتہ کی سیرت کی جو تصویر لطف نے پیش کی ہے وہ ان کی زبان سے سنیے:

> "جوان آزاد وضع اور خوش اختلاط و وارستہ مزاج اور مایۂ ارتباط۔ محبت اور یک رنگی میں خلاصے اور آشنائیوں کے بہت خلصے اور حسن پرستی میں خود لیلیٰ و شیریں کی تصویر اور عشق بازی میں قیس و فرہاد کے پیر ہیں۔"[4]

تذکرۂ عشقی میں اس قول کی تائید ان الفاظ میں ملتی ہے: "مرد خلیق۔ رنگین مزاج عیاشانہ وضع بود۔"[5]

آشفتہ کے شعر سادگی اور شستگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ مصحفی نے اعتراف کیا ہے: "شعر دردمندانہ کہ شستہ وصاف باشد دوست دارد۔"[6] روزمرہ اور محاوروں

---

[1] دیوان جہاں ص ۱۷

[2] تذکرۂ عشقی ص ۵۷

[3] گلشن ہند ص ۶۰

[4] گلشن ہند ص ۶۰

[5] تذکرۂ عشقی ص ۵۷

[6] تذکرہ ہندی ص ۱۸

پر ان کو خدا داد قدرت حاصل تھی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

جی تھا آنکھوں میں یار تھا دل میں — یاں تلک انتظار تھا دل میں
آبلہ ہو کے دم میں پھوٹ بہا — یہ کہاں کا بخار تھا دل میں
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی — آج تک یہ غبار تھا دل میں
دست و لب نزع میں جو ہلتے تھے — شوق بوس و کنار تھا دل میں
وصل اس کا خدا قریب کرے — دیکھیں تب ہم سے کیا رقیب کرے
مر گیا اک صنم پہ آشفتہ — موت ایسی خدا نصیب کرے
مجھ کو کہتا ہے صنم تجھ کو بھی اب بھاگ لگے — آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے تجھے آگ لگے
بوسہ کے واسطے چمٹا تو لگا کہنے مجھے — بس کہیں دور بھی ہو منھ کو ترے آگ لگے
دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ اوسان گئے — اپنے بیگانے وہاں جتنے تھے سب جان گئے
اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقہ تو نہ کر — ہم بھی جی رکھتے ہیں پیارے ترے قربان گئے
شعلہ خو آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا مجھے — آج تو آگ ہوا غیروں کے بھڑکانے سے
چلا ہے کعبہ کو آشفتہ پارسا بن کر — خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے
گئے تھے کل مجھے بہلا کے میں یہ آتا ہوں — میں ایسے آنے کے صدقے بہت شتاب پھرے
ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے — الٰہی موت دے گذرا میں ایسے جینے سے
نہ جانے کیونکہ بصارت وہ چاند سا مکھڑا — نظر پڑا نہیں مجھ کو کئی مہینے سے

آصف

یحییٰ خاں نواب آصف الدولہ خلف نواب شجاع الدولہ ابن نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ۔ مرزا امانی عرف۔ آصف تخلص اختیار کیا۔ ۱۱۸۸ھ میں مسند نشین ہوئے۔ فنون لطیفہ سے خاص شوق تھا۔ خصوصاً تعمیر عمارات اور سرپرستی شعرا کے لیے یہ عہد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کی سخاوت کا شہرہ سن کر بڑے بڑے اہل فن دہلی سے کھنچ کر لکھنؤ آ گئے۔ تذکرہ عشقی میں ہے

> "اشہب ہمت در میدان شجاعت و مسکیں پروری می تازد۔ دریں جزو زماں کہ از خیر و برکت یک قلم نامے و نشانے باقی نیست بجز ذات فائز البرکات آں والا گہر کریم الصفات[1]"

خود شعر کہتے اور میر سوز کو کلام دکھاتے تھے۔ مگر یہ زمانہ دونوں کی زندگی کا آخری زمانہ تھا۔ صرف ایک سال کے قریب استفادہ کیا۔ آصف نے سوز کے سنہ ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ آنے کے بعد شاگردی اختیار کی اور اسی سال سنہ ۱۲۱۲ھ میں آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ نیاز صاحب کو آصف کے شاگرد سوز ہونے سے انکار ہے چناں چہ انتقادیات میں لکھتے ہیں۔

> "بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرخ آباد چھوڑ کر یہ لکھنؤ آئے اور جب ان کا رنگ یہاں نہ جما تو مرشد آباد چلے گئے اور وہاں سے پھر سنہ ۱۲۱۲ھ میں واپس آئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آصف الدولہ نے سوز کی شاگردی اختیار کر لی تھی جب وہ فرخ آباد سے پہلی مرتبہ لکھنؤ پہنچے تو اس کا یقین نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اگر نواب ان کا شاگرد ہو جاتا تو یہ بد دل ہو کر مرشد آباد کیوں چلے جاتے۔ مرزا علی لطف نے اپنے تذکرہ گلشن ہند میں جو اس عہد کا نہایت ہی مستند تذکرہ ہے نہ سوز کے تذکرے میں آصف الدولہ کے اُستاد ہونے کا ذکر ہے اور نہ آصف الدولہ کے بیان میں سوز کے شاگرد ہونے کا۔ انھوں نے سوز کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے کہ شاہ عالم کے اٹھارویں سنہ جلوس میں لباس فقر اختیار کیا۔ لکھنو میں توکل و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد

---

[1] تذکرہ عشقی (دو تذکرے) ص ۵۳

گئے اور اسی سال لکھنؤ واپس آکر انتقال کیا۔ اسی طرح "تذکرۂ بزم سخن (عوض علی خاں)" میں بھی آصف کی شاگردی کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے[1] اگر نیاز صاحب کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو متعدد تذکرے ایسے ہیں جن میں آصف الدولہ کا ذکر ہی سرے سے غائب ہے۔ اس لیے ان کا وجود بھی معرض خطر میں پڑ جاتا ہے[2] آصف الدولہ کی شاگردی کے سلسلے میں عسکری لکھتے ہیں۔

> "شعر و شاعری اور جملہ علوم و فنون کے بڑے قدردان تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے اور اپنا کلام میر سوز کو برائے اصلاح دکھاتے تھے نواب موصوف کے کلام میں اپنے استاد کی سی سادگی اور صفائی ہے۔[3]"

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھنؤ کے دبستان شاعری میں تحریر کرتے ہیں۔

> "آصف تخلص کرتے تھے اور میر سوز سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ سوز کا رنگ دہلوی شاعری کا عام رنگ ہے۔ چنانچہ وہی رنگ سادگی اور اثر آفرینی کا آصف الدولہ نے قبول کیا۔[4]"

---

[1] انتقادیات ص ۲۷۷۔ پُر لطف بات یہ ہے کہ نیاز صاحب کو آصف کا شاگرد سوز ماننے میں تامّل ہے مگر اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: "۱۱۹۱ھ میں لکھنؤ ہوتے ہوئے مرشد آباد چلے گئے وہاں سے ۱۲۱۲ھ میں پھر لکھنؤ آئے اور آصف الدولہ کے اُستاد ہوئے۔" ص ۳۵

[2] ذیل کے تذکروں میں آصف الدولہ کا ذکر نہیں ملتا۔

مجموعۂ نغز   قدرت اللہ قاسم   نکات الشعرا   میر تقی میر   مخزن نکات   قائم
تذکرہ شعرائے اردو   میر حسن

[3] تاریخ ادب اردو ص ۲۹۵

[4] لکھنؤ کا دبستان شاعری مطبوعہ ۱۹۴۴ء ص ۷۰

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی دلی کا دبستان شاعری میں لکھتے ہیں۔

> "(سوز) سنہ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد چلے گئے۔ یہاں بھی بخت نارسا رہا تو پھر لکھنؤ واپس آئے۔ اب کی آصف الدولہ کے استاد مقرر ہوئے اور آرام سے گزرنے لگی۔"[لہ]

آخر کار نواب سنہ ۱۲۱۲ھ میں بعمر اکیاون سال اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آصف نہ صرف شاعر تھے بلکہ شاعر نواز اور شعر شناس بھی تھے۔ چنانچہ اس عہد کے تین بڑے اُستاد ان کے دربار سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ میر، سودا اور سوز اور حقیقت یہ ہے کہ قدر شناس نواب نے ان اصحاب کو دہلی چھوڑنے کا غم بھلا دیا۔ آصف الدولہ کی شاعری میں وہ سادگی اور تیور ہیں جو میر سوز کی شاعری کا وصف خصوصی ہے۔ چنانچہ نیاز صاحب جو آصف الدولہ کی شاگردی سوز کے منکر ہیں اعتراف کرتے ہیں۔

> "اس کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں سودا کا رنگ ہے نہ میر کا، نہ مصحفی کا اتباع ہے نہ انشا کا البتہ سوز کی خصوصیات ضرور پائی جاتی ہیں۔ سو ان کو بھی ہم سوز کا فیض صحبت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ یہ استادی شاگردی رہی کتنے دن۔"[ٹہ]

آصف کا انداز سادہ ہے۔ مگر بعض جگہ مشکل ردیف و قوافی سے کام لیا ہے اور اپنا زور طبع دکھایا ہے۔ حساب تلخ، جواب تلخ۔ صنم یا قسمت، عجم یا قسمت۔ ناکام لذیذ بادام لذیذ کے ردیف قافیے قابل غور ہیں۔ بہرحال نمونۂ کلام یہ ہے۔

اے پری نام خدا تیری سجاوٹ خاصی　　تہ جھب تس پہ یہ انگیے کی کساوٹ خاصی

[لہ] دلی کا دبستان شاعری مطبوعہ سنہ ۱۹۲۹ء ص ۱۸۰

[ٹہ] انتقادیات ص ۲۷۶

سر کے تعویذ ستم اور نتھ بیچ غضب   بال بہکے ہوئے چوٹی کی گندھاوٹ خاصی
پہونچیاں واچھے اور کان کی بالی بُندا   نورتن ایسی ہی گہنے کی جڑاوٹ خاصی
گوکھرو دیکھ کے لہرائے یہ دل کہتا ہے   گوکھرو اور بنت کی یہ بناوٹ خاصی
سب پہ پوشاک جدی سب سے نرالا نک سک   دانت تصویر ہے مستی کی اداہٹ خاصی
کیوں نہ ایسے سے پھنسے دل بھلا انصاف کرو   گفتگو سحر کمر خوب لگاوٹ خاصی

کیا کیا اظہار میں تم سے کروں اس کا آصفؔ
دست و پا خوب ہیں مہندی کی رچاوٹ خاصی

یہ نہ آنے کے بہانے ہیں سبھی ورنہ میاں   اتنا تو گھر سے مرے کچھ نہیں گھر دور ترا
قصۂ فرہاد و مجنوں رات دن پڑھتے تھے ہم   سو تو وہ ماضی پڑا۔ اب اپنا افسانہ ہوا
آصفؔ کو جس نے عشق میں دیکھا ترے کہا   آتا ہے رحم مجھے تئیں اس جوان پر
ہر دم کی آہِ سرد۔ رخِ زرد و چشمِ تر   آصف یہ کیا ہے تیرے تئیں عشق اگر نہیں
فرہاد تھا یا مجنوں پھر اچھا زمانہ تھا   اب لطف نہیں آصفؔ کچھ الفتِ خوباں میں
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے   پر تجھ کو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے
کیا نیند بھر کے سوئے کوئی اس سرائے میں   جس میں کہ آٹھ پہر روا روی رہے
پوچھتے کیا ہو شبِ ہجر کی حالت یارو   میں ہوں اور رات ہو اور بسترِ تنہائی ہے
یہی حسرت ہمیں اے جان رہی مرگ تلک   ایک دن تم نے نہ کی ہنس کے کبھی پیار کی بات
میں نے پوچھا اس سے کچھ تجھ میں وفا ہے   تو مڑ کر۔ دیکھ کر۔ ہنس کر کہا۔ ہے
سب مجھی سے کہتے ہیں تو اس سے مطلب عرض کر   جب زباں یاری نہ دے تو عرضِ مطلب کیا کروں
ترے کوچے میں نقشِ پا کی طرح   ایسے بیٹھے نہ پھر وہاں سے گئے

۵۱ میر مہدی نام تھا۔ محمد میر سوز کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے۔ لطف نے لکھا ہے۔ "شاگرد والد ماجد خویش ست۔" آبِ حیات میں سوز

کے ایک فرزند میر مہدی المتخلص بہ داؔغ کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھوں نے اول آہؔ تخلص اختیار کیا ہو۔ بعد کو داغ پسند آیا ہو۔ ان کی سیرت کے بارے میں تذکرہ عشقی میں ہے۔

> "جوانے سنجیدہ اوضاع وسعادت اطوار ست و قدم بر جادۂ
> سعادت مندی و نیک نہادی گذاشتہ با اطاعت رضا جوئی بزرگاں
> اوقات خود بسر می برد[1]"

بیس برس کی عمر میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کے وصال کی تمنا لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے[2]۔

شعر بہت کم کہتے تھے۔ تذکرۂ عشقی میں ہے: "گاہ گاہ بحسب موزونی فکر اشعار می نماید"۔ یہی سبب ہے کہ عام طور سے تذکروں میں ان کا کلام نہیں ملتا۔ تذکرہ عشقی میں یہ دو شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ جو نذر ہیں۔

بس کر اے نالہ کہ ہمسایہ برا مان گئے   جس سے سنتا ہوں یہی ہے کہ مرے کان گئے
آہ نکلے نہ دل سے آہ کہیں   ہو نہ جاوے جہاں سیاہ کہیں

افسوس

افسوس کا تعارف تذکرۂ ہندی میں اس طرح کرایا گیا ہے: "میر شیر علی نام دارد ابن میر علی مظفر خاں داروغہ توپ خانۂ عالی جاہ[3]"۔ ان کے والد میر علی مظفر محمد شاہ کے عہد میں نارنول سے دہلی آئے اور نواب امیر خاں کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں ۱۷۳۵ء میں افسوس پیدا ہوئے[4]۔ امیر خاں کی

---

[1] تذکرہ عشقی ص ۵۲

[2] آب حیات ص ۲۳۸

[3] تذکرۂ ہندی ص ۲۰ گلستان بے خزاں میں افسوس کے والد کا نام میر مظفر خاں ہے اور مجموعۂ نغز میں ہے: "میر علی نام المخاطب بہ مظفر خاں بود"

[4] تاریخ ادب اردو

وفات کے بعد ان کے والد پٹنہ چلے گئے اور وہاں سے سنہ ۱۷۷۶ء میں لکھنو آئے۔ شیر علی نے لکھنؤ میں پہلے نواب اسحاق خاں کی ملازمت کی اور اس کے بعد مرزا جواں بخت سے وابستہ ہو گئے۔

افسوس کو شاعری اور علم طب سے خاص مناسبت تھی۔ طب کی تحصیل انھوں نے حکیم آغا محمد باقر سے کی۔ یکتا نے دستور الفصاحت میں ان کی ہم درسی کا اظہار کیا ہے:

> "در علم طب بخدمت فیض درجت حضرت قبلہ و کعبہ دو جہاں۔ زبدۂ علمائے ہندوستاں۔ مجتہد زمانہ۔ محدث یگانہ۔ مسیحائے وقت مخدومی و استادی جناب حکیم آغا محمد باقر صاحب قبلہ غفراللہ ذنوبہ۔ نسبت تلمذ داشت و بندہ و او مدتے ہمدرس بودہ ایم۔"[۱]

شاعری میں اول تموز کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اس کے بعد حیدر علی حیراں سے استفادہ کیا۔ تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ان کا کلام پاکیزہ اور دل کش ہوتا ہے اور کسی طرح وہ اپنے ہم عصر شعرا سے کم نہ تھے۔ دستور الفصاحت میں ہے۔

> "در معلومات فن و بندش سخن از ہمسراں بہ ہیچ وجہ پایہ کمی نداشت۔ صاحب دیوان بودہ است۔ اکثر اقسام سخن را بخوبی گفتہ۔"[۲]

تذکرہ ہندی کے الفاظ ہیں:

> "جوانیست سلیم الطبع۔ شعر کم از معاصرین نمی گوید۔"[۳]

میر حسن کا قول ہے:

> "فکر اوائل را تمام شستہ الحال۔ بشستہ و رفتہ می گوید۔"[۴]

---

[۱] دستور الفصاحت ص ۱۰۲

[۲] ایضاً

[۳] تذکرہ ہندی ص ۲۰

[۴] تذکرہ شعرائے اردو ص ۲۱

تذکرۂ سرور میں تحریر ہے۔

"شعر ہندی بسیار خوب می گفت و صاحبان این فن پسندمی کنند واقعی
که اشعار دل کش دارد"[1]

افسوس کی تصانیف حسب ذیل ہیں،

(۱) باغ اُردو (۱۲۱۴ھ) ترجمہ گلستان سعدی
(۲) آرایش محفل
(۳) دیوان

لکھنؤ سے جاکر افسوس فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ترجمے کے کام پر مامور ہو گئے آخر کلکتہ ہی میں ۱۸۰۹ء میں انتقال ہوا۔ یکتا نے تاریخ وفات لکھی۔

از جہان رفت میر شیر علی   کہ دہر پیر و ہر جوان افسوس
بود افسوس چون تخلص او   ہمہ کردند شاعران افسوس
گفتم از روئے درد تاریخی   رفت افسوس زین جہان افسوس
۱۲۲۴ھ

افسوس کی شاعری کا انداز یہ ہے۔

پہ سچ ہیں یہ خودنمائیاں۔ حق ہیں یہ لن ترانیاں   شعلۂ طور بجھ گیا۔ دیکھ کے اس کے نور کو
تو نے افسوس کیا کیا۔ دشمن جاں کو دل دیا   یہ تیری عقل جل بجھے آگ لگے شعور کو
صبح نت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیش تر   ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیش تر
دل کے تئیں بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار   بے وفاؤں سے رہی ہے تجھ کو یاری بیش تر
کوئی دل سے مرے پوچھے جیسا ہے وہ اے ناصح   گو تجھ کو نہ خوش آیا پر مجھ کو تو بھاتا ہے
کوچہ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن   بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے ہو جاتے ہیں

---

[1] تذکرہ سرور ص ۹۱

پھر ہجر ہے وہی۔ وہی دن ہے پہاڑ سا   وصل صنم تو رات کو اک خواب ہوگیا
دیکھتے ہی اوسے حاضر ہوئے مرجانے کو   وہی احباب جو یاں آئے تھے سمجھانے کو
ہنس کر مجھے لوگوں میں اشارات نہ کیجے   رسوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجے
اشک گرم اپنے سے یہ دیدۂ تر جلتے ہیں   دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جلتے ہیں

جان عالم

جان عالم نام تھا اور یہی تخلص بھی اختیار کیا۔ نواب روشن الدولہ سے قرابت قریبی رکھتے تھے[1]۔ عربی سے واقف تھے[2]۔ دریا دلی اور سخاوت کا اعتراف مختلف تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ جس طرح قدرت نے دریا دلی کا خاصہ عطا کیا تھا اسی طرح ان کا ذہن بھی عطیہ خداوندی کا کامل نمونہ تھا۔ چنانچہ میر حسن نے لکھا ہے۔

> "گوہر طبعش از چشمۂ خورشید آب خوردہ۔ سہیل خطش از زلف نکویاں تاب بردہ۔ بخشش بے حساب و شعرش چوں در یتیم نایاب[3]۔"

تذکرہ عشقی کے یہ الفاظ قابل ذکر ہیں۔

> "درنظم و نثر کہ عبارت از شیوہ شاعری و منشی گری باشد دستگاہے درست دارد[4]۔"

نمونہ کلام یہ ہے۔

چھوڑ عارضی دل نے گھیرا زلف مشکیں فام کو   صبح کا بھولا غنیمت ہے جو پہنچے شام کو
لگا خوبان نوخط سے یہ ملنے   گھسیٹا پھر مجھے کانٹوں میں دل نے

---

[1] "خان عالی شان۔ بلند مکان۔ برادر زادۂ نواب روشن الدولہ ولد مفتخر الدولہ" تذکرہ شعرائے اردو۔ ص ۴۴

[2] یادگار شعرا ص ۵۹

[3] تذکرہ شعرائے اردو ص ۴۴

[4] تذکرہ عشقی ص ۱۷۹

اس سنگدل کے دل میں ذرا بھی نہ راہ کی   دور از اثر سدا رہی ہت تیری آہ کی
بیٹھا ہے یار آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے   جوں تابداں میں شیشۂ رنگیں دھرے ہوئے

حیف موتی لال نام۔ تخلص حیف۔ والد کا نام لالہ بت سین تھا۔ قوم کایستھ۔ ان کے حالات بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ لطف کے بیان سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ سنہ ۱۱۹۶ھ میں لکھنؤ میں تھے[1]۔ نمونۂ کلام یہ ہے۔

نہ ساحل سوجھتے ہیں نہ کنارا ہے نظر آتا   محبت نے ہمیں کس گھاٹ دیکھو لا اتارا ہے
بناگوش بلوریں پہ یہ دُر لگتا پیارا ہے   کہ جیسے متصل مہتاب کے ہوتا ستارا ہے
گلشن دہر میں کیونکر وہ بھلا شاد پھرے   رات دن جس کے لیے گھات میں صیاد پھرے

رند مہربان خاں رندؔ فرخ آباد میں نواب محمد احمد خاں غالب جنگ کی سرکار میں عہدۂ دیوانی پر فائز تھے۔ نواب ان کو بیٹا کہتے تھے۔ مہماں نواز اور شعرا کے قدرشناس تھے۔ یہی سبب ہے کہ جب سوداؔ اور سوزؔ نے فرخ آباد کا رُخ کیا تو مہرباں خاں نے ان کی پذیرائی اس طرح کی کہ تھوڑے عرصے کے لیے وہ وطن چھٹنے کا غم بھی بھول گئے۔ میر حسن نے ان کے حسن سلوک اور دوست نوازی کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا ہے۔

> "مہربان خان۔ خان بلند مکان شفیق مسافراں المتخلص بہ رند.... بہ نیک نامی اوقات بہ سر بردہ۔ مجلسے رنگین و بزمے ارم تزئین داشت ہر صادرے و واردے را بہ قدر استعداد خود و حوصلہ اوی نواخت بہ اہل سخن ہمیشہ سرگرم سخن و با صاحب ہر فن چوں روح در تن محسن بہ حسن و اخلاق ..... امارت ظاہری ہم بہ مرتبہ رسیدہ کہ با امرایان سابق و حال انیس و جلیس گردیدہ[2]"

---

[1] گلشن ہند ص ۱۲۳
[2] تذکرہ شعرائے اردو ص ۷۵

زند نے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی شاگردی اختیار کی۔ سوز شاعری کے علاوہ شہسواری، سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی بے مثل تھے۔ اس لیے زند نے یہ فنون ان سے حاصل کیے۔ میر حسن تذکرۂ شعراے اردو میں تحریر کرتے ہیں۔

> "در علم تیر اندازی اصلاح از میر سوز گرفتہ۔ از ہمہ تیر اندازاں آں دیار گوے سبقت ربودہ۔ امور دیگر نیز مثل شمشیر شناسی و ادب شناسی و قدر دانی انسان از صحبت میر سطور حاصل نمودہ[1]"

زند کو سپہ گری کی طرح موسیقی سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ قائم اور لطف نے اپنے تذکروں میں اس کا اظہار کیا ہے: "در فن موسیقی و شاعری ہندی کہ عبارت از کبت ہا باشد طاق[2]"۔ لطف کا بیان ہے: "گویند در موسیقی ماہر و در تصنیف کبت و دوہرہ پٹہ قادر است[3]"

زند کے کلام میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بجز اس کے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ مگر یہ وصف سوز اور ان کے شاگردوں کا وصف خصوصی ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ وصف تو اس دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم قائم ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

> "سخنش ایں ہمہ ترقیات نمایاں کرد کہ بالفعل شاعر زبردست را عہدۂ آں برآمدن دشوار است چنانچہ در ردیف و قوافی مشکل زمین غزل تازہ می پیماید و داد سخنوری می دہد[4]"

---

[1] تذکرۂ شعراے اردو ص ۷۵

[2] مخزن نکات ص ۵۵۔ مگر لطف یہ ہے کہ مصحفی زند کی ادبی و شعری صلاحیت کے چنداں قایل نظر نہیں آتے۔ چنانچہ وہ تذکرۂ ہندی میں لکھتے ہیں: "اگرچہ شخص جاہل بود۔ اما سلیقۂ صحبت شعرا او را ہم بہ عرصۂ قلیل بہ مرتبہ والاے شاعری رسانیدہ۔ فقیر حسب الاتفاق روزے براے دیدن آں بزرگ ہمراہ مرزا قتیل و در ستم نگر بہ مکانش گزر انگندہ بود۔ مخرج زبان ہم درست نہ داشت" ص ۱۰۶

[3] [4] گلشن ہند ص ۱۳۹

زندگی کے آخری ایام لکھنؤ میں گزارے اور وہیں رستم نگر (محلہ) میں انتقال ہوا[1]۔ ان کے کلام کا انداز یہ ہے۔

یارب کہیں سے گرمیٔ بازار بھیجدے   دل بیچتے ہیں کوئی خریدار بھیجدے
دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروس جاں   آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیجدے
ہم کو نہ کچھ سیم و نہ زر چاہیے   لطف کی اک تیری نظر چاہیے
کس لیے تلوار خریدی میاں   باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات پر افسوس   ایک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر
مجھ ساتھ تیری دوستی جب ہو گئی آخر   دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
میری چھاتی پہ رکھ کے برچھی کو   نہ اٹھا دل کے پار ہونے دے
ہے تری جان کا یہی دشمن   رند اس دل کو خوار ہونے دے
دل کا گھبرانا کہوں یا کہ قفس کی تنگی   دیکھیے کیا کرے صیاد قفس کی تنگی
بہی کب تلک چشم تر جائے گی   یہ ندی چڑھی ہے اوتر جائے گی
تب ملنے کا مجھ ساتھ وہ پیغام کرے گا   جب لاکھ طرح سے مجھے بدنام کرے گا
جس کا تجھ سا حبیب ہووے گا   اس کا عالم رقیب ہووے گا

سوزاں

شیخ شمس الدین نام تھا اور سوزاں تخلص۔ یہ فرخ آباد کے رہنے والے تھے مگر ان کا وطن قدیم دہلی تھا[2]۔ تذکرۂ سرور میں ان کے بارے میں لکھا ہے: "مرد سپاہی وضع و خوش طبع است[3]"۔ غالباً یہ سوز کے قیام فرخ آباد کے زمانے میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا یہ شعر ہے۔

ہردم مجھے دھمکاتے ہو تلوار پکڑ کے   جاؤ کہیں گھر سے تو نہیں آئے ہو لڑ کے

---

[1] یادگار الشعرا ص ۱۰۱

[2] مجموعۂ نغز ص ۳۲۷

[3] تذکرہ سرور ص ۴۳۶

اس کے کوچہ میں نہیں ہم کو کسی کا خطرہ   پر خفا وہ نہ ہو آتا ہے اسی کا خطرہ
دو چار رقیبوں پہ نہ دھمکائیو ہم کو   ٹل جائیں گے دو ہاتھ جو مارے کہیں کڑکے

عیش

مرزا حسین رضائی لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ عیش تخلص کرتے تھے ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا[1]۔ سوز کے تلامذہ میں سے تھے۔ چند شعر نمونے کے طور پر حاضر ہیں۔

وہ اگر آئے پشت بام کہیں   میں بھی کر لوں اسے سلام کہیں
کیا ہے یہ قطرہ قطرہ دے ساقی   ایک باری تو بھر کے جام کہیں
یہ غزل عیش ہے تصدق سوز   مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں

فریاد

لالہ صاحب رائے ولد لالہ سندھی مل۔ قوم کایستھ تھے۔ یہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں قربان تخلص کرتے تھے۔ پھر فریاد اختیار کیا[2]۔ لطف ان کی لکھنؤ میں موجودگی سنہ ۱۱۹۶ھ میں بتاتے ہیں۔ کلام دستیاب نہ ہو سکا۔

مدہوش

میر نبی جان[3]۔ نبیرہ خواجہ محمد باسط قدس سرہٗ۔ ان کا تخلص مدہوش تھا۔ میر حسن نے ان کو خوش رو لکھا ہے۔ جس زمانے میں میر حسن اپنا تذکرہ مکمل کر رہے تھے (مابین سنہ ۱۱۸۸-۱۱۹۲ھ) مدہوش کی شاعری کا ابتدائی زمانہ تھا: "ہنوز ابتدائے مشق است[4]۔" مدہوش کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ یہی سبب ہے کہ اعظم الدولہ نے اعتراف کیا ہے: "از نام و نشانش

---

[1] مجموعہ نغز ص ۲۱
[2] گلشن ہند ص ۱۹۱
[3] میر نبی خان۔ گلشن ہند
[4] تذکرہ سرور ص ۱۹،

واقفیت نیست[1]۔" البتہ تذکرۂ شعرائے اُردو اور گلشن ہند سے صرف اس قدر اشارے مل جاتے ہیں۔ "گاہ گاہے دو سہ شعری گوید[2]۔" لطف کہتے ہیں۔ "بہ موزونیٔ طبع رغبتے بہ نظم ریختہ دارد[3]۔"

مرا جس ناز سے تو نے لیا دل
خدا جانے ہے اس کو یا مرا دل

نوازش مرزا خانی نام نوازش تخلص۔ لکھنؤ کے رہنے والے اور سوز کے شاگردوں میں سے تھے[4]۔ تذکرۂ سرور میں ان کا یہ شعر دستیاب ہوا۔

آگے چشموں کے مرے سوزشِ دریا کیا ہے
وحشتِ دل ہو جہاں وحشتِ صحرا کیا ہے

ہوش مصحفی ہوش کے بارے میں صرف اس قدر تعارف کرتے ہیں۔ "ہوش تخلص۔ جوان شیریں زبان است۔ بہ شاگردی میر سوز نازشے دارد[5]۔" یادگار شعرا اور نغمۂ عندلیب میں ان کے نام کا پتہ چلتا ہے۔ "ہوش تخلص میر شمس الدین نام[6]۔" اشپرنگر اور تذکرۂ سرور نے ان کے وطن کا بھی حوالہ دیا ہے۔ "میر شمس الدین لکھنوی شاگرد سوز جوان ہیں[7]۔" نمونۂ کلام یہ ہے۔

یار رہتا ہے چشمِ تر کو دیکھ
گریہ ٹک اپنے تو اثر کو دیکھ
دست و پا گم کرے ہیں مو کمراں
نازنیں تیری اس کمر کو دیکھ
تیرے خط کا جواب آیا ہے
ہوش کھول آنکھ نامہ بر کو دیکھ

---

[1] تذکرۂ سرور ص ۷۱۹

[2] تذکرۂ شعرائے اُردو ص ۱۷۵

[3] گلشن ہند ص ۲۳۶

[4] تذکرۂ سرور ص ۷۷۰

[5] تذکرہ ہندی ص ۲۷۲

[6] گلستان بے خزاں ص ۲۸۲

[7] یادگار شعرا ص ۲۲۱

شاعری

دلی کے دبستانِ شاعری کی باقاعدہ بنیاد اس دن پڑی تھی جب شاہ سعد اللہ گلشن نے ولی کو نصیحت کی تھی: "این ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر" اور جب ۱۱۳۳ھ میں ولی کا دیوان دلی پہونچا تو اہلِ دہلی کو ایک نئے شعور کا احساس ہوا۔ اسی شعور کی جلوہ گری یہ اختلاف طبائع و احوال میر و مرزا۔ غالب و مومن۔ اور داغ و امیر میں نظر آتی ہے اور یہی ورثہ تھا جس نے کل ہند میں ایک نئی روشنی پیدا کر دی۔

دلی کی ادبی تاریخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ اس کی قدروں میں اس قدر وسعت ہے کہ بہت سی تہذیبی قدریں اس میں سما جائیں۔ پھر اس کے استحکام کا یہ حال کہ سیاسی زوال کے زلزلے بھی اس کی بنیاد نہ ہلا سکے۔ بلکہ عجیب اتفاق یہ ہے کہ شعر و سخن نے نامساعد حالات میں زیادہ ترقی کی۔ چنانچہ دہلی میں اردو شاعری کے عروج کا زمانہ سیاسی زوال کا دور ہے۔ اس کا غالباً ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ فن نے اگر ایک طرف سلاطین کی سرپرستی میں اپنی محفلیں سجائیں تو دوسری طرف ان سے بے نیاز ہو کر اپنے مشاغل کو جاری رکھا۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ صرف سیاست ہی میں انتشار پیدا نہیں ہوا بلکہ عوام کا سکونِ خاطر بھی رخصت ہو گیا۔ بیرونی اور اندرونی سازشوں اور اورنگ زیب کے جانشینوں کی نااہلیت نے حکومت کا وقار ختم کر دیا۔ سیاست کی اس بے اطمینانی اور کمزوری نے ملک میں ہیجان برپا کر دیا۔ حال کو تاریک اور مستقبل

کو بہم۔ اس افراتفری سے صرف سلطنت ہی خطرے میں نہیں تھی بلکہ ملک کا پورا معاشرہ خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اس غیر مطمئن زندگی نے تشائم پرستی کا احساس ہمارے شاعروں کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ اور اسی تشائم پرستی نے تصوف کا سہارا لے کر عالموں کو بے عمل اور صوفیوں کو گوشہ نشین بنا دیا۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک طرف تصوف کی بدولت تشائم پرستی کا اثر تھا تو دوسری طرف اسی کے ذریعے اخلاقی اقدار بھی جنم لے رہے تھے۔ ہمارے دعوے کے ثبوت میں درد کے یہ اشعار کافی ہیں۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا — خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
سیماب کشتہ کس کا ماء الحیات کیسہ ہر — گر جی کو مار سکئے اے درد کیمیا ہے
زنہار ادھر کھولیو مت چشم حقارت — یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے
نہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الٰہی ہو

یہ غنیمت ہے کہ تشائم پرستی کی لے زیادہ نہیں بڑھی۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ دہلی کے دبستانِ شاعری میں گور و کفن۔ لحد و کافور اور آہ و بکا کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ اور وہ مرگھٹ کی شاعری ہو کر رہ جاتی۔ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عناصر دہلوی شاعری میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ یہ دہلی کے دبستان شاعری کا مزاج کبھی نہ بن سکے۔ ان عوامل کے باعث شاعری نے سوز و گداز، رنج و حرماں کا لباس ضرور اختیار کر لیا۔ مگر عظمت انسانی کا تصور قائم رہا۔ خود میر کی شاعری کو لیجیے، وہ زندگی کے وجود کے منکر ہونے کے باوجود عظمت انسانی کے ترانے گاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اہل دہلی کو تصوف اور صوفیوں سے خاص لگاؤ اور محافل سماع سے

خاصا ذوق تھا۔ اس سماع نے شعرا کو بحروں کے انتخاب میں مدد دی۔ شعرا میں ترنم اور موسیقیت کا احساس اجاگر ہوا۔ ہیئت کے یہ تجربے شعرا کو بنانے اور سنوارنے میں معاون ثابت ہوئے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی سادگی اور توازن کا عنصر نمایاں ہونے لگا۔ جس توازن کا ذکر ابھی کیا گیا یہ محض کوئی رسمی فقرہ نہیں ہے بلکہ دلّی کے دبستان شاعری کے مزاج کو اس کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس لیے کہ اسی توازن کے فقدان سے جرأت اور انشاء جیسے شاعر وجود میں آتے ہیں جو اس حمام میں اودھ کے اکثر شعرائے لکھنؤ کی طرح برہنہ نظر آتے ہیں اور اسی توازن کے باعث میر و سودا اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ اور دوسرے شعرا کھل کھیلنے سے باز رہتے ہیں۔

دہلی کے دبستان کی ایک اہم خصوصیت داخلیت بتائی جاتی ہے۔ یہ داخلیت دراصل انسانی کردار کے عمل اور ردِ عمل کے طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جب انسانی کردار اپنی انفرادیت سے محروم ہو جاتا ہے اس وقت وہ خارجی ادب ممکن ہو کہ پیش کر سکے۔ مگر انسانی جذبات کی صحت مند عکاسی نہیں کر سکتا۔ دہلی کے شعرا براہ راست سیاست سے متاثر تھے۔ سیاست کی ہر ضرب ان کے دل و دماغ پر پڑ رہی تھی۔ اس لیے وہ صحیح راستے کا تعین تو نہیں کر پا رہے تھے مگر اپنے جذبات کی ترجمانی بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے کرتے تھے۔ مضمون آفرینی اور صنائع و بدائع سے شعر کو مزین کرنے کی اُن کو فرصت کہاں تھی اس لیے واردات قلب کو سیدھے سادے الفاظ میں پیش کر دیتے تھے۔ اسی داخلیت کے باعث ان کے یہاں عشق و عاشقی کی واردات میں بڑی صداقت ہے۔ دہلوی شاعری میں تصورِ عشق ایک طرف تصوف سے آیا اور دوسری طرف سماجی عوامل سے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دہلوی شاعری کے قدم عموماً راہ مجاز میں پڑنے کے باوجود ڈگمگانے نہیں پاتے۔ اس میں ابتذال اور

سطحیت پیدا نہیں ہونے پاتی۔ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے اس میں جلا پیدا کرتا ہے یہی سبب ہے کہ دہلی میں تصورِ حسن و عشق جن ہمہ گیر صداقتوں کا ضامن ہے وہ اس کی اپنی انفرادیت ہے۔

غرض یہ حالات اور واقعات اور مخصوص قسم کا ذہنی ماحول تھا جس میں سوز کی شاعری جنم لیتی ہے۔ وہ ایک استاد تھے اس لیے انھوں نے ماحول کو بہت کچھ دیا۔ آئندہ آنے والوں کے لیے راستہ ہموار کیا نیز وہ اس سماج اور ماحول کے ایک فرد تھے اس لیے انھوں نے اپنے گرد و پیش سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ اس لین دین GIVE AND TAKE نے اردو شاعری کو جو کچھ دیا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

میر سوز اس بزم ادب کے ایک رکن تھے۔ جس میں میر تقی۔ سودا اور درد[1] جیسے باکمال رونق افروز تھے۔ میر تقی کی جذبات نگاری۔ سودا کا زورِ تخیل اور درد کا عارفانہ انداز ہماری شاعری کی آبرو ہیں۔ سوز کے کلام میں یہ چیز تو پیدا نہ ہو سکی البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی غزلوں میں سیدھے سادے خیالات۔ اسلوب کی سادگی زبان کی صحت و صفائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ جن کی بنا پر وہ اپنے رفقائے کار کے ساتھ بزمِ شعر میں بیٹھے ہوئے اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ جس زمانہ میں ان اساتذہ نے شعر و سخن کے نغمے بلند کیے دہلی اور اس کے نواح میں وہ افراتفری تھی کہ خدا کی پناہ۔ مغلوں کا جاگیردارانہ نظام روبہ زوال تھا۔ اور ملک میں جو حادثہ رونما ہوتا وہ اس زوال کی رفتار کو اور تیز کر دیتا تھا۔ اسی دوران میں نادر شاہ کی تاخت[2] احمد شاہ ابدالی کے حملے[3] اور مرہٹوں کی دراز دستی نے ملک کا رہا سہا شیرازہ بھی

---

[1] میر تقی۔ متوفی سنہ ۱۸۱۰ء / ۱۲۲۵ھ ۔ سودا متوفی سنہ ۱۷۸۱ء / ۱۱۹۵ھ درد متوفی سنہ ۱۱۹۹ھ

[2] نادر شاہ کا حملہ سنہ ۱۷۳۹ء

[3] احمد شاہ کا حملہ اول سنہ ۱۷۵۲ء ۔ دوسرا حملہ سنہ ۱۷۵۶ء ۔ تیسرا حملہ سنہ ۱۷۵۹ء ۔ چوتھا حملہ سنہ ۱۷۶۱ء

بکھیر دیا۔ بڑے بڑے صوبے مرکز سے الگ اور خود مختار ہو گئے۔ اس کا اثر نہ صرف بادشاہ وقت اور اہلِ دربار پر پڑا بلکہ ملک کا ہر طبقہ اپنی حیثیت کے مطابق اس سے متاثر ہوا۔ اس وقت عام بے اطمینانی اور بد امنی کا راج تھا۔ عہد مذکور کا مرقع اگر دیکھنا ہو تو ذکر میر کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

> روزے پرست زدم (بعذر بسیار) ہم بر ویرانۂ تازہ شہر افتاد۔ بر ہر قدمے گریستم و عبرت گرفتم۔ و چوں پیشتر رفتم۔ حیراں تر شدم مکانہا را نشناختم۔ دیارے نیافتم۔ از عمارت آثار ندیدم ..... بازار کجا کہ بگویم۔ طفلان تہ بازار کجا۔ حسن کو کہ بپرسم .... جوانانِ رعنا رفتند۔ پیران پارسا گذشتند۔ محلہا خراب۔ کوچہ ہا نایاب۔ وحشت ہوید۔ انس ناپیدا[1]

گھر میں آگ لگی ہو تو ممکن نہیں کہ گھر والے سکون سے بیٹھے تماشہ دیکھتے رہیں شاعر تو عام انسانوں سے زیادہ اثر پذیر اور حساس طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسروں کے خیالات و میلانات میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا تو کم از کم اپنے اندر ایک کشمکش، ایک خلش اور ایک تڑپ ضرور محسوس کرتا ہے شاعر کے اندر ایک "روحِ عصر" ہوتی ہے جو اس کے جذبات و احساسات میں شدت پیدا کر کے اس سے ماحول کی ترجمانی کراتی ہے۔ یہی روح عصر ہے جو میر اور سودا کے ذیل کے اشعار میں نمایاں ہے۔

دلّی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں   تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا
شہاں کہ کحل جواہر تھی خاکِ پا جن کی   انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں
خرابہ دلّی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا   وہیں میں کاش مر رہتا سراسیمہ نہ آتا یاں

---

[1] ذکر میر۔ انجمن ترقی اردو ص ۹۹

تو ہے بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور   مل گئے خاک میں یاں صاحب افسر کتنے
اب خرابہ ہوا جہاں آباد   ورنہ ہر اک قدم یہ یاں گھر تھا

سودا کا مخمس ملاحظہ ہو۔

یہ باغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم   نہ جانے کن نے رکھا یاں قدم وہ کون تھا شوم
جہاں تھے سرو و صنوبر وہاں اوگے ہے زقوم   مچے ہے زاغ و زغن سے اب چمن میں دھوم
گلوں کے ساتھ جہاں بلبلیں کرتی تھیں کلول

جہاں آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا   مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یوں مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا   عجب طرح کا یہ بحر جہاں میں ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

اس سے زیادہ وہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کا منصب بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ اول تو وہ ہندوستانی شاعر تھے عرب کے نہ تھے جہاں شاعر کی حیثیت سے سوسائٹی کے ایک فعال اور اہم فرد کی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جانتے تھے کہ کنایہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اس لیے کھل کر کہنے میں کوئی لطف نہ تھا۔ تیسرے یہ بھی ڈر تھا کہ ان امور میں صاف گوئی ان کے آقاؤں کے خلاف مزاج ہوتی۔

خواجہ میر دردؔ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے کیونکہ وہ فقر و غنا کے اس مقام پر متمکن تھے جہاں میر و مرزا کی رسائی محال تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ نادر شاہ کے غارت گرانہ تاخت کے زمانے میں بھی جبکہ ہر شخص اپنی جان و آبرو لے کر دلی سے بھاگ کھڑا ہوا تھا وہ اپنے گوشۂ عزلت سے نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں اس خلفشار کی ہنگامی جھلکیاں نظر نہیں آتیں۔ تعجب تو میر سوز پر ہے کہ وہ خود بھی عصری تقاضوں سے الگ تھلگ رہے اور ان کی

شاعری میں بھی ان کا پرتو نظر نہیں آتا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہاں ہم ایک شبہ دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سوز کے یہاں میر کا اضطراب یا سودا کی قوت تخئیل کیوں نہیں۔ اس کے علاوہ شاعر سے سیاسی یا انقلابی یا مصلح کے رول میں توقع کرنا اس پر بڑا ظلم اور اس دور کے نظام معاشرت سے کامل ناواقفیت ہوگی۔ البتہ اس لحاظ سے کہ شاعر اپنے عصری تقاضوں سے بالکل الگ نہیں رہ سکتا۔ سوز کے کلام میں اس نے کی توقع تھی جس کا اظہار کم و بیش اس دور کا ہر شاعر کر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اکثر شعرا نے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے لیے پناہ گاہیں بنا لی تھیں۔ جن میں دنیا کی ہماہمی سے بچنے کی خاطر وہ روایتی شتر مرغ کی طرح چھپ رہے تھے۔ ع

واماندگیٔ شوق تراشے ہے پناہیں

آیئے دیکھیں خود سوز اپنی شاعری کے بارے میں کیا صفائی پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک قطعے میں نہایت صداقت کے ساتھ اپنی شاعری کا راز کھولا ہے۔

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں
شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی
دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
میں انھوں میں تھا سب کا چہتا یا
وہ دلاتے سب مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی
کیوں کہ بر آئے تجھ سے یہ صحبت
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں
یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا
انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ
مجھ کو بھی ہو گئی اتنی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں
شاعروں میں ملی مجھے شرکت
ورنہ میں اور شاعری توبہ
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے اس فن کو کن حالات میں اختیار کیا تھا۔ لیکن ابھی ایک گتھی سلجھانا اور باقی ہے۔ ان کے بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے۔ چنانچہ مولف تاریخ ادب اردو کا بیان ہے "جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے"۔ لطف کا بیان ہے کہ "ابتدائے جوانی میں انھوں نے ساتھ کام دل کے ایام زندگانی کو صرف نشہ بے خمار کیا"۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی غزلیات میں (واضح رہے کہ غزل ہی سوز کا اصل سرمایہ شعری ہے اور غزل ہی میں واردات عشق کی کھپت ممکن ہے) عموماً ایک روایتی انداز اور رسمی تغزل ملتا ہے۔ وہی عام اور فرسودہ مضامین اور وہی گنے چنے خیالات سیدھے سبھاؤ کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ ان کی شخصیت اپنی منفرد۔ اور ان کی واردات ایسی شخص اور ان کا جذبہ ایسا شدید نہیں ہے جس کی چھاپ ان کی غزل پر ثبت ہو۔ میر کا نفسیاتی انداز۔ جرأت کا چونچلاپن۔ مومن کا تغزل اور داغ کا تیکھاپن ان کے یہاں نہیں ملتا۔ ان کے یہاں وہ آفاقیت اور تنوع بھی نہیں جو غالب کا حصہ ہے مگر ان سب کے باوجود ان کی حیثیت دہلی اسکول کے ایک نمائندے کی ہے جو خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا مگر جو کہتا ہے۔ وہ نمائندہ کی حیثیت سے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے یہاں نت نئے تجربات کا تو فقدان ہے مگر ان کی آواز میں ایک رکھ رکھاؤ اور بھاری پن ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دہلی اسکول میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ غزل گوئی میں میر استاد سخن ہیں مگر ان کا کلام ایہام لفظی اور رکاکت سے خالی نہیں ہے۔ ان کے برعکس سوز کا کلام ان عیوب سے

پاک ہے۔ اس دور کے مشہور اور نمائندہ غزل گو شاعروں میں میرؔ۔ دردؔ اور سوزؔ ہیں۔ ان تینوں میں جو بات خاص طور پر مشترک ہے وہ سوز و گداز ہے مگر تینوں کے سوز و گداز میں فرق ہے۔ میرؔ کا غم ان کی ناکام محبت کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ان کے غم کی لے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ دردؔ کے یہاں روحانی محبت کا تصور حاوی ہے اس لیے ان کا مذاق مادی دنیا سے بلند ہو گیا ہے۔ سوزؔ کی محبت اس گوشت پوست کی دنیا کی محبت ہے جس میں ناکامی اور کامیابی کی درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری میں وہ شدت نہیں ہے جو کسی ناکامی کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اور نہ وہ سطحیت پیدا ہوئی جو محبت میں کامیابی کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔ ان کے یہاں روزمرہ کے عشق کی کیفیات کا اظہار ہے۔ وہ ایک سیدھے سادے عاشق تھے جو عشق کی گھاتیں اور اس کے داؤ پیچ سے قطعاً ناآشنا تھے۔ وہ صاف الفاظ میں حال دل بیان کرنا جانتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ جذبات محبت کو جس طرح سہل انداز سے سوزؔ پیش کر دیتے ہیں وہ میرؔ اور دردؔ دونوں کے یہاں مفقود ہے۔

سوزؔ کے یہاں تصوف کا عنصر بہت کم ہے اور جو کچھ ہے اس میں رسمی انداز نمایاں ہے۔ تمام تصوف کا عطر مسئلہ وحدت الوجود ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس شراب کا نشہ ایسا ہے کہ بڑے بڑوں کو بے خود کر دیتا ہے۔ سوزؔ کے یہاں مسائل تصوف فلسفہ کی راہ سے نہیں آئے۔ اس لیے ان میں فلسفیانہ موشگافیاں نہیں ہیں۔

صنم کا وصل جو چاہے تو حائل ہو نہ اے عاشق
غبار جسم اٹھ جائے تو کچھ حائل نہیں ہوتا

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا
وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا

بت خانہ و مسجد و خرابات   میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا
پایا تو آپ ہی میں پایا   کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا
بلبل کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا   اپنے ہی من میں پھول کے گلزار دیکھنا
ہم نے کون و مکان دیکھ لیا   پل میں سارا جہان دیکھ لیا
نیستی کے لیے ہی ہستی ہے   ہاں مرے مہربان دیکھ لیا

ان کے یہاں تصوف کی کمی ہے غالباً اس کا سبب خودنگری ہے۔ جس کو ان کے تجربات کا نچوڑ بھی کہا جا سکتا ہے۔ تصوف کی کمی کا ایک سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ خودنگری کے تصوف کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ دوسرے جس مسلک سے سوز کا تعلق تھا وہ بھی تصوف کی نظری یا عملی حیثیت سے اختیار کرنے کا مخالف تھا۔ اس لیے ان کے یہاں جو ایسے اشعار ملتے ہیں جن پر تصوف کا پرتو نظر آتا ہے وہ در اصل تصوف کے نہیں بلکہ ان کی درویشانہ طبیعت کے اندازِ نظر کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان کے یہاں رندی و ہوسناکی کہیں نظر نہیں آتی۔ یہی میانہ روی ہے جو ان کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے

سوز کو ہمارے ناقدین نے اُستاد مانا ہے۔ ان کی شاعری کی کچھ خصوصیات گنائی ہیں۔ مثلاً صفائی۔ سادگی۔ بے تکلفی۔ شیرینی۔ ان کے اشعار ہلکے پھلکے ہوتے ہیں جن پر کبھی کبھی ردیف کا بوجھ بھی نہیں ڈالتے۔ ان کا کلام فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کے بوجھ سے گرانبار نہیں ہے۔ ان کے یہاں زبان کا اچھا نمونہ ہے جس میں غرابت نہیں ہے۔ ان کے یہاں تنوع نہ ہونے کے باوجود ان کا ذہن غزل کے تصور میں صاف ہے۔ ان کے اندازِ بیان کے بارے میں آزاد کا یہ قول قابل غور ہے۔

> "میر سوز کی زبان عجیب میٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے۔ چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انشاء پردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سبز پتیوں میں اپنا اصل جوبن دکھا رہا ہے۔"[1]

یہ ضرور ہے کہ جس سادگی اور بے تکلفی کا ذکر کیا گیا وہ اس دور میں دہلی کے دبستان فکر کی خصوصیت تھی مگر دوسرے شعرا سادگی اور تجربات کے بے تکلف اظہار کے وقت اپنے آپ کو فارسی کی رنگینی اور نازک خیالی سے آزاد نہ کر سکے۔ چنانچہ نیاز صاحب لکھتے ہیں۔

> "یوں تو غزل میں جذبات محبت کو بغیر کسی استعارے و تشبیہ کو ظاہر کر دینا شعرائے متقدمین کی بھی خصوصیت تھی۔ کہیں ہندی و فارسی الفاظ کی آمیزش ترکیب کی تعقید اور غیر مانوس قدیم محاورات نے اس میں وہ سلاست و روانی پیدا نہ ہونے دی جو محبت کی زبان کے لئے ضروری ہے۔ جس دور میں سوز پیدا ہوئے اس کی خصوصیت یہی تھی کہ اس نے زبان کی صحت و صفائی کی طرف خاص توجہ کی۔ خصوصیت کے ساتھ سودا کو چھوڑ کر میر۔ درد۔ سوز اور قائم نے تغزل کی ایسی داغ بیل ڈالی کہ آج تک اس سے ہٹ کر دوسرا صحیح معیار قائم نہ ہو سکا۔"[2]

جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ سوز کا اس دور کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے! اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس دور کے نظام استادی و شاگردی کا جائزہ

---

[1] آب حیات

[2] انتقادیات ص ۲۶۴ - ۲۶۵

لینا ہوگا۔ سوز کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی جو شخص کسی فن میں خصوصاً شاعری میں بے اُستاد ہوتا۔ اس کی قدر و منزلت نہ ہوتی۔ اس لیے ہر شاعر کسی نہ کسی بڑے استاد سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا لازم خیال کرتا۔ عام طور سے یہ استادی محض ظواہر سے متعلق تھی۔ یعنی فن۔ زبان اور محاورے کے حسن و قبح صحت و سقم سے بحث ہوتی تھی۔ خیال یا مضمون کے اچھے یا بُرے سے استاد یا شاگرد کو سروکار نہ ہوتا جس طرح آج کل لوگ فن کی طرف سے غفلت برتتے ہیں اور تمام تر مضامین پر توجہ کرتے ہیں یعنی ہیئت کے مقابلے میں مواد ہی کو اصل شعر جانتے ہیں۔ سوز کے زمانے میں معاملہ برعکس تھا۔ اگر شاعر نے زبان یا محاورہ درست باندھ دیا تو وہ اپنے فرض سے ادا ہوگیا اور یہ ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال لوگوں کو خیال آسمان سے ملتا ہے اور زبان زمین سے۔ خیال یا مضمون کی تلاش خود شاعر کا فرض تھا استاد کا یہ کام تھا کہ یہ دیکھے کہ فن کی پابندی یا زبان و محاورے کی رعایت کہاں تک کی گئی ہے۔ غرض اس لحاظ سے سوز اپنے عہد کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور ہمیں متعدد اچھے شاعروں کے نام ان کے تلامذہ کی فہرست میں نظر آتے ہیں مثلاً آصف الدولہ آصف۔ شیر علی افسوس۔ مہربان خاں رند۔ رضا قلی آشفتہ وغیرہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوز کے کچھ اشعار جو سادگی اور صفائی میں امتیازی شان رکھتے ہیں نقل کر دیئے جائیں۔

خبر لے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں میں
نہیں آتی صدائے نالۂ زنجیر کیا باعث
شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوتی ہے یارب
ہمارے خانۂ دل کی نہ کی تعمیر کیا باعث

جو سوز یونہی خلق میں بدنام رہے گا   تو خاک تہ خاک بھی آرام رہے گا
شہرہ ہی تجھے اپنا جو منظور ہے واللہ   کر قتل مجھے اس میں ترا نام رہے گا

نکل کر طفل اشک آنکھوں سے طوفاں کر چلے آگے
الٰہی خیر اس فتنہ کا باہر پھر قدم نکلا
میں اپنے دل کو ایک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا
بتوں کو دو مبارکباد یہ بیت الصنم نکلا

کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ
دیکھا مزا نہ تو نے نادان عاشقی کا

کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند   جو گنہ کیجے ثواب ہے آج

مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھنگ نکالا ہے
ہر اک سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسی کی   پاؤں میں پڑی زلف گرہ گیر کسی کی

وے صورتیں نہ جانے کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

کہیو اے باد صبا۔ بچھڑے ہوئے یاروں کو
راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو

رسوا ہوا خراب ہوا۔ مبتلا ہوا   وہ کون سی گھڑی تھی کہ تجھ سے جدا ہوا

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

مجھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا
میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
سر زانو پہ ہو اس کے اور جان نکل جائے
مرنا تو مسلّم ہے ارمان نکل جائے
اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا مگر
سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں
سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
وہاں تجھے کیا تھی کمی یہاں تجھ کو کیا درکار ہے
بلبل کدھر تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد
گل نے لگائی آگ ترے آشیانے میں

کتب خانۂ سالار جنگ میں دیوانِ سوز کا ایک نسخہ

کتب خانۂ نواب سالار جنگ (حیدر آباد) کی وضاحتی فہرست، جناب نصیر الدین ہاشمی نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں دیوانِ میر سوز کے مندرجۂ ذیل تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(۱) دیوان سوز، نمبر ۱۷۰، سائز ۹ × ۵½، صفحات ۳۰، سطر ۱۵، خط نستعلیق کاغذ دیسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے بسم اللہ آہ میں لکھتا

اختتام: ترے جور و جفا، مہر و وفا ہے غیر سے بہتر
وفاداروں کے لب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو (کذا)

اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف وار ہیں۔ ناقص الآخر ہے۔

(۲) دیوان سوز (دوسرا نسخہ) نمبر ۱۶۰، سائز ۸ × ۶، صفحات ۴۴، سطر ۱۱، خط شکستہ، کاغذ دیسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے بسم اللہ آہ میں لکھتا

اختتام: لختِ جگر و کبابِ دل ہے تیار
آتے تو ہم بھی مہمانی کرتے (کذا)

اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیفوں پر مشتمل ہیں۔ آخر میں تین

رباعیات بھی ہیں۔

(۳۳) دیوانِ سوز (تیسرا نسخہ) نمبر ۴۴۲ ، سائز: ۱۰½ × ۷½ ، صفحات ۱۲۲، سطر ۱۱ ، خط نستعلیق ، کاغذ دیسی۔

آغاز: دیکھ دل کو چیر مت ظالم کہیں دکھ جائے گا (کذا)
میاں بغیر از قطرۂ خوں اور تو کیا پائے گا

اختتام: کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ بھسلانے کی خوبی (کذا)

اس دیوان میں صرف ردیف وار غزلیات ہیں۔

(ہاشمی صاحب کے نقل کیے ہوئے اشعار میں کئی مصرع صریحاً غلط ہیں۔ میں نے ایسے مصرعوں کے آگے (کذا) لکھ دیا ہے۔)

ان تینوں نسخوں کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً ان مخطوطات میں نہیں ہوگا۔ اوّل الذکر ناقص الآخر ہے، باقی دو نسخے بھی میر سوز کے مکمل کلام پر حاوی نہیں ہیں۔ سنہ کتابت معلوم نہ ہونے کی بنا پر، اِن کی صحیح قدر و قیمت کا بھی تعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس کتب خانے میں دیوان میر سوز کا ایک اور قلمی نسخہ بھی ہے، جو مختلف اعتبارات سے اِن تینوں سے اہم ہے۔ یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ یہ نسخہ اس فہرست سے غیر حاضر ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

مخطوطے کا نمبر داخلہ ۵۴۷، اور نمبر کتاب ۷۱ ہے۔ سائز: ۸½ × ۶ اور اوراق کی تعداد ۱۵۴ ہے۔ پہلے صفحے پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں۔ دوسرے صفحے پر تین مہریں ہیں۔ دو مہریں صاف نہیں ہیں۔ ایک مہر کی عبارت "محترم الدولہ، ۱۲۵۷ھ" صاف پڑھنے

میں آتی ہے۔

آغاز دیوان کی غزل کا مطلع یہ ہے:

سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ رباعیات، مخمسات اور مثنویات بھی ہیں۔ یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ اس مجموعے میں میر سوز کے علاوہ کچھ دوسرے شعرا کا کلام بھی شامل ہے۔ لیکن اُس کی تعداد نسبتہً کم ہے۔ غالب حصہ میر سوز کے کلام پر مشتمل ہے۔

آخر میں دو ترقیمے ہیں۔ جن سے کاتب کا نام میر عظیم علی الیچپوری اور سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت نواب محترم جنگ کی فرمایش پر ہوئی ہے۔ ترقیمۂ اوّل کی عبارت یہ ہے:

تمت الکتاب بعون الوہاب حسب الفرمایش نواب ذو الاقتدار بیدار بخت سزاوار تاج و تخت نواب محترم جنگ بہادر دام دولتہٗ و ملکہٗ، بخط اضعف العباد میر عظیم علی الیچپوری احسن اللہ فی دارین بتاریخ ہفدہم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۱ ہجری مطابق سنہ ۱۲۴۵ فصلی۔

ترقیمۂ ثانی:

روز یک شنبہ بتاریخ بیست و یکم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۱ھ کتاب دیوان میر سوز کہ از نزد فرزند فیاض علی خاں مرحوم گرفتہ بدست میر عظیم الدین سید نویسانیدہ شد۔

دیوانِ سوز

دیوانِ میر سوز کا یہ متن، دو قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

(۱) نسخۂ کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو۔ علی گڑھ (ع)

(۲) نسخۂ رضا لائبریری۔ رام پور (م)

نسخۂ علی گڑھ ناقص الآخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کا کاتب غلط نویس ہے۔ بیشتر اشعار غلط نویسی کا شکار ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ کو صحیح پڑھنا مشکل ہے۔

نسخۂ رام پور کی کتابت واضح ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف بھی ہیں۔ کاتب بھی اُتنا غلط نویس نہیں ہے۔ یہ نسخہ خاصا کرم خوردہ ہے۔ جلد ساز نے زیادہ مجروح اوراق پر سفید باریک کاغذ کی چیپیاں لگائی ہیں، جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے بعض حصے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں۔ آخر کتاب میں ترقیمہ موجود ہے۔

"بتاریخ ہفدہم یوم شنبہ شہر محرم الحرام ؁۱۲۲۷ھ صورت اتمام یافت۔" کل صفحات ۴۱۵ ہیں۔

ہم نے متن بالعموم م کے مطابق رکھا ہے، ہاں جن مقامات پر م میں صریحی اغلاط ہیں، اُن مقامات پر ع کے متن کو اختیار کیا ہے۔ اب یہ نسخہ میر سوز کے اس سارے کلام پر حاوی ہے، جو ان دونوں نسخوں میں موجود ہے۔ جو کلام اِن دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے، حواشی میں اس کی نشان دہی

کر دی گئی ہے۔

مشترک کلام کی حتی الامکان تصحیح کر دی گئی ہے۔ جن مقامات پر اس کا امکان نہیں تھا، وہاں نشان استفہام یا کذا لکھ دیا گیا ہے۔

جو کلام دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے اور تصحیح طلب ہے، اس کی تصحیح نہیں ہو سکی ہے۔ بعض مقامات پر قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہ اضافے قوسین میں ہیں۔

حواشی میں نسخۂ علی گڑھ کے لیے ع اور نسخۂ رام پور کے لیے م استعمال کیا گیا ہے۔

نقل میں مروجہ املا کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

آخر میں تذکرۂ مجمع الانتخاب سے میر سوز کا مکمل ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ ابھی تک معرض طبع میں نہیں آیا ہے۔ صاحبِ تذکرہ کو میر سوز سے خصوصی تعلق تھا۔ شاہ کمال نے لکھا ہے "اول بار دیوانی کہ ترکیب یافتہ بود، نزد فقیر است"۔ اسی دیوان سے انھوں نے میر سوز کا خاصا کلام نقل کیا ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر، یہ مناسب سمجھا گیا کہ یہ مکمل حصہ بھی شامل کر لیا جائے۔ اس حصے میں بعض اشعار غلط ہیں، لیکن ان میں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

کتب خانۂ سالار جنگ میں دیوانِ میر سوز کے چار مخطوطے ہیں۔ جناب نصیر الدین ہاشمی نے اس کتب خانے کے اُردو مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں صرف تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جو نسخہ موصوف کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکا ہے، ہم نے آخر میں اس کا بھی تعارف شامل مجموعہ کر لیا ہے۔

اہلِ ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہوگیا
آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہوگیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

دعوا بڑا ہے سوزؔ کو اپنے کلام کا
جو غور کیجیے تو ہے کوڑی نہ کام کا

سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی
تو لا کر سب الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا
وگر نعت پیمبر[1] کی مجھے توفیق کچھ ہوتی
بحق کلمۂ طیب رسول اللہ میں لکھتا
زباں سے مرتضیٰ مشکل کشا کا منقبت کہتا
تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیا کہتا
بسوزِ سینۂ زہرا فقط ایک آہ میں لکھتا

* * *

دُرد کش کیا کہہ سکے ساقیؑ کوثر کی ثنا
چشمِ تر سے ہو سکے کب اس کے ساغر کی ثنا
بند ہیں لب خلق کے لے کر ازل سے تا ابد
کون کر سکتا ہے اس قند مکرر کی ثنا
یہ زباں قابل نہیں جو نام اس کا لے سکے
مصطفیٰ سے پوچھیے اس کے برادر کی ثنا
آیتہ[2] الکرسی میں ہے تعریف اس کی دیکھ لو
پوچھ لو جبریل سے جا اس کے قنبر کی ثنا
باوجود[3] اس قرب کے روح الامیں ہر مدح گو
ہے زباں پر اس کی دائم اس کے قنبر کی ثنا

---

[1] ع۔ محمد
[2] یہ شعر ح، میں نہیں ہے
[3] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

سوز تو کیا کہ سکے گا کہ گئے حضرت حسینؑ
گردن مذبوح سے اللہ اکبر کی ثنا

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا   اُس نے مجھ کو دلِ پُرغم بخشا
راستی دی قدِ دلدار کو اور   تیغ ابرو کو خم و چشم بخشا
گُل کو خنداں کیا پَر بلبل کو   گریۂ و نالۂ پیہم بخشا
چشمِ معشوق کو دی عیّاری   ہم کو حیرت ہی کا عالم بخشا
ساغرِ عیش دیا[1] اوروں کو
سوز کو دیدۂ پُرنم بخشا

جس نے ہر درد کو درماں بخشا   مجھ سے کافر کو بھی ایماں بخشا
آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب   سایۂ زلفِ پریشاں بخشا
بے نیازی تو میاں کی دیکھو   گُل کو بھی چاک گریباں بخشا
عشق کو خلق میں دی رسوائی   حسن کو غمزۂ پنہاں بخشا
چشمِ معشوق کو دی عیّاری
سوز کو دیدۂ گریاں بخشا

اہلِ ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہوگیا   آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہوگیا
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہے میرے نام   واہ یہ دیوان بھی نقلِ دفاتر ہوگیا
ناصحا بیزار دل سوزی سے تیری دُور ہو   دل کو کیا روتا ہے لے جی بھی مسافر ہوگیا

---

[1] ع۔ اور   [2] ع۔ پلایا سب کو

دردِ محظوظ ہوں، درماں سے مجھ کو کام کیا　　بار[۱] خاطر تھا جو میرا یار شاطر ہوگیا
کیا مسیحائی ہے تیرے لعل لب میں اے صنم[۲]
بات کے کہتے ہی دیکھو سوزؔ شاعر ہوگیا

آہ و نالہ یہ[۳] مرا سینۂ سوزاں میں پھنسا　　پیک نظارہ جدا دیدۂ حیراں میں پھنسا
ایک تو تھا دل غم دیدہ اسیر سر زلف　　پانو زنجیر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا
تہمتِ ہستی موہوم[۴] نہ کر مجھ پہ شیخ　　میں تو مرنے کے لیے جسم کے زنداں میں پھنسا
جس طرح شہد میں پھنستی ہے مگس یاں برعکس　　دلِ شوریدہ[۵] مرا لب کے نمک داں میں پھنسا
اشک[۶] بہنے سے رُکے اب تو خدا ہی حافظ　　پھر کوئی لختِ جگر آ خس مژگاں میں پھنسا
کعبہ و دیر کے ڈھونڈھے سے بھلا کیا حاصل
سوزؔ ہووے گا کہیں محفل رنداں میں پھنسا

ترا ہم نے جس کو طلبگار دیکھا　　اسے اپنی ہستی سے بیزار دیکھا
ادا ہی کی حسرت میں سب مر گئے ہیچ　　تجلی کو کس نے بتکرار دیکھا
تری آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی　　وہ تصویر سا نقشِ دیوار دیکھا
عجب کچھ زمانے کی ہے رسم یارو[۷]　　جو ہے کام کا اس کو بے کار دیکھا
ولیکن اچنبھا بڑا مجھ کو یہ ہے
کہ ٹک سوزؔ کا گرم بازار دیکھا

---

[۱] م۔ یار خاطر تھا مرا سو بار خاطر ہوگیا　[۲] ع۔ پری　[۳] ع۔ تو　[۴] ع۔ بیہودہ نہ رکھ
[۵] م۔ سوختہ　[۶] یہ شعر م میں نہیں ہے۔　[۷] ع۔ اُلٹی

جو[1] دل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا   گر کلبۂ سیہ تھا پر از نور ہو گیا
سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجیے   دل تو تمام خانۂ زنبور ہو گیا
دل اپنے اختیار میں میں نے نہیں دیا   صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا
کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے   جو عارضی جمال کا مغرور ہو گیا
کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ
یہ سوز تیرے درد سے مشہور ہو گیا

* * *

ترے[2] دل میں بے رحم کچھ غم نہ آیا   مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا
بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں   کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلایا
بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے   ولے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا
تو کیوں آشنا سوز اس سے ہوا تھا
یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا

* * *

جنبش[3] ابرو سے کچھ بتلا گیا   قتل کا مژدہ ہے یہ[4] میں پا گیا
جاؤں[5] میں جس سمت میرے ساتھ ہے   آہ یہ غم جان میری کھا گیا
غیر کا[6] جا کر ہوا تو ہم کنار   جھوٹے وعدوں سے ہمیں بہلا[7] گیا
اب نہیں ڈرنے کا تیری تیغ سے   ناز کا تیرے تو میں ڈھب پا گیا

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [2] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [3] ع 'گوشۂ' [4] ع 'اس'
[5] ع 'جس طرف جاتا ہوں' [6] ع 'اوروں سے'
[7] ع 'مجھے پھسلا گیا۔'

کیوں تو گھبرایا ہوا[۱] پھرتا ہے آج
سوز[۲] سچ کہہ آج تیرا کیا گیا

کسی نے روم لی قسمت میں کوئی شام لے آیا
ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا
صدا[۳] در پر ہے کچھ پیغامبر کی سی خدا جانے
نوید وصل ہے یا ہجر[۴] کا پیغام لے آیا
طلب محفل میں ساقی نے کیا جب شیشہ[۵] و ساغر
گزک کے واسطے آنکھوں سے میں بادام لے آیا
ہمیشہ سیر میں گلشن کی میں خوشنود[۶] رہتا تھا
عبث[۷] کنج قفس میں کھینچ مجھ کو دام لے آیا
شفق میں میں ہلال عید تجھ بن دیکھ یہ سمجھا
کہ میرے قتل کو یہ تیغ خوں آشام لے آیا
مجھے تکلیف ترک عشق اب کرتے جو ہیں ناصح
کدھر ان پختہ مغزوں کو خیال خام لے آیا
طرف جو ماہ ہر خورشید رو کے آج ہوتا ہے
مگر کچھ[۸] نور اس مکھڑے سے جا کر وام لے آیا
لگا کہنے کہ خط پڑھ کر کئی اک گالیاں دی ہیں
جو میں پوچھا یہ قاصد سے کہ کچھ انعام لے آیا
نہ سویا نیند بھر دنیا میں سوز اس دل کے ہاتھوں سے
عدم[۹] سے ساتھ میں اپنے عجب آرام لے آیا

زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا
آہ[۱۰] آسودہ جہاں میں کون سا دل ہوئے گا
دشمن[۱۱] جاں قتل مت کر دل کو حاصل کچھ نہیں
قطرہ قطرہ خون ہو کر جمع پھر دل ہوئے گا

---

[۱] ع، پھرے ہے آج سوز
[۲] ع، مجھ سے
[۳] ع، صدا ہے در پہ قاصد کی سی کوئی جا کے پوچھو تو
[۴] ع، قتل
[۵] ع، ساغر و مینا
[۶] ع، دل شاد رہتا ہوں
[۷] ع، کدھر
[۸] ع، مگر مکھڑے سے اس کے نور
[۹] ع، عدم سے ساتھ اپنے واہ کیا آرام لے آیا
[۱۰] ع، ہائے
[۱۱] ع، بے مروت۔

ابر کے قطرے سے ہو جاتے ہیں موتی ناصحا[1] کیا ہمیں رونے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئے گا
غیر سے مل کیوں کے ہم چشموں سے پھر ہو گے دوچار آئنہ تک منہ دکھانا تم کو مشکل ہوئے گا
گو کہ رتبہ ماہ کا پہنچا فلک تک[2] کیا ہوا مہروش میرے کے منہ دیکھو مقابل ہوئے گا
مجھ پہ جو گزری سو گزری فائدہ کہنے[3] سے کیا کچھ نہ کہیو حالِ دل قاصد کہ بیدل ہوئے گا
جانِ باقی ہے اسے لے[4] آ در کر اپنا حساب عشق کے دفتر میں کچھ میرا ہی فاضل ہوئے گا
درگزر[5] اس خون سے آخر پھر تجھی آوے گا رحم سوز کا دل جس گھڑی خنجر سے بسمل ہوئے گا
قتل پر[6] یہ بے گنہ راضی ہے اپنے کس لیے ہاتھ میں اک روز تو دامان قاتل ہوئے گا

* * *

کعبے ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا
زلفوں سے پڑا طول میں اب عشق کا جھگڑا خط آن کے یہ منجملہ کوتاہ کرے گا
بوسے کی طلب سے تو رہے[7] گا تبھی اے دل جب گالیاں دو چار وہ تنخواہ کرے گا
آئینے کو ٹک بھر کے نظر دیکھ تو پیارے وہ تجھ کو مرے حال سے آگاہ کرے گا
گر آج یہی حکم کہ پہروں کو پہر تک سوئیں دل سوختہ اس رات کوئی آہ کرے گا
احوال دل زار تجھے ہوئے گا معلوم جب تو کسی مہ وش کی میاں چاہ کرے گا
واہی نہ سمجھ سوز کے پیماں کو تو اے یار
جو تجھ سے کیا عہد سو نرباہ کرے گا

---

[1] ع، ناصحو [2] ع، پر [3] ع، تکرار سے [4] ع، اب لے کے اپنا کر حساب

[5] ع، درگزر اس خون کرنے سے کہ پچھتاوے گا اب۔

[6] یہ شعر ع میں نہیں ہے [7] ع، تبھی باز آئے گا اے دل

جب تلک کہ میرے تن میں اے جان دم رہے گا   تیرا[۱] اسی طرح سے مجھ پر کرم رہے گا
روئے گا عشق مجھ کو سر[۲] خاک ڈال اپنے   مرنے کا میرے تجھ کو کاہے کو غم رہے گا
شمشیر سے نہ کر قتل مرنے دے مجھ کو غم سے   کس سے دھلاوے گا تو گر خون جم رہے گا
اے غم نکل شتابی بس چھوڑ مسکنِ دل   مدت تلک رہا تو اب وہ صنم رہے گا
مر جائیں گے عدو[۳] سب حسرت سے زہر کھا کر
گر سوز پر پیارے[۴] تیرا کرم رہے گا

کریں شمار ہم دل کے یار[۵] داغوں کا   تو آ تو[۶] سیر کریں مل کے اپنے باغوں کا
ابھی تو بزم[۷] میں آئے ہیں تیری اے ساقی   کوئی دنوں تو مزا لینے دے ایاغوں کا
ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا   سوائے داغ نہیں دخل یاں چراغوں کا
گیا میں گھر سے ترے اور آ بسے ہیں رقیب   مکان مرغ چمن آشیاں ہے زاغوں کا
سنے ہے[۸] سوز سے ملنے کا قصد مت کر یار
اٹھا سکے گا تو کب ناز بے دماغوں کا

اگر میں جانتا ہی عشق[۹] میں دھڑکا جدائی کا   تو جیتے[۱۰] جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا
جو عاشق صاف[۱۱] ہیں دل سے انھیں کو قتل کرتے ہیں   بڑا چرچا ہے معشوقوں[۱۲] میں عاشق آزمائی کا

---

[۱] ع، تیرا اسی ستم سے مجھ پر ستم رہے گا
[۲] ع، پتھر سے سر پٹک کر
[۳] ع، یہ دشمن
[۴] ع، مری جاں
[۵] ع، یار
[۶] م، تو آج سیر کریں آکے اپنے باغوں کا
[۷] ع، بزم سے اٹھتے نہیں سن۔
[۸] ع، کہے تو
[۹] ع، عاشقی میں غم
[۱۰] ع، محشر تک
[۱۱] ع، صاف باطن ہے
[۱۲] ع، محبوبوں

کروں اک پل میں برہم کارخانے کو محبت کے   اگر عالم میں شہرہ دوں تمھاری بے وفائی کا
جفا یا مہر جو چاہے سو[1] کرلے اپنے بندوں پر   مجھے خطرہ نہیں ہرگز برائی یا بھلائی کا
نہ پہنچا آہ و نالہ گوش تک اس کے کبھو اپنا   بیاں ہم[2] کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا
خدایا کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے   رکھے ہے ہر صنم اس دہر[3] میں دعویٰ خدائی کا
خدا کی بندگی کا سوز ہے[4] دعوا تو خلقت کو
ولے دیکھا جسے بندہ[5] ہے اپنی خودنمائی کا

جو ہم سے تو ملا کرے گا   بندہ تجھ کو دعا کرے گا
بوسہ تو دے کبھو مری جان   مولا تیرا بھلا کرے گا
ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر   وہ دن بھی کبھو خدا کرے گا
دل تیرے کام کا نہیں تو   بندہ پھر لے کے کیا کرے گا
پچھتائے گا مل کے سوز سے ہاں   ہم کہتے ہیں برا کرے گا
ہے[6] شوخ مزاج سوز واللہ
چھیڑے گا اسے برا کرے گا

تو ہم سے جو ہم شراب ہو گا   بہتوں کا جگر کباب ہو گا
ڈھونڈھے گا سحاب چھپنے کو پھر   جس روز وہ بے نقاب ہو گا
خوباں سے نہ کر محبت اے دل   آمان کہا خراب ہو گا

---

[1] ع، جو چاہو سو کرلو   [2] ع، کس سے   [3] ع، اس دور میں

[4] ع، ہر بندے کو دعویٰ ہے   [5] ع، دعوا   [6] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

اے مرگ شتاب کہہ تو مجھ سے　　اس زیست کو کب جواب ہوگا
بوسہ دے سوز کو مری جان
مطلب تیرا شتاب ہوگا

جتنا کوئی تجھ سے یار ہوگا　　اتنا ہی خراب و خوار ہوگا
ہر روز ہو روز عید تو بھی　　تو مجھ سے نہ ہم کنار ہوگا
بس[۱] دل اتنا تڑپ نہ چپ رہ　　تجھ کو بھی کہیں قرار ہوگا
دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو　　گل اس کی نظر میں خار ہوگا
شکوے[۲] میں ہو جس کے خون کی بو　　تیرا ہی وہ دل فگار ہوگا
ناصح[۳] نہ ہو گریہ سے جو مانع　　میرا وہی غمگسار ہوگا
جا یار شتاب سوز سے مل
تیرا اسے انتظار ہوگا

جس کا تجھ سا حبیب ہووے گا　　کون اس کا رقیب ہووے گا
بے[۵] وطن، بے رفیق، بے اسباب　　کون ایسا غریب ہووے گا
درد دل کی دوا ہو جس کے پاس　　کوئی ایسا طبیب ہووے گا
مل رہے گا کبھی تو دنیا میں　　گر ہمارا نصیب ہووے گا
سوز[۶] کو وہ ملائے گا تجھ سے
جو خدا کا حبیب ہووے گا

---

[۱] م' دل اتنا بھی انتظار کیا ہے؛ کیوں میں بھی تجھے قرار ہوگا (کذا) ۲-۳ یہ شعر ع' میں نہیں ہیں ۵-۶ یہ شعر م' میں نہیں ہیں۔

غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا
پر مری جان ترے غم کو[1] میں کھا جاؤں گا
کس کو اب زیر فلک طاقت رسوائی ہے
لے زمیں پھاٹ کہ میں تجھ میں سما جاؤں گا
اس[2] طرح جی دوں کہ تو رحم سے بولے صدقے حیف
رسم عشاق کشی جگ سے اٹھا جاؤں گا
ہم غریبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو دماغ
مت کرو وعدہ عبث مجھ سے کہ آج آؤں گا
مت[3] کرو دوستی مجھ سے کہ نہیں رہنے کا
میں مسافر ہوں کوئی دکن[4] کو چلا جاؤں گا
باغباں فکر نہ کر تو مرے ویرانے کا
آشیاں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا
لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خال
سوز کہتا ہے یہ کوئی[5] تو بچا جاؤں گا

کہیں تو ہم تجھ سے بات لیکن کسی کا کب تو کہا کرے گا
جو سوز پر تو ستم[6] کرے گا تو دیکھ ظالم[7] برا کرے گا
نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تلطف نہ کچھ دلاسا
تو آپ ہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کرے گا
چلا وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی مرے آگ تن بدن میں
کسی نے اس سے کہا بجھا دے کہا کہ یونہیں جلا کرے گا
حوالے[8] دل کر کے تیرے کاہے کو عمر کرتا میں اپنی ضائع
جو یار تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کرے گا
طبیب[9] مت کر دوا ہماری نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ
تو آپ ہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی یوں کب وفا کرے گا

---

[1] ع، ترے غم میں کہاں [2] ع، جان یوں دوں کہ تو لے۔ [3] ع، مجھ سے الفت نہ کرو جان کہ رہنے کا نہیں [4] ع، دم [5] م، کوئی [6] ع، جفا [7] ع، تو جان پیارے۔
[8] و [9] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

نگہ تری اس کی زندگانی خوشی تری اس کی مہربانی
جو تو ہی اُس[1] سے خفا رہے گا تو سوؔز پھر جی کے کیا کریگا

جگر[2] سے نالہ دل سے آہ سینے سے فغاں نکلا
سرائے تن سے کیا کیا غم زدوں کا کارواں نکلا
سحر رکھ تیغ کاندھے پہ جو وہ دامن کشاں نکلا
لب ہر زخم سے اس وقت شور الاماں نکلا
ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھا
سو بہکائے سے نامردوں کے وہ بھی بدگماں نکلا
وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب عرش اعظم ہے
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

ستا تو نے کہ پھر کرتا ہے تیری چاہ دل میرا
قیامت[6] اب کی لاوے گا مرے اللہ دل میرا
جو[3] مانگے ترک چشم اب تک تو جانی جان باقی ہے
صف مژگاں کی پہلے ہو گیا تنخواہ دل میرا
مجھے چشم توقع تھی بہت اس سے سو[5] آخر کو
زیادہ خوب رویوں سے ہوا بدخواہ دل میرا
بہت ڈھونڈھا نہ پایا کھوج زیر آسماں ہم نے
کدھر کو لے گیا کیا جانیے وہ شاہ دل میرا

---

[1] ع، جو تو ہی اس پہ جفا کرے گا تو سوز کیونکر جیا کرے گا۔ [2] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[3] م، صف مژگاں کے صدقے کیا ہوا تنخواہ دل میرا [4] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[5] م، سوا آخر [6] ع، ہرگز

[١]نہ مانے گا تو اے واعظ کہوں کیا حال میں اپنا
ہوا کا فر بتوں سے مل کے بیت اللہ دل میرا
[٢]اذیت غیر سے مجھ کو کبھو پہنچی نہ دنیا میں
ہوئیں سوہانِ روح آنکھیں مری جاں کاہ دل میرا
عجب بھولا ہے[٣] یہ اس شوخ کے ان جھوٹے وعدوں پر
نہیں[٤] اب سوز ان کی خو سے کیا آگاہ دل میرا

بس[٥] دل زار خوش نہیں آتا   غم کا اظہار خوش نہیں آتا
یہ غضب ہے جو چپ رہو تو کہے   نقش دیوار خوش نہیں آتا
ہر گھڑی چٹکیاں نہ لو صاحب   مجھ کو یہ پیار خوش نہیں آتا
سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں اب
ہاں مرے یار خوش نہیں آتا

تجھ پہ قربان مری جان دل و دیں میرا   ایک باری تو سن افسانۂ رنگیں میرا
بوئے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتے[٦] ہیں چھین   کس قدر شوخ[٧] ہے اللہ یہ گل چیں میرا
کوہ کو سر کشی کوہ میں کر دوں پامال   ابھی آ جاوے اگر صاحب تمکیں میرا
ماننے کا نہیں میں پند تری سنتا ہے   ناصحا چھوڑ دے بس اب سر بالیں میرا
دیکھتا ہی نہیں یک آن[٨] وہ مجھ کو ہیہات
[٩]کیا کروں سوز کہ وہ شوخ ہے خود بیں میرا

[١-٢] یہ شعر ع میں نہیں ہیں [٣] ع، بھرے ہے [٤] م، نہیں اس کی خوشی کچھ آگاہ دل میرا (کذا)

[٥] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [٦] ع، یہ لیتا ہے نوچ [٧] ع، ڈھیٹ [٨] ع، جز صورت آئینہ وہ شوخ [٩] سوز کیا کیجیے۔

ہم نے کون و مکان دیکھ لیا   پل میں سارا جہان دیکھ لیا
آرزو تھی عدم میں دنیا کی   ہے یہ وہم و گمان دیکھ لیا
نیستی کے لیے تھی[1] ہستی بھی   ہاں مرے مہربان دیکھ لیا
اس[2] کی گردن کے ٹک تلے ہوتے   اپنے دل کا مکان دیکھ لیا
جان[3] کندن کا بھی مزہ ہم نے   ہجر کے درمیان دیکھ لیا
سوز تھا جو پڑا سسکتا تھا
کیوں مرے نوجوان دیکھ لیا

* * *

میں[4] دور سے اے یارو کل اس کو دکھا دوں گا   گر مجھ سے ملا دو گے میں تم کو دعا دوں گا
جس کا مالک ہوں سب تم پہ کروں صدقے (کذا)   گر جان بھی مانگو گے میں جان بھی لا دوں گا
بستی کے ہیں جتنے لوگ سمجھا دیں اسے ورنہ   اک آہ کے شعلے سے بستی کو جلا دوں گا
گو قتل کیا تم نے کل سوز کو مت غم کھا
قصے کو ترے پیارے باتوں میں مٹا دوں گا

* * *

ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں رونا   مرے[5] کے بعد رہے گا مزار میں رونا
بھلا میں کیونکے کروں ضبط ناصح بیدرد   نہیں ہے دل کے مرے اختیار میں رونا
جو چھپ کے رات کو شبنم چمن میں روئی تو کیا   مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں رونا
نہ غم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی   خزاں میں خاک ہے سر پہ بہار میں رونا
تو روز وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ
ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

---

[1] ع: ہے [2] یہ شعر ع میں نہیں ہے [3] یہ شعر م میں نہیں ہے [4] یہ غزل م میں نہیں ہے۔
[5] م: رہے گا مرگ کے بعد از مزار میں رونا۔

بتوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا
انھوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا
صنم کا دید چاہے تو فنا ہو عاشق صادق
غبار جسم اٹھ جاوے تو کچھ حایل نہیں ہوتا
کدھر جاتی رہی غفلت کہ میں بے چین رہتا ہوں
کبھی یہ دل ترے دھڑکے سے ٹک غافل نہیں ہوتا
نہ پاوے[1] جب تلک لاکھوں گدازیں آتش غم میں
مس دل عاشقوں کا تو زرِ کامل نہیں ہوتا
تو مجھ سے روٹھ رہ، مت بول، میں ہرگز[2] نہ روٹھوں گا
یہ تیرا سوز ان باتوں سے کچھ بیدل نہیں ہوتا

کھا گئی کس کی نظر، کس کا یہ تجھ کو غم لگا
اے مرے محبوب دل کیوں تجھ کو الٹا دم لگا
دور سے تیغا دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے پرے
میں ترے قربان سر حاضر ہے لے جم جم لگا
ایک تیغے سے تو ناکارہ نہیں ہوتا ہوں میں
کام پورا خوب ہے دس پانچ تو پیہم لگا
زندگانی مجھ کو کب درکار ہے بے فائدہ
زخم کو میرے تو اے جراح مت مرہم لگا
میں نہ کہتا تھا کہ روتا چھوڑ کر مت جا مجھے
سوز جاؤگے کدھر برسات کا موسم لگا

یہ چال یا قیامت یہ حسن یا شرارا
چلتا ہے کس ٹھسک[3] سے ٹک دیکھیو خدارا
جوڑا لپیٹے جب تک روز حساب آخر
بل بے تری بناوٹ اے خودنما خودآرا

---

[1] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے۔
[2] ع ' مت بل ' میں
[3] ع ' ادا سے

غرفے کو جھانکیو[1] تو کیسی چمک ہے اللہ
یہ نور یا تجلی خورشید یا ستارا
کس کا یہ نرگستاں تیرے شہید پیارے
زیرِ زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں سب[2] نظارا
ہر آن اس کا جلوہ ہے گا بسانِ دیگر
خسرو ہے نے سکندر جمشید[3] ہے نہ دارا
کس کی مجال دیکھے اس حسن آفریں کو
ہرچند[4] اس کا جلوہ ہے عالم آشکارا
آتی شمیم کچھ تو اس زلفِ عنبریں کی
بادِ صبا کا ہوتا اس جا اگر گذارا
پوچھے[5] ہے مجھ سے سنیو عاشق ہے کیا تو میرا
کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بچارا
لیتا ہے ملک دل کو یہ دل ربا امانی
اس میں نہیں کسی کا اے دل بڑا اجارا
دیکھو اچکپنا تم آتا ہے پھر[6] ستانے
دل جیت کیا کبھو کا مانگے ہے پھر دوبارا

آتی جراحتوں پر جیتا ہے سوز صاحب
سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگِ خارا

* * *

مجھ کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ بے پروا نہ جا
جان تیرے ساتھ جاوے گی ذرا ستا نہ جا
دیکھیو[7] کیا کیا ستم میں نے سہے ہیں ہجر میں
ٹک تو بیٹھا رہ ابھی تو اے کرم فرما نہ جا
ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا
اے اجل جلدی نہ کر اے عمر ٹک ستا نہ جا
کیوں رے دل آخر کو پچھتایا نہ کر کر عاشقی
تجھ کو میں کہتا نہ تھا آ ہر کہیں بیجا نہ جا
یہ[8] جو کہتا ہوں تو سب تیری بھلائی کے لیے
مجھ کو کیا میری بلا سے تو کہیں جا یا نہ جا
جب تلک بیٹھا ہے تو تب تک ہے میرے جی میں جی
لے[9] بلا گرداں ہوں میں تیرے یہیں رہ جا نہ جا

شوخ ہی آوے گا خود داری بھی لازم ہے تجھے
سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا

---

[1] ع، تاکیو [2] ع، پھر [3] م، خورشید [4] ع، ورنہ صنم کا جھمکا [5] ع، کہتا ہے مجھ کو
[6] ع، شتابی [7] یہ شعر م، میں نہیں ہیں [9] ع، اے ترے قربان ہو جاؤں

رات آنکھیں تھیں مندیں پر بخت ٹک بیدار تھا تا سحر دل محوِ دیدارِ خیالِ یار تھا
گرچہ تھا وہ شمع رو فانوس میں دل کے و لے پردۂ شرم و حیا ہی مانع دیدار تھا
یار[۱] میں میں محو تھا اور یار مجھ میں تھا فنا کیا کہوں اب غیر سے جو تھا عجب اسرار تھا
ناصحا کیا فائدہ تکرار سے خاموش رہ دل نہیں میں نے دیا باللہ میں ناچار تھا
جھانکتا[۲] کیونکر حصارِ تن سے میں محبوب کو در دل تو چشم بند رخنۂ دیوار تھا
سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
واں تجھے کیا تھی کمی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

سرشک شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا
تجھے اے دل بغل میں محنتوں سے میں نے پالا تھا نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا
جگر کو بھی کلیجے سے زیادہ میں نے سمجھا[۳] تھا کسے معلوم تھا چھاتی کا یہ سل ایک دن ہوگا
نہ[۴] مانا پر نہ مانا آہ سر پٹکا کیے ہم تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گھائل ایک دن ہوگا
کٹا[۵] کر ہاتھ منہ آئے نہ ٹانکوں کا مزہ لیجے بدن اس ڈھنگ سے گدڑی کے قابل ایک دن ہوگا
بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رو کر چپکا تھا میں یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی سائل ایک دن ہوگا
سنبھل کر جائیو اے سوز اس قاتل کے کوچے میں
بڑے تیور ہیں وہ تجھ پہ بھی مائل ایک دن ہوگا

مندے گر چشم ظاہر دیدۂ بیدار ہو پیدا در و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا
تڑپتی کیوں[۶] ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر کہ تیرا اشک جس جا گرے[۷] گلزار ہو پیدا

---

[۱] یہ شعر م' میں نہیں ہے [۲] یہ شعر ع' میں نہیں ہے [۳] ع' سمجھا تھا [۴،۵] یہ شعر ع' میں نہیں ہیں [۶] ع' کیا [۷] ع' پڑے

یہاں تک کفر پورا چاہیے گر خاک گلشن ہو بجائے ہر رگ گل رشتۂ زنار ہو پیدا
قتیل خنجر مژگاں ہوں مجھ یہ بھی اچنبھا ہے کہ میری خاک سے سبزے کی جاگہ خار ہو پیدا
بہت[۱] سیراب ہیگی سرزمین دیدۂ عاشق اگر مژگاں کے تئیں بووے تو کیا تلوار ہو پیدا
بچارا[۲] سوز بھی مفلس پھرے ہے کو بہ کو یارو دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا
مسیحائی ہے تیری تیغ میں کیا سوز کو غم ہے
جو لاکھوں بار ہووے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

جگر[۳] پہ زخم خنجر سے ہوا اور ہی دہن پیدا الٰہی شکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا
بھرے ہے خاکساروں کے جگر میں آتش حسرت برنگ آتش افسردہ ہیں زیر کفن پیدا
ہوا ہے سبز تخم غم کبھی تو دید اس کا کر کیا ہے دل نے میرے چپکے چپکے کیا چمن پیدا
مری نظروں میں جو صعت کی صف الٹی ہے عالم کی (کذا) ابھی اک اشک ٹپکا دوں تو پھر ہو انجمن پیدا
عزیز سوز کا ہونا غنیمت جان تو واللہ
نہیں ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نوحہ زن پیدا

مبارک باد دو ہم کو کہ پیغام بہار آیا جنوں نے پھر سنایا پانو اب پڑنے کو خار آیا
رکھا میں دل میں سوز عشق تیرا[۴] یاں تلک مخفی بجائے اشک میری چشم سے آخر شرار آیا
بھلا دل حق ہمسایہ بھی کچھ ہوتا ہے دنیا میں ہوا سارا جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا
ہمارا[۵] حال دل پیارے جو تم سننے کو کہتے ہو غرض ہم نے سنایا اور تم کو اعتبار آیا
اگر کچھ[۶] سوز نے پایا تو مے خانے کے سجدے سے
حرم کے در پہ ورنہ بارہا سر مار مار آیا۔

[۱-۲] یہ دونوں شعر م، میں نہیں ہیں۔ [۳] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔ [۴] ع، اپنا [۵] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔ [۶] ع، اگرچہ سوز نے پایا تو مے خانے کی خدمت سے

جو[۱] سوز یونہیں خلق میں بدنام رہے گا
تو خاک تہِ خاک بھی آرام رہے گا
جز نام محبت نہ رہے گا کوئی قائم
نے کفر رہے گا نہ یہ اسلام رہے گا
منہ کاہے کو تو اپنے لگاوے گا ہمیں یار
مجلس میں مصاحب جو یونہیں جام رہے گا
شہرت[۲] اگر اپنی تجھے منظور رہے اے یار
کر قتل مجھے جگ[۳] میں ترا نام رہے گا
تو لکڑیاں کھاوے گی بہت آتشِ ہجراں
گر سوز کا دل ٹک بھی کہیں خام رہے گا

ہوا سا گر پڑا کچھ جس گھڑی عاشق کا دم نکلا
وہ تھا لختِ جگر یا خونِ دل آنکھوں[۴] سے جم نکلا
نکل کر طفل اشک آنکھوں سے طوفاں کر چکا[۵] آگے
الٰہی خیر اس فتنے کا پھر باہر قدم نکلا
میں اپنے دل کو اک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا
بتوں کو دو مبارک باد یہ بیت الصنم نکلا
فلک کیا کیا دلوں کی آرزوئیں تجھ سے نکلیں ہیں[۶]
ہمارے دل سے یاروں کی جدائی کا نہ غم نکلا
حقیقت دونوں عالم کی مجھے ہوتی[۷] ہے سب واضح
کروں کیا جامِ جم کو دل ہی میرا جامِ جم نکلا
سدا اے شیخ سمجھے تھا میں اپنے دل کو بت خانہ[۸]
جب اس کی کنہ کو سمجھا[۹] تو یہ بیت[۱۰] الحرم نکلا
ہوئے خلقت میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
ولیکن سوز سا بھی[۱۱] عاشقوں کے بیچ کم نکلا،

خطرہ نہیں ہے مجھ کو اے عشق اپنے جی کا
تو نے خطاب بخشا جب سے بہادری کا
ہر صبح منہ چڑھے ہے اس تند خو کے اٹھ کر
کیا آہنی کلیجا دیکھے ہے آرسی کا

---

[۱] نخ میں حاشیے پر یہ مصرع بھی لکھا ہوا ہے۔ دل اس لب شیریں سے جو ناکام رہے گا۔ م، دل اس شیریں ہی جو کام رہے گا (کذا) [۲] ع، شہرہ ہی تجھے اپنا جو منظور رہے واللہ [۳] ع، اس [۴] ع، عاشق سے [۵] ع، کر چلے [۶] ع، پہ [۷] ع، منظور ہے ساری [۸] ع، میخانہ [۹] ع، پہنچا [۱۰] م، بیت الصنم [۱۱] ع، تو بے کسوں۔

کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ   دیکھا مزا نہ تو نے اے[1] یار عاشقی کا
عارض کو تیرے پہنچے کب اس کی ڈہڈہاہٹ   پیارے ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا
رستم تو آج تو ہے میدان کا سخن کے
اے سوز کس کو دعوی ہے تجھ سے ہمسری کا

* * *

مجھے گر حق تعالیٰ عشق میں کچھ دسترس دیتا   تو دل ان بے وفاؤں کو کوئی میں اپنے بس دیتا
تماشا ایک نالے میں تجھے صیّاد دکھلاتا   قفس میں گر فلک آرام مجھ کو یک نفس دیتا
نہ لیتا نام ہرگز زمزمے کا پھیر گلشن میں   اگر دل کو مرے صیّاد ظالم باز پس دیتا
میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا باغ دنیا میں   جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا
قسم ہے سوز کو گر قتل[2] اپنے ہاتھ سے کرتا
تو جی[3] دیتے ہوئے (بھی) دیکھ صورت اس کی ہنس دیتا

* * *

دغل نکلا جو ہیں معیار پر الفت کے کس دیکھا   اکڑتا تھا بہت سا اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا
شگفتن وار فرصت پر ہزاروں خار لگتے ہیں   چمن میں دہر کے گل کی طرح ہم نے بھی ہنس دیکھا
یہ باتیں ہیں کہ دل معشوق کا عاشق پہ جلتا ہے   فلا تو ہم نے لاکھوں بار اپنا دل جھلس دیکھا
بغیر از دوست دشمن کا نہیں پیتی ہے خوں ہرگز   میاں بانکے تمھاری تیغ ابرو کا بھی جس دیکھا
نہیں[4] رخصت کہ ٹک سوئے چمن بھی آنکھ اٹھا دیکھیں   بہت محظوظ ہوئے ہیں جب سے یہ کنج قفس دیکھا
[5] اثر ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جلنے سے   عزیزو ہم نے بھی سو بار اپنا دل جھلس دیکھا
علم تھی تیغ کاندھے پر اجل تھی طوق گو یاں
ندیمو آج ہم نے سوز کا فریاد رس دیکھا

---

[1] ع 'ناداں' [2] ع 'قتل کرتا اپنے ہاتھوں سے' [3] ع 'تو جی دیتے بھی اس کے دیکھ کر مکھڑے کو ہنس دیتا' [4] [5] یہ دونوں شعر 'م' میں نہیں ہیں۔

آہ جس دن سے ہوا یار دل آزار جدا   دل جدا زار ہے اور دیدۂ خوں بار جدا
زلف کو شانہ نہ کر جان کہ ہو جاوے گا   تار سے اس کے مرا جان گرفتار جدا
شیخ کو کوچہ و بازار میں ہم نے دیکھا   تن سے جبہ ہے جدا سر سے ہے دستار جدا
سوز سے کیوں نہ خفا ہووے ستم گار کہ ہے
عاشق زار جدا طالب دیدار جدا

تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا   عبث توڑے گا ساقی سر کوئی مخمور شیشے کا
پکڑ گردن لہو پی جائیں ہیں اک گھونٹ میں سارا   نہیں چلتا ہے مے خواروں سے کچھ مقدور شیشے کا
لگے ہے دیکھ تو کس کس کے منہ یہ آکے مجلس میں   نہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشے کا
زبس مجھ حال پہ جلتا ہے ساقی کی جدائی میں   نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا
[1]کرے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے   تمھیں کہتا ہوں سیکھو عاشقو دستور شیشے کا
فلک ہو در پئے ایذائے دل ہر ایک کے یاں تک   کہ پنبے سے کرے ہے بند یہ ناسور شیشے کا
لگا زنہار مت اے سوز ان آنکھوں سے دل اپنا
کہ ہر بدمست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

---

[2]کیا تماشا ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا   پھر نہ آیا اس طرف کیا جانئے کیا ہو گیا
واں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مر کر چلا   کیا کرے پھر آن کر جو نقد ہستی کھو گیا
مت مرو رو ہاتھ ....   میں تجھے کہتا نہیں نچلا تو رہ لے لو گیا
جو پڑھے گا سوز کے اشعار وہ روئے گا زار   کیوں کہ ہر ہر حرف میں وہ تخم حسرت بو گیا

---

[1] یہ شعر م۱ میں نہیں ہے   [2] یہ غزل م۱ میں نہیں ہے ۔

سوز کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو
جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

بات[1] کہتے ہی اکڑ کر تو چلا   دل تو میرا پھینک دے ظالم بھلا
یوں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے   جہلّہ بازی نے تری دل کو چھلا
ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر   اپنے دل کی آرزو کہتا چلا
ایک باری پانو چھونے دے مجھے   دونوں ہاتھوں سے تری میں لوں بلا
گھور کر کہتا ہے کیا اے بو غضب   یہ بڑھاپے بیٹھا نکلا من چلا
چل ترے ہاتھوں کو میں صدقے کروں   اپنی کنجی سے ترا کاٹوں گلا
تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوز کا
ایک اُف کرنے میں وہ دے گا جلا

میں تو غبار دل کا یکبار دھو کے آیا   کوچے میں خوبرو کے کل خوب رو کے آیا
کیوں طفل اشک میں نے آنکھوں میں تجھ کو پالا   اس پہ بھی میرے منہ پہ یوں گرم ہو کے آیا
مژگاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں لہو میں   ظالم[2] نگاہ کس کے دل میں گڑو کے آیا
منہ سے لگا ہے کاجل مسی گلے سے چمٹی   وہ کون چلبلی تھی جس پاس سو کے آیا
آتا ہے تو شتاب آ جیتا ہے سوز اب تک
الانہ بعد مردن کس کام گو کہ آیا

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔ [2] ع، کہ انکھڑیاں تو کس کے دل میں چبھو کے آیا — نیز حاشیے پر، اور انکھڑیاں تو کس کے دل میں گڑو کے آیا۔

مرے[1] احوال پر اب کون سا دشمن نہیں جلتا
ولے جلنا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا
مگر[2] ہے پردۂ فانوس تن میرا کہ محفل میں
میں جلتا ہوں مثال شمع پیراہن نہیں جلتا
جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں بہتان[3] کرتا ہے
نہیں جلتا ہوں لیے[4] اے جان کے دشمن نہیں جلتا
یہ[5] پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی تو
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا
یہی[6] تو مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں تن من نہیں جلتا
کہ جوں فانوس دل جلتا ہے پیراہن نہیں جلتا
پڑا[7] پھرتا ہے دل میں برق ساں وہ شعلہ خو ہر دم
یہ چالاکی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا
عجب[8] اسرار ہے شعلہ مرے دل کا ہے تا دوزخ
پہ رندو بوریوں کی گھاس کا مسکن نہیں جلتا

جلا جس جس طرح سے سوز تیری آتش غم میں
کہوں کیا اس طرح حمام کا گلخن نہیں جلتا

مرا[9] منہ تجھے یار کیا خوش نہ آیا
ادھر دیکھیو مجھ سے کیوں منہ چھپایا
میں ہونٹوں کو اپنے یوں غنچہ بنا کر
ادا فہم کو دور سے منہ دکھایا
تو کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھرا کر
بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا
بغل میں عبث ڈھونڈھتا ہی رہے ہو
جو دل تھا سو تو نے کہیں جا چھپایا

پڑا سوز کا لاشہ سڑتا ہے در پر
ابے تو نے کوئی گڑھا بھی کھدایا

---

[1] م: میں یہ اس طرح درج ہے۔ مرے احوال پر اب کون دشمن بھی نہیں روتا ٭ ولے جلنا مجھے یہ ہے ترا دامن نہیں جلتا۔ [2] یہ شعر م: میں نہیں ہے [3] م: سب کہتا ہے۔ [4] م: بس [5] یہ شعر م: میں نہیں ہے۔ [6، 7، 8] یہ شعر ع: میں نہیں ہیں۔ [9] یہ غزل م: میں نہیں ہے۔

فکر[1] ہے ناصح برا تجھ کو گریباں چاک کا زخم کیوں سیتا نہیں غافل دلِ غمناک کا
رات کو امید کچھ ہے دن کو ہو جاتا ہے کچھ کیا کروں شکوہ الٰہی گردشِ افلاک کا
یک نگاہ غمزہ سے کرتا ہے ظالم قتلِ عام ہاتھ کیسا صاف چلتا ہے مرے سفاک کا
خاک میں مجھ کو ملانے کو جو پھرتا تھا مدام اب تو جھمکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا
عاشقی میں سر کٹانا سوزؔ ہی کا کام تھا
سر بڑا ہے وہ جو ہووے زیب اس فتراک کا

کہوں حال گر عشق محنت فزا کا جگر آب ہو جاوے اہلِ وفا کا
پڑا[2] ہوں میں کوچے میں رہنے دے مجھ کو الٰہی ادھر منہ نہ ہووے صبا کا
گلوں کے جگر دیکھتا ہوں میں ٹکڑے کھلا ہے مگر بند اُس[3] کی قبا کا
مرے دل نے کیا جانیے کس کو دیکھا دوانہ ہوا ہے یہ کس کی ادا کا
شفق اس طرح آسماں پہ نہ پھیلے جو دیکھے کبھی رنگ تیری قبا کا
مرے دل ہی نے جور مجھ پہ کیا ہے
گلہ کیا ہے اے سوزؔ اس بے وفا کا

عشق تو میرا کلیجہ کھا گیا بس مرے اللہ جی گھبرا گیا
گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا چور نظریں میں تو اُس کی پا گیا
کان پہ جوں بھی پھری تیرے نہ یار سو[4] جگہ سر کو تو میں ٹکرا گیا
آہ کل آیا تھا ناصح تیرے گھر[5] وہ ہی بھڑوا تجھ کو بھی بہکا گیا

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] ع، پڑا رہنے دے اس کے کوچے میں مجھ کو [3] م، تیری
[4] ع "تیرے در پہ سر میں کل [5] ع، پاس

کیوں تو گھبرایا پھرے ہے آج سوزؔ
ہم سے تو[۱] سچ کہہ کہ تیرا کیا گیا

مت ستا مجھ[۲] کو دلا تو بھی ستایا جائے گا　　جو جفا مجھ پر کرے گا تو خدا سے پائے گا
ایک تو تھا دوست جو کرتا تھا غم خواری مری　　تو مجھے[۳] اب کھائے گا تو کون پھر غم کھائے گا
میں[۴] یہ کہتا تھا اکیلا تو نہ چھوڑے گا مجھے　　یہ نہ سمجھا تھا کہ یوں دامن چھڑا کر جائے گا
آ نہ جا تھوڑی رہی ہے یہ بھی یوں[۵] کٹ جائیگی　　تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر[۶] آئے گا
آ خدا کے واسطے مت جا کہیں تو جان کے
سوزؔ سر ٹکرائے گا گھبرائے گا مر جائے گا

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آ سکا　　لیکن نہ حسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا
کیا فائدہ ہے رونے سے اے چشم زار بس　　کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا
قاصد ہو طفل اشک گئے[۷] بارہا ولے　　دل کی خبر کوئی نہ ترے کو سے لا سکا
رستم نے گو پہاڑ اٹھایا[۸] تو کیا ہوا　　اس کو سراہیے جو ترا ناز اٹھا سکا
اے سوزؔ عزم کوچۂ قاتل نہ کر عبث
تو ایک ہی بتا[۹] کہ وہاں جا کے آ سکا

---

[۱] ع، ہم سے سچ کہہ دے　[۲] ع، اے دل مجھے　[۳] ع، تو ہی مجھ کو　[۴] م، میں یہ کہتا تھا کہ پیٹھا نچھوڑے گا مجھے　کون جانے تھا کہ تو دامن چھڑا کے جائے گا　[۵] ع، کٹ جاتی ہے اب،　[۶] ع، اب　[۷] ع، مرے بارہا گئے　[۸] م، اُکھاڑا　[۹] ع، تو دکھا۔

زلفوں سے اگر مجھ کو سروکار نہ ہوتا یاں تک تو پریشان میں اے یار نہ ہوتا
کیا نور بصر آن کے یاں لطف اٹھاتا دنیا میں اگر کوئی طرح دار نہ ہوتا
خوگر جو مداوی سے طبیب اپنے کو پاتا تو زیست سے مایوس یہ بیمار نہ ہوتا
اسرار سے کعبے کے خبر شیخ جو رکھتا بت خانے سے ہرگز اسے انکار نہ ہوتا
گر آنکھ اٹکتی نہ کسی شوخ سے جاکر
تو دل بھی کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

ہم سے جو بو گے تو کیا ہوئے گا اس میں تمھارا ہی بھلا ہوئے گا
یار یہ لگتا ہے مجھے بار دوش سر بھی کبھو تن سے جدا ہوئے گا
نام مرا لیجو نہ قاصد کبھو سُن[1] کے وہ یہ نام خفا ہوئے گا
شیخ بھی مے خانے میں آتا ہے آج دیکھیو اب زور مزا ہوئے گا
ٹک[2] نگہ لطف بھی مجھ پر صنم کب تئیں یہ جور و جفا ہوئے گا
ایک دن اک شخص اُس سے کہا تونے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا
یعنی کہ عاشق[3] ہے ترا جی[4] سے سوز
ہو متبسم یہ کہا ہوئے گا

محبت میں نہیں ہے ناصحا[5] کچھ اختیار اپنا نہیں تو دیکھ سکتا ہے کوئی یہ[6] حال زار اپنا
خیالِ زلف و رُخ میں رات دن اپنا[7] گزرتا ہے اسی عنواں سے کٹتا ہے اب شب[8] لیل و نہار اپنا
تجھے غیرت نہیں جو ہجر میری جان کھاتا ہے کوئی بھی سونپتا ہے سگ کو اے ناداں شکار[9] اپنا

---

[1] ع، وہ تری صورت سے [2] ع، اتنا [3] ع، فدوی [4] ع، دل
[5] ع، اے ناصحو [6] ع، یوں [7] ع، ہم کو [8] ع، میاں [9] م، پیارے

کسی کو پھل کسی کو پھول بخشے باغ میں جا[1] کر چلے جب واں سے تب نرگس کو سونپا انتظار اپنا
دلِ[2] دشمن تری ہم دوستی ہرگز نہ مانیں اب اگر سینے[3] میں گھس کر دوست کہلاوے ہزار اپنا
خوشی و خرمی لیتا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم غم و اندوہ اس[4] دل بیچ چھوڑا یادگار اپنا
نہ پوچھو مجھ سے اے یار! داغ ان سادہ رویوں کا [5]سکندر کے تئیں سمجھیں (ہیں) یہ آئینہ دار اپنا
کہا[6] اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سمجھے ہے میاں غیروں کی نسبت سوزؔ کو تو غمگسار اپنا
لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں کیا بات ہے اس کی
یہ[7] دولت خواہ اپنا، فدوی اپنا، جان نثار اپنا

افسوس[8] تم اوروں سے ملو رات کو تنہا ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
نے دل ہے نہ تو ہے نہ کوئی مونس و ہمدم کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے مجھ کو تو سمجھوں پایا میں نہیں ناصح بدذات کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ خلوت میں ہے کیا جانیے کس بات کو تنہا
اے سوزؔ کبھی بزم میں رندوں کی تو آ بیٹھ
کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا
خورشید آوے جیسے ابر تنک کے اندر عاشق کو تیرے جلتے یوں پیرہن میں دیکھا

---

[1] ع، اس نے [2] ع، دلِ دشمن میں تیری دوستی ہرگز نہ مانوں اب [3] م، جو سینے میں رہ کر دوست کہلاوے ہزار اپنا [4] ع، مرے دل میں [5] ع، سکندر کو تو بوجھے ہیں یہ ایک آئینہ دار اپنا [6] ع، کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سچ کہیو + کبھی تو سوزؔ کو بھی جانتا ہے دوست دار اپنا [7] ع، وہ دولت خواہ اپنا، یار اپنا، جاں نثار اپنا [8] ع، اے واے

یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو   دیکھا اسی نے مجھ کو جن نے سخن میں دیکھا
خورشید رات مجھ کو آیا نظر کئی جا   عارض[۱] جو تیری زلفوں کی میں شکن میں دیکھا
بیگانہ و یگانہ ہیں ایک مرتبے پر
یہ سوزؔ تیری میں نے خلقِ حسن میں دیکھا

گو کہ قمری کا ہے[۲] دل سروِ گلستاں سے لگا   دل[۳] عاشق ہے میاں قامتِ خوباں سے لگا
اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا   قطرۂ خوں ہے مگر خارِ بیاباں سے لگا
تیغ لاگی ہو بظاہر تو کروں دعویٰ خوں   سینے میں تیر مرے غمزۂ پنہاں سے لگا
نہ لگے دردِ جدائی کو قیامت کا رنج[۴]   روزِ محشر کو نہ میری شبِ ہجراں سے لگا
جوش کو دل کے کبھی لگ نہ سکے جوشِ تنور
سوزؔ کو رونے کو لے یار نہ طوفاں سے لگا

شعلۂ حسن سے دل کا مرے کاشانہ جلا   آہ[۵] کیا آگ تھی جس سے یہ صنم خانہ جلا
نالے کا اس دل دیوانہ کو مت کر سر گرم   دیوے گا[۶] بجھ کے دم سرد یہ ویرانہ جلا
رحم آیا نہ تجھے یار مرے جلنے پر   آہ اپنی سے جلی شمع جو پروانہ جلا
شررِ آتشِ ہجراں یہ پڑا ہے دل میں   پہنچتا ہے تو پہنچ ورنہ پری خانہ جلا
نکلے اس کے نہ بجھانے کو کسی کے آنسو
حیف صد حیف ترا سوزؔ غریبانہ جلا

---

[۱] م، عارض کو تیرے میں نے زلف شکن میں دیکھا [۲] ع، گو کہ قمری کا دل اب [۳] ع، دل شیدائی مرا [۴] ع، ہول [۵] ع، ہائے [۶] ع، دیوے ہے۔

[۷] م، دیوانہ

کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا   مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
نکلنے کا نہیں سینے سے دل جو ڈھونڈھے تو   جو نکلے گا تو جلا سا کباب نکلے گا
غلط سُنا ہے کہ شب کو گیا تھا یار کہیں   کہو تو رات کو کیوں آفتاب نکلے گا
نہ کر یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آؤں گا   ترے مقابلے کب ماہتاب نکلے گا
لہو[1] پیے ہے مرا شانہ تیرے منتوں بیٹھ   کبھو تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا
جو محتسب بھی تری چشم مست دیکھے گا   تو کرنے کو نہ کبھو احتساب نکلے گا
ہمیشہ چیں بجبیں دیکھتا ہوں اس کو سوز
خدا ہی جانے یہ کس پہ عتاب نکلے گا

* * *

جلنے سے میرے کیا اسے پرواہ جل گیا   شعلے کو کب ہے غم جو پر کاہ جل گیا
انگشت میری نبض پہ رکھ کر طبیب نے   ہاتھ اپنے کو جھٹک کے کہا آہ جل گیا
اس شعلہ خو کی یاد میں اب[2] اشک و آہ سے   ماہی سے لے کے رات کو تا ماہ جل گیا
کیجے نہ اب کسی سے محبت فلک تلے   ڈوبی وفا جہان میں نرباہ جل گیا
میں اپنے شمع رو سے جلا اس طرح کہ جوں   پروانہ آ کے بزم میں ناگاہ جل گیا
آیا نہ تیرے واسطے کر ہم کو دل کباب   گاہے یہ ہم سے خام رہا گاہ[3] جل گیا
تھا میں جو سیر باغ میں کل رو سیہ رقیب   واں دیکھ یار کو مرے ہمراہ جل گیا
جس دوست نے یہ نقل سنی ان نے یوں کہا
شکر خدا کہ سوز کا بدخواہ جل گیا

---

[1] م، لہو سے ہے ترا شانہ تری پیوں شبہہ (کذا)

[2] ع، مجھ

[3] م، خواہ

برقع اٹھانے سے تمھیں انکار ہی رہا
یہ دل ہمیشہ طالب دیدار ہی رہا
وابستہ ذات حسن تلک تھا جفا و مہر
نے جور ہی رہا[1] نہ مرا پیار ہی رہا
شکوہ نہیں جو پاس ترے ہم ذلیل ہیں
بلبل نظر میں گل کی سدا خار ہی رہا
عیسیٰ نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول
درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا
بخشا چکے بتاں سے شب[2] عشاق جرم عشق
اے سوز تو انھوں کا گنہ گار ہی رہا

***

جو غم دل کا مرے مہماں نہ ہوتا
تو مصروف[3] ضیافت جاں نہ ہوتا
غم و شادی نہ توام ہوں تو یاں گل
گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا
اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام
تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا
نہ کرتا قتل تو روز قیامت
یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا
نہ جاتا سامنے اس سادہ رو کے
تو اے سوز آئنہ حیراں نہ ہوتا

***

جن نے تجھے اے جواں نہ دیکھا
اس نے مزۂ جہاں نہ دیکھا
بت خانہ و مسجد و خرابات
میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا
پایا تو آپ ہی میں پایا
کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا
میں وہ گل باغ بے خزاں ہوں
جس نے اثر خزاں نہ دیکھا

---

[1] ع، ترا [2] ع، تو عشاق

[3] م، گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا – یہی غزل ایک دوسری جگہ درج ہے۔ اس میں دوسرا مصرع ع کی طرح ہے۔

مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو   ایسا تو کہیں سنا نہ دیکھا
جس دن سے ہوا ہے سوز گمنام
باللہ کہوں نشاں نہ دیکھا

گردن[1] پہ روز خنجر فولاد ہی رہا   یہ دل بلائے عشق میں ناشاد ہی رہا
تاثیر ایک دن نہ کیا اس کے دل میں آہ   یہ آہ و نالہ حیف کہ برباد ہی رہا
چھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا   دل میں ہمیشہ خطرۂ بیداد ہی رہا
ہرگز نہ دیکھیو تو کسی خوبرو کو ہاں   ناصح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد ہی رہا
پر دل نے اس کی پند کو جانا نہ پشم بھی
ہر آن سوز طالب جلاد ہی رہا

بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا   تڑپنے بن کروں آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہاں میں اور کہاں اندیشۂ بوس و کنار اس کا   نہ[2] بھائی یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا
وہ میرے نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی   نہ[3] صاحب وصل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا
بغیر از کیف تو لاکھوں کلیجے بھون کھائے ہیں   پھر ایسے کو پلاؤں جام مجھ سے ہو نہیں سکتا
گلی میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن   سنے یہ بات خاص و عام مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہیں ڈرتا ہے جی دینے سے اپنے اے مرے قاتل   ولے تجھ کو کروں بدنام مجھ سے ہو نہیں سکتا
وہ دن جاتے رہے جو گالیاں میں اس کی کھاتا تھا
سنوں اے سوز اب دشنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[2] ع، غلط ہے۔

[3] ع، ولا ایسا

مروت دشمنا غفلت پنا ہا   ادھر ٹک دیکھ لیجو[1] مڑ کے آ ہا
بہت چاہا کہ تو[2] بھی مجھ کو چاہے   ولے[3] تو نے نہ چاہا پر نہ چاہا
گئی[4] اوقات سب باطل ہماری   خداوندا کریما بادشاہا
صرفت[5] العمر فی لعب ولھو   فآہا ثم آہا ثم آہا
ہوئے[6] تو چاہنے والے ہزاروں
ولیکن سوز نے اچھا نباہا

میں[7] جس قدر کہ ترے جور سے فگار ہوا   شگفتگی سے جراحت کی نوبہار ہوا
سنا ہے جب سے کہ تو بھی غریب پرور ہے   تری جفا کا تبھی سے امیدوار ہوا
قسم ہے تیری ذرا نہیں ہے مجھ کو طاقت صبر   ادب کی راہ سے میں صاحب اختیار ہوا
....کس طرح اب ضد بھلا دیکھیں   سنا ہے میں نے کہ وہ طفل نے سوار ہوا
جو کوئی دیکھنے آوے تو خاک میں مل جائے
صنم یہ سوز ترا کیسا خاکسار ہوا

---

[1] ع، لینا
[2] ع، وہ ہم کو بھی چاہیں
[3] ع، ولے ان نے
[4] ع، یونہیں کٹ جائے گی اوقات میری
[5] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔
[6] ع، ہوئے تھے آشنا تیرے بہت سے
[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا   جینا تو الٰہی مرے کچھ کام نہ آیا
دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جان   جب تک نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا
عالم[1] کا تمنا میں تری جاں بلب آیا   رحمت سے خدا کی تو لب بام نہ آیا
قاصد سے تو پوچھا[2] تھا کہ بھیجا ہے تو کس کا   دہشت سے لیے یاد مرا نام نہ آیا
تھا[3] نزع کی حالت میں یہی سوز کے لب پر   جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا

* * *

بس دیکھا ہم نے پیار تیرا   احمق ہے جو ہووے یار تیرا
اتنی غیرت تجھے نہ آئی   غم چھین لے یوں شکار تیرا
یہ جبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا   مت بول تو اختیار تیرا
بھاتا[4] ہی نہیں ہے اب تو واللہ ق کہنا یہ بار بار تیرا
کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے   تیرا نادان یار تیرا
حالؔ[5] ہے سوز اب تو آجان (کذا)
ہے اس کو انتظار تیرا

* * *

میرے[6] احوال پہ نظر نہ کیا   نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا
دل کو یوں لے کے پانو سے ملی (کذا)   ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[2] ع، یہ پوچھا تھا تجھے کس نے ہے بھیجا

[3] ع، تھی نزع میں آواز یہی سوز کے منہ سے

[4] ع، اچھا لگتا نہیں ہے دل کو

[5] م، میں اس کے بجائے یہ مقطع ہے۔ کیا جانیے سوز کیا کرے گا   یہ رونا زار زار تیرا

[6] م، میں یہ غزل نہیں ہے۔

آہ تو عرش تک تو پہنچی واہ   گھر بسے اس کے جی میں گھر نہ کیا
اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے   میں تو کہتا تھا قتل کر نہ کیا
جی سفر کر گیا و لے دل نے   تیرے کوچے سے پھر سفر نہ کیا
غیرت اور سوز کی اہا ہا ہا
سر دیا عشق سے حذر نہ کیا

یہ سب باتیں ہیں قاصد یار میرے گھر نہیں آتا   نہ دیکھوں جب تلک آنکھوں[1] سے کچھ باور نہیں آتا
پرائے دل کو لے کر اپنے تلووں کے تلے ملنا   اٹھے[2] بے دید کچھ تجھ کو خدا کا ڈر نہیں آتا
کسی کے دل میں ہوگا سوز مر جاوے تو بہتر ہے
الٰہی میں مروں کیوں کر مجھے تو مر نہیں آتا

قضائے کار صنم سے جوں[3] دوچار ہوا   لگائیں یاں تئیں تیغیں کہ لالہ زار ہوا
سوار جب تئیں دامن کا تھامے لاکھوں   خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا
مجھے[4] جلائے ہے اس غم سے اب تو آتشِ رشک   کہ کس کو دیکھ کے سیماب بے قرار ہوا
امید[5] تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے   اسی امید میں میں مر گیا غبار ہوا
مدام[6] ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت
اسی خیال میں یہ سوز داغدار ہوا

جب[7] ہووے نصیبہ رام میرا   تب پورا ہووے کام میرا

---

[1] م، آنکھوں مجھے باور [2] م، ابھی سن تو تجھے ہرگز [3] ع، کل [4-5-6] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اللہ اللہ ہی روز شب کو ہوئے ذکر مدام میرا
اے پیک صبا تجھے قسم ہے کہیو اس سے پیام میرا
مکھڑا اپنا دکھاوے پیارے — ورد یہ صبح و شام میرا
اکبار تو منہ سے کہہ سبھوں میں
——سوز بدل غلام میرا

بھری ہیں دل میں مرے لاکھ[1]—— تمھارے روبرو تو ایک بھی——
ستانا اسقدر ظالم روا ہے —— بھلا سن تو تجھے ہرگز خدا کا——
نہ ملنا نہ کبھو صاحب —— یہ کیا انصاف ہے کچھ ——
صنم کے جی میں ہوگا سوز مر جا——
ابھی ——

مجھ[2] عبد سے کام کچھ نہ نکلا یا رب یہ غلام کچھ نہ نکلا
لی شکل نگیں میں رو سیاہی پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا
چہرے سے ترے خجل ہو شب ماہ آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا
واں دست و دہن سے تیرے قاصد نامہ نہ پیام کچھ نہ نکلا
جز مشت پر اپنے تجھ کو صیاد آخر تہِ دام کچھ نہ نکلا
دل ٹوٹ گیا ز دست ساقی بودا تھا یہ جام کچھ نہ نکلا
ہے طفلِ سرشک کیا ہی غمّاز یہ تخم حرام کچھ نہ نکلا

لہ ۱، ۲ و یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

عاشق تو کہائے ہم بھی لیکن　　عشاق میں نام کچھ نہ نکلا
بوسہ ہے بعید اس سے ملنا　　جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا
دیکھا میں ترا جو سوز دیواں
جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

* * *

اپنے نالے[لہ] میں گر اثر ہوتا　　قطرۂ اشک بھی گہر ہوتا
جن کے نامے کی یہ پہنچ تجھ تک　　کاش میں ان کا نامہ بر ہوتا
دل نہ دیتا جو میں تجھے ظالم　　کیوں مری جان کا ضرر ہوتا
پھر نہ کرتا ستم کسی پہ اگر　　حال سے میرے باخبر ہوتا
خونِ عشاق کرتے کیوں ناحق　　گر بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا
کام آتا میں ایک دن پیارے　　ربط مجھ سے تجھے اگر ہوتا
کھینچتی فوج خط جو حسن پہ تیغ　　سینہ میرا ہی واں سپر ہوتا
سوز کو شوق کعبے جانے کا　　ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا
شیخ مانند تیرے اس کے پاس　قطعہ　بار برداری کو جو خر ہوتا

* * *

پہلے کہتے تھے کہ ہاں ہاں سوز اچھا آشنا　　اب لگے کہنے کہ کیسا سوز کس کا آشنا
کون سنتا ہے کسو کا حالِ دل کس سے کہیں　　سچ ہے دنیا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
جب تلک تھا کر و فر کہتے تھے ہم مخلص ہیں پر　　جب گئی وہ آگئی پھر کون سا تھا آشنا
آشنا ظاہر کے لاکھوں جس کو کہیے ہو سکیں　　یک باطن میں نہیں جز حق تعالی آشنا
سو تو ہم اس نام سے بھاگے پھرے ہیں لاکھ کوس　　نفس کافر کو سمجھتے ہیں ہم اپنا آشنا

[لہ] ع ، رونے

حیف[1] کیا باطل گئی اوقات اپنی عمر کی
ہائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا
اے خدائے[2] جرم بخش اے خالقِ ارض و سما
مرتے مرتے تو مجھے کر اپنے در کا آشنا
آخرش[3] تو نے مجھے پیدا کیا ہے خاک سے
خاک بن مجھ کو نہ کر اب تو کسی کا آشنا

عشق[4] نے تیرے مجھے رسوا کیا
جو کیا پیارے بہت اچھا کیا
جان و ایماں سے میں فدوی ہوں ترا
دل کا تجھ سے کس نے پھر دعوا کیا
کیوں جھڑک دیتا ہے میری بات کو
سُن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا
منتیں میری نہیں ہرگز قبول
عجز سے ہر چند میں ہا ہا کیا
کیا قیامت مچ رہی ہے شہر میں
سروقامت قد کو کیوں بالا کیا
رازِ دل رو رو کے ..... کیا کر دیا
ہائے ان آنکھوں نے کیا افشا کیا
دل کو دے کر غم خریدا جان بوجھ
سوزؔ نے سودے کو ——

نے رستم اب جہان میں نے سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
ساقی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا
ملنا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا
دل ہمصفیرِ زلف میں صیاد کی مرا
اس مرغ کا ہے وہ جو تہِ دام رہ گیا
ہوں تو چراغِ راہ ہنر زیرِ آسماں
لیکن خموش ہو کے سرِ شام رہ گیا
اے دل ٹک اس کے حسنِ مخطط کو دیکھ[5] تو
خورشید آ کے تا بہ لبِ بام رہ گیا

---

[1] یہ شعر ع' میں نہیں ہے۔ [2] م' اے خدائے جرم بخشا اے علیم و اے خبیر [3] یہ شعر ع' میں نہیں ہے۔ [4] یہ غزل م' میں نہیں ہے۔ [5] م' آ تو دیکھ

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے   چلنے کا اشک کرکے سرانجام رہ گیا
دل کو ہوس ہے بوسے کی اب ان لبوں سے سوز
جن سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا   ساقی وہ نوبہار و شراب کہن کجا
صحبت تجھے رقیب سے میں گھر میں اپنے داغ   کیدھر پتنگ، شمع کہاں، انجمن کجا
تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اسے   مانند طفل اشک کے عزم وطن کجا
صد حرف آرزو ہے زباں پر مری دلے   چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں میں دہن کجا
عرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا   یوسف کہاں، مصیبت چاہ ذقن کجا
عریاں تنی نے باز رکھا اس کے رنج سے   ناصح جو چاہے جیب سیے پیرہن کجا
خلوت سرائے سوز کو پہنچے کبھو نہ دیر
تو اور وہ جہاں ہو بت و برہمن کجا

گل ہی نہیں غلام تبسم کی آن کا   غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا
باندھو گے تیغ کیونکے میاں قتل پر مرے   یاں تو کمر کے نام نہیں ہے نشان کا
معلوم اپنے دل کے سلوکوں سے یوں ہوا   ناداں جو ہوئے دوست وہ دشمن ہے جان کا
زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے خم   بہتر ہے ایسے چلوں سے چلہ کمان کا
شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت   مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا
ہر مو زباں ہو تن پہ تو دل کا کہوں میں حال   مقدور یک زباں کو نہیں ہے بیان کا
سینے میں دل کہاں ہے غم رفتگاں سے
اخگر[1] یہ رہ گیا ہے نشاں کاروان کا

---

[1] م، آخر

جو میں جیتا ہوں تو احوال دل سب آ سناؤں گا   وگرنہ سر تصدق ہو[1] تمہارے یاں مرہی جاؤں گا
تمنا پیش کش، امید صدقے، آرزو قرباں   میں اپنے دل کی حسرت اپنے دل میں لیکے جاؤں گا
سمایا بے ستوں میں کوہکن اور دشت میں مجنوں   میں ایسا کیا گیا گزرا ہوں ہر دل میں سماؤں گا
بھلا ہنستے تو ہو اس بیہدہ گوئی پہ تم یارو[2]   قسم ہے آٹھ آٹھ آنسو سبھوں کو میں لاؤں گا
جلادوں سر سے پا تک شمع ساں تب[3] نام ہو میرا
وگرنہ اے محباں تو زکس منہ سے کہاؤں گا

سنو[4] تو تم نے کبھی مر کے یاد بھی نہ کیا   کبھی پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
ہمارا دل بھی صنم خانۂ قدیمی ہے   میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
ہے رشک مجھ کو کہ کعبے کو لوگ پوجیں ہیں   ہمارے دل کو خدا نے جماد بھی نہ کیا
اے سوز سینیو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
ذرا بھی منہ نہ ہلا داد داد بھی نہ کیا

دل بے درد مجھ سے حال اپنا کچھ نہیں کہتا
پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز
ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا   کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے   یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

---

[1] ع، تیرے ہوکر [2] م، میری [3] ع، جب نام ہے میرا [4] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا   تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا
پٹک کر لگا کہنے کیا[1] چوک ہوئی   میں سمجھا تھا کچھ یہ تو انسان نکلا
ہوئے[2] گرچہ عاشق ہزاروں ولیکن   مرے سوز سا کون بے جان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر   یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ
بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

* * *

کعبۂ و دیر سب میں جا دیکھا   سب جگہ دل کا آشنا دیکھا
نہ ہوا شمع رو کبھی اپنا   ہم نے دل سو طرح جلا دیکھا
دل مرا لے کے روٹھ بیٹھا ہے[3]   اس[4] قدر ہے یہ بے وفا دیکھا
شیخ[5] کعبے کو کیا کروں جا کر   دل ہی کو خانۂ خدا دیکھا
عمر آخر ہوئی ولے افسوس   زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا
بوئے[6] گل اس کی لا کے سوئے چمن   جیب کو گل کی اے صبا دیکھا
واسطے جس کے تڑپے[7] ہے اے سوز
کہہ[8] تو ایسا تو اس میں کیا دیکھا

یہ تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا   پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا
بے گانہ ہوا نہ ہوئے آخر   ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
اس غنچۂ دل کو تو نے افسوس   یک بار بھی اے صبا نہ دیکھا

---

[1] ع، میں نے کیا کیا [2] یہ شعر م میں نہیں ہے [3] ع، واہ [4] ع، کس [5] ع، شیخ جی۔
[6] یہ شعر م میں نہیں ہے [7] ع، تو مرے تھا سوز [8] ع، سچ تو کہہ۔

ناصح تو کرے نہ کیوں نصیحت   تو نے کہیں دل لگا نہ دیکھا
مرجانے میں ہو تو کوئی[1] حاصل   جینے میں تو کچھ مزا نہ دیکھا
کہتا ہے جو تو کہ عاشقوں میں   ہم نے کوئی باوفا نہ دیکھا
افسوس کہ تو نے ایک[2] دن یار
اس سوز کو آزما نہ دیکھا

رات نالہ میں کیا یار سنا یا نہ سنا   بہ گئے آب ہو کہسار سنا یا نہ سنا
قاصدا حالِ دلِ زار سنا یا نہ سنا   راست کہہ ہم سے تو اے یار سنا یا نہ سنا
اشک خونیں سے ترے تختۂ داماں میرا   ہو گیا تختۂ گل زار سنا یا نہ سنا
حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے   تو کیا جانے ستم گار سنا یا نہ سنا
باز رونے سے نہ آؤں گا میں ناصح بہرے   میں کہا تجھ سے بہ تکرار سنا یا نہ سنا
حال کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ سے   اس پہ موقوف ہی کیا یار سنا یا نہ سنا
شرح حال دل عاشق وہ سُنے کیا اے سوز
اے ستم گر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

دل تو پہلے تو اچک کر لے گیا   کون سے دل سے تجھے میں[3] دوں دعا
چوری اور سر ہنگی، لا دل پھیر دے   سر ہلاتا ہے نہیں تو[4] نے لیا
ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے مجھے[5]   مت بغل میں بیس اے دہ[6] بس گیا

---

[1] ع، ہوسے [2] ع، عشق میں [3] ع، اب [4] ع، نہیں تو سے گیا [5] ع، ٹھہر
[6] ع، اے دل۔

ڈرے تجھ سے کیا بڑے[۱] اطوار ہیں   یہ[۲] اچک پن کس سے سیکھا ہے بتا
ایک دل تھا جان من اس کی بساط
تو نے لوٹا سوز لوٹے ہے پڑا

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا   کہاں کا جان کو میری دھرا تھا
وہ ساعت کون سی تھی یا الٰہی   کہ جس ساعت دوچار اس سے ہوا تھا
میں کاش اس وقت آنکھیں مینچ[۳] لیتا   یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
میں اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا   خداوندا میں کیوں عاشق ہوا تھا
دلے کیا آن تھی اللہ اللہ   کہ جس[۴] غمزے سے چھاتی پر چڑھا تھا
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا چھری سے   میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا
غزل[۵] اس بحر کی اک اور پڑھ سوز
ذرا اس وقت میرا جی لگا تھا

کبھی[۶] یہ دل ہمارا آشنا تھا   کلیجے سے چمٹ کر لگ رہا تھا
کسی سے عشق کا گر نام سنتا   تو فق فق ہو کے تھر تھر کانپتا تھا
ہوا ہے اب تو ایسا باہرا یہ   جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا
کئی برسوں میں آ پھیرا کیا ہے   اسے پوچھو تو کچھ میں نے کہا تھا

---

[۱] ع، برا دیدہ بے بس۔ [۲] م، یہ اچک پن سنگدل کس نے بدا (کذا) [۳] م، موپنچ۔
[۴] ع، کس [۵] م، میں اس مقطع کے بجائے یہ مقطع ہے ؎

نہ تھا اس وقت میں غیر از خدا یار   دلے یہ سوز پہلو میں کھڑا تھا

[۶] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اجی بولو نہ صاحب منہ تو کھولو   تو کس کے دام میں جا کر پھنسا تھا
تجھے میں عرش سے تا فرش ڈھونڈھا   تو کس کونے میں جا کر چھپ رہا تھا
تری آنکھوں میں اب تکلے چھپاؤں   ابے یہ باتیں کب تو جانتا تھا
تو میرے آگے توبہ کر تو مانوں   دوے توبہ تو کب یہ مانتا تھا
جہاں سے آئے ہو جلدی سدھارو   تمھارے واسطے یاں کیا دھرا تھا
یہی نا اور دو دن رو رہیں گے   کریں کیا یہ ہی قسمت کا دھرا تھا
چلو دیکھی تمھاری بھی محبت
عبث یہ سوز اپنا جانتا تھا

بھلا عشق پھر تو ستانے لگا   میاں جان اب کے ٹھکانے لگا
نہ چھوڑے گا ناصح تردد[1] نہ کر   دیا ہے مجھے یہ خدا نے لگا
گیا چوری چوری سے رات اسکے گھر   کلیجا مرا[2] ڈھکڈھکانے لگا
بہت پانو ڈھونڈے لگا کچھ نہ ہاتھ   مرا ہاتھ بھی جھلجھلانے لگا
جو نہیں سوز کو روتے دیکھا کھڑا
وہ[3] منہ پھیر کر مسکرانے لگا

جہاں[4] کا ایک دم کر لے نظارا   نہیں[5] آنا ہے پھر اس جا دوبارا
کدھر پھرتا[6] ہے او غافل ذرا چیت   کہ جلوہ یار کا ہے آشکارا
تمام[7] اشیا میں اس کا ہے جھمکا   جسے دیکھے سمجھ تو[8] حق خدا را

---

[1] ع 'عبث کو نہ کہہ' [2] ع 'تھرتھرانے' [3] ع 'تو' [4] ع 'دلا دنیا کا اب کر تو نظارا' [5] ع 'کہ پھر آنا نہیں' [6] ع 'بھولا ہے' [7] م 'تمام اشیا میں جلوہ اسی کا (کذا)' [8] ع 'برحق'

ولے انسان کا برزخ بنا کر   یہاں اپنا کیا پورا[1] نظارا
اُسے[2] تب اشرف الخلقت کہا ہر   کہ اس قالب میں وہ اترا ہے سارا
ولیکن[3] سوز کو ایسا بنایا
کہ ہر دل میں کیا جس نے گزارا

جہاں تو ہے اے تیرے قربان لے جا   مجھے دل ستاتا ہے آ جان لے جا
تجھے تو کہاں اتنی فرصت بلا سے   کبھی اپنے گھر مجھ کو مہمان لے جا
مجھے مضطرب دیکھ کر آج پیارا   لگا کہنے آ دل کو پہچان لے جا
یہاں تو ہزاروں پڑے ہیں گلی میں   تجھے اپنے دل کا ہو ارمان لے جا
کبھی سوز کو یوں نہ ٹوکا کر آ بے
بلائیں مری تا بہ دامان لے جا

چہرے[4] پہ نہ یہ نقاب دیکھا   پردے میں تھا آفتاب دیکھا
کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے   یوسف کی طرح سے خواب دیکھا
کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم   اس کے لیے یاں خراب دیکھا
دل نے تو عبث لکھا تھا نامہ   جو ان نے دیا جواب دیکھا
بے جرم و گناہ قتلِ عاشق   مذہب میں ترے صواب دیکھا

---

[1] ع، ہر دم گزارا   [2] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے

[3] ع، تو کیا باتیں بکے ہے سوز چپ رہ   سمجھ تو آپ کو تو ہے چہ کارا

[4] یہ غزل 'م' میں نہیں ہے۔

کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت — ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی — اس چشم کو میں پر آب دیکھا
سرگرداں ترے عشق میں ہے — یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا
بھولا تھا تو اس کے لطف اوپر
اے سوز اس کا عتاب دیکھا

او[۱] غم تو نے بہت ستایا — سچ کہہ کیا تیرے ہاتھ آیا
کس نے تجھ کو کہا مرا عشق — میں نے تو تجھے نہیں جتایا
حسرت کدۂ جہاں سے ہم نے — جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا
اس عالم بے غمی سے لاکر — ہاں زیست بھلا مزا دکھایا
سوز آتش غم سے کیا ہوا راکھ
دل نے اس کے اسے جلایا

حسن[۲] اس کا تو آشکارا تھا — اشک پر دشمن نظارا تھا
اس کے مکھڑے کی یاد میں کل رات — چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا
اشک آتے تھے آنکھوں سے اس طرح — گویا پریوں کا وہ اتارا تھا
عاشقی کی قمار بازی میں — یہ نفع تھا کہ سر کو مارا تھا
سوز جیتا تھا جب تلک بارے — دل کو سیکھ ذرا سہارا تھا
اب تو بےکس پڑا ہے سینے میں — ایک تو آگے ہی بچارا تھا

[۱، ۲] یہ غزلیں م ۱ میں نہیں ہیں۔

آپ تھا اب ہر امانی میں   نہ سکندر تھا وہ نہ دارا تھا
جس کو کہتے ہیں حیدر کرار
اس ہی کا سب جگہ گزارا تھا

دیکھ لی تیری بھی چاہ او میرزا   واہ ہی واہ واہ واہ او میرزا
گو نہیں وہ چاہ تیری دل میں اب   رسم ظاہر تو نباہ او میرزا
قتل[1] مت کر تک ایک ہاتھ کو رکھ   بیگناہ بیگناہ او میرزا (کذا)
دیکھ پچھتاوے گا بعد از مرگ ہاں   لے موا میں لا الہ او میرزا
سوز ہی جو گھورتا ہے وہ کھڑا
او میاں او بادشاہ او میرزا

جس کا تو آشنا ہوا ہوگا   اس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا
تھرتھراتا ہے اب[2] تلک خورشید   سامنے تیرے[3] آ گیا ہوگا
یہ تو میں جانتا ہوں جھوٹوں نے   کچھ تجھے جھوٹ سچ کہا ہوگا
پر یہ اتنا جو منہ بنایا ہے   نہ ملو گے نہ اور کیا ہوگا
رات اندھیرے اجالے گلیوں میں   جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا
دیکھیو تجھ کو میرے سر کی سوں   اس گھڑی تیرے جی میں کیا ہوگا
سوز کو تو نے کیوں دیا بوسہ
ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے   [2] ع، کس لیے   [3] ع، اس کے

تری جان پر کب مرا غم رہا   رہا سو مرے جی پہ[1] اودھم رہا
تری سرد مہری سے مانند برف   مرا اشک آنکھوں میں آ جم رہا
تری بزم میں جب تلک میں رہا   مرا دل[2] مجھی سے ہی برہم رہا
سلامت یہاں سے میں گھر جاؤں گا   یہی خوف ہر وقت ہر دم رہا
سر و سینہ ہی پہ رہا ہاتھ بس   مرے گھر تو ہر روز ماتم رہا
ہُوا[3] خشک ایسا ترے سہم سے   نہیں نام کو آنکھ میں نم رہا
دیا تھا نہ دل جب تلک غیر کو
جیا تب تلک توز بے غم رہا

دل[4] کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا
دل دیا ہے یا کہ کام اژدہا میرے خدا
گاہ کہتا ہے اطاعت خلق کی کر حق ہے یہ
گاہ کہتا ہے کہ سب سے ہو جدا میرے خدا
گاہ کہتا ہے کہ کعبے کو تو اپنا قبلہ جان
گاہ کہتا ہے کہ بت خانہ بنا میرے خدا
گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایمان جان
ہے سبھی اشیا میں وہ جلوہ نما میرے خدا
پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے ذرا بچتا ہی رہ
کفر کہتے ہیں کسے مجھ کو بتا میرے خدا

---

[1] ع، دل پر [2] ع، مجھی سے تو اے شوخ [3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے [4] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

جب سبھی اشیا میں ہو مظہر تو غیریت کہاں
اس ہی اندیشے میں تو میں مر گیا میرے خدا
میں ترا مخلوق ہوں مجھ کو کبھی آگاہ کر
اے خرد بخش اے کریم اے خالق اے میرے خدا
انبیا کو علم بخشا اولیا عارف ہوئے
میں او   بس نہو تہا رہ گیا میرے خدا
مرتبہ تو اہل عرفاں نے اٹھایا شہرے
تو زکیوں باقی رہا یہ کیا ہوا میرے خدا

ملنے کی تیرے دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے[1] دعائیں کیا کیا
دکھ درد ٹیس جلنا رہ رہ کے پھر[2] پکنا
چھوڑا ہے دل نہیں ہو تجھ کو سنائیں کیا کیا
خوف رقیب و حسرت عجز و نیاز و منت
جیوڑے پہ یہ اذیت آفت اٹھائیں کیا کیا
تن چاک سینہ سوزاں دل داغ چشم گریاں
تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھائیں کیا کیا
لے سر سے تا بہ سینہ سینے سے تا قدم[3] تک
ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری[4] بلائیں کیا کیا

---

[1] ع 'میں نے' [2] ع 'کھول پڑنا' [3] د ع 'وہاں' [4] ع 'میں سے'۔

آنا[1] تو جوں چھلاوا دل چھل کے بھاگ جانا
ہم نے سہی ہیں کافر تیری دغائیں کیا کیا
دل موم اب ہوا ہے فرمانا مہر صاحب
بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں کیا کیا
خنجر سے منہ نہ موڑا تیغے سے دم نہ مارا
اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے وفائیں کیا کیا

چھنایا نام و ننگ و صبر و طاقت قول سے جھوٹا
کوئی[2] فریاد رس دوڑے مجھے اس عشق نے لوٹا
ہر اک ذرے میں جھمکا ہے نرالا ریگ صحرا کے
خدا ہی[3] جانے کس کا شیشۂ ناموس یہ ٹوٹا
جلے خار بیاباں گرم رفتاروں کے قدموں سے
اسی خاطر[4] نہ میرے پاؤں کا اک آبلہ پھوٹا
کل آئے تھے بڑی شیخی سے میخانے کو لٹوانے
وے[5] رندوں نے مل کر محتسب کو زور[6] ہی کوٹا

---

[1] م، آتا ہے جوں چھلاوا [2] م، اکیلا کر کے مجھ کو عشق نے من .... لوٹا [3] ع، خدا جانے یہ کس کا شیشۂ ناموس یوں ٹوٹا۔

[4] ع، باعث

[5] ع، پر ان

[6] ع، خوب

کسی عنواں نہ تھی امید اس زنداں سے چھٹنے کی
اجل کی دوستی[1] سے سوز قید جسم سے چھوٹا
مجھے[2] کچھ اعتبار آتا نہیں کس منہ سے میں کہتا
تو رات آوے گا میرے پاس ...... جھوٹا

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہر دم کا نکتورا
پھر[3] اس پہ یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا زورا
ہزاروں دست بستہ روبرو حاضر ہیں بن باندھے
نہ رسّی ہے نہ ہے زنجیر ہاں گردن کا ہے ڈورا
خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے[4] باندھ رکھ اس کو
اٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا جھکجورا
ذرا تورا ملا دنیا میں اس پر بھول بیٹھے بس
یہ موج دہر سے لے سوز یہ مورا نہ یہ تورا

گردن نہ ماریو مجھے ہاں[5] کاٹیو گلا   تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا
بے جرم گرچہ خوب[6] نہیں قتل جانمن   پر خوں مرا حلال ہے جلدی چھری چلا
ڈہکانا اس طرح تو[7] نہیں خوب جان من   مجھ کو دکھا کے تیغ کے مارنے چلا

---

[1] ع، اجل کی مہربانی سے یہ سوز اس قید سے چھوٹا [2] یہ شعر ع، میں نہیں ہے [3] م، اگر جب پر حکومت ہے۔ [4] ع، اس کو باندھ جلدی سے [5] م، پر [6] ع، قتل کسی کا گناہ ہے [7] م، کا

مت روز عید سوز کو اپنے گلے لگا
تو جانتا ہے عاشقوں کے فن کو کیا بلا[1]

ہر دم شکار کر کے تو اے نازنیں نہ جا　　بیٹھے ہیں تجھ پہ[2] لاکھ لگائے کمیں نہ جا
کر رحم یار[3] بلبل مسکیں کے حال[4] پر　　گلزار دیکھنے کو تو اے غنچہ چیں نہ جا
شرمندہ ہو کے چاند نہ نکلے گا پھر کبھی　　تو[5] چاندنی کو دیکھنے اے مہ جبیں نہ جا
تیرے قدم کی باس سے چونکیں گے کشتگاں　　تو[6] پانو پانو یار برُے زمیں نہ جا
ہیں[7] لوگ بے طرح نظر بد کا ہے خطر
آ[8] بیٹھ دل میں سوز کے ہرگز کہیں نہ جا

دل کہاں ہے جو رکھوں غم کو ترے اس میں چھپا
اس میں کیا تقصیر ہے میری جو ہوئے برملا
اے طبیبو تم نہ اچھا کر سکو گے جاؤ گھر[9]
اس مرے قاتل کا کوچہ ہے مرا دارالشفا
عرش پر تھا اب[10] پرے واں سے گیا پوچھو ہو کیا
دل کو مت سینے میں ڈھونڈھو میں کجا اور وہ کجا
ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید
آشنا اپنا نہ ہو سو ہو وہ کس کا آشنا

---

[1] ع، دلا [2] ع، یار تجھ پہ لگائے [3] ع، بارے [4] ع، جان پر [5] ع، آ [6] ع، میاں پانو پانو دیکھ [7] م، آشوب ہے ترا نظر بد سے خوف ہے [8] ع، آ دل میں بیٹھ [9] ع، بس [10] ع، واں سے اب آگے چلا۔

شعلہ رو اتنا بھی غصہ کچھ خدا سے بھی تو ڈر
یوں جلا دے خانماں پر سوز کا دل مت جلا

تب ملنے کا مجھ ساتھ تو پیغام کرے گا
جب لاکھ طرح سے ہمیں بدنام کرے گا
مت وعدہ کر اب صبح کے آنے کا مری جان
رو رو کے یہ دل صبح سے ہی شام کرے گا
اس نالہ و زاری سے کسو رات الٰہی
ہم سایہ مرا دو گھڑی آرام کرے گا
آوے گا نظر ہم کو اسی وقت مہ عید
جس وقت گزر یار لب بام کرے گا
یار آوے ترے گھر میں تو کہہ بہر مدارات
کیا کیا تو بھلا سوز سر انجام کرے گا

دوڑ کر میرے گلے لگ جا ترے قرباں گیا
تیری خاطر دیکھ میرا دین اور[1] ایماں گیا
اب تو آ مل بیٹھ ہنس کچھ بات کر خطرہ[2] نہیں
جس کے چغلی کھانے کا ڈر تھا سو وہ شیطاں گیا
[3] ناصحا بک بک نہ کر جا بھی کہیں ہو دال ف
لے گیا تھا اس کے گھر کیا ...... گیا
[4] یا کسی کا بن کے خدمتگار ریا ہو کر مزور
جب گیا میں دیکھنے اس کو اسی عنواں گیا
یوں ہمارا کون لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر
سوز آیا تھا ابھی ہنستا ابھی گریاں گیا

[5] ہرچند اس کو اب تک دار و مدار ہے گا
پر کیا کروں الٰہی دل بے قرار ہے گا
یہ اور غم لگا ہے دلبر ہے جو ہمارا
وہ اور ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا

---

[1] ع، گیا [2] م، چرچا [3-4] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں [5] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

تم جاؤ اے پری رو دیکھو بہارِ گلشن   ہر زخم میرے تن پر رشکِ بہار ہے گا
یا ناوک مژہ سے یا تیغ ابرواں سے   جیتا نہ چھوڑ دل کو موٹا شکار ہے گا
روزِ تولد ہی سے ہے موت ساتھ لیکن   حیراں ہوں اس کو کس یاں انتظار ہے گا
گھوڑے کی باگ رکھے دل سوز تھا جو تیرا
اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گا

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا   خالی پڑا ہے اب یوں اجڑا ہوا نگر سا
ساتوں فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لیجو   نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا
ترسا نے ترس کھایا احوال سن کے میرا   بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا
شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکروبی   خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پر سا
دل پھیر تو دیا پہ میرا نہ تھا بدل کر   ہاتھوں میں کر گیا کچھ وہ دلربا[1] ہنر سا
کس[2] نے دکھائے دنداں نادیدہ انکھڑیوں کو   جو اشک ان سے ٹپکا آیا نظر گہر سا
دیدہ دلیر مت ہو اے مہر شب کو تیرا   بازار سرد ہوگا نکلا جو وہ قمر سا
خالی نہیں[3] سیا ہی خطرہ ہے دل میں میرے   یارب دروغ ہووے ہر آہ کے اثر سا
جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہمدموں[4] سے
آنے نہ دیجو اس کو لگتا[5] ہے بدنظر سا

دل[6] بے رحم اپنا حال مجھ سے کچھ نہیں کہتا   پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز   ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

---

[1] ع، میرزا [2] ع، دیکھے ہیں کس کے دنداں نادیدہ انکھڑیوں نے [3] ع، بہت [4] ع، ہم نشیں۔
[5] ع، آتا ہے [6] یہ غزل م۔ میں نہیں ہے۔

نے معتقد حرم کا نہ تابع کنشت کا
بندہ ہے شیخ عذر کی اپنی سرشت کا
اس دل میں کائنات خدا کی ہے مختفی
دوزخ بھی ہے یہی یہی گھر ہے بہشت کا
بنیاد دل کی نور الٰہی سے ہے بنی
کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا
اے انکھڑیو نہ گریہ کرو پھوٹ پھوٹ کر
مٹتا نہیں کسی سے لکھا سرنوشت کا
پیالے یہ خط نہیں ہے تو گھبرا نہ اس قدر
سایہ پڑا ہے زلف کے اعمال زشت کا

مجلس سے ہو کے مست جو رشک بتاں اٹھا
محشر کا اہل بزم میں شور و فغاں اٹھا
آیا نظر جو دور سے بھی اس کو میں[2] کہیں
لے گروہ[3] میرے واسطے تیر و کماں اٹھا
جونہی قدم رکھا میں سوے باغ یا نصیب
لے بیلچے کو ہاتھ وہیں باغباں اٹھا
میں جس کے آگے بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دل کے غم کی وہ لے داستاں اٹھا
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آپ ہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں
یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا
پہنچے گی تیرے[4] گھر ہی جو چاہے گی دخت رز
مت جاکے سوز[1] منت پیر مغاں اٹھا

---

[1] ع، اے سوز

[2] م، اسکتیں کہیں

[3] م، لے گروہ قصد کو تیر و کماں اٹھا (کذا)

[4] ع، پہنچے گی دخت رز ہی جو چاہے گی تیرے گھر۔

[1] جو قصد پینے کا غیروں میں تم شراب کیا — تو ہم نے غم کے انگاروں پہ دل کباب کیا
[2] کوئی کہے مجھے دیوانہ اور کوئی مجذوب — مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا
سوال دل شکنی[3] کا میں کیا کروں تجھ سے[5] — کہ[4] تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا
جو میں دکھاؤں تو بجھتا ہے[6] اپنے دل کے داغ — دکھائے داغ جو لالہ نے بے حساب کیا
کسی سے ہو نہ سکا سوز بیگنہ کا قتل
یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا صواب کیا

* * *

دلا تو کب تئیں میرا جگر جلاوے گا — میں پوچھتا ہوں کبھو تجھ کو چین آوے گا
شرارہ آہ کا تیری تو عرش تک پہنچا — کہاں تلک تو ملائک کا دل وے گا
تمام[7] اہل محلہ ہیں بے خور و بے خواب — یہ رتجگا تو نہیں کب تلک جگاوے گا
خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بیتاب — تڑپھ تڑپھ کے مرے سر یہ کیا تو لاوے گا
تجھے[8] کہا تھا کہ معشوق بیوفا ہیں سب — یہ جانتا[9] تھا کہ تو ان سے دل لگاوے گا
کہا نہ مانے تو اس کی سزا[10] یہی ہے ہاں — کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پاوے گا
تمھارا[11] نام تھا جیسا کہ سوز ویسے جلے
دلے کریم لگی کو تری بجھاوے گا

---

[1] ع، جو تو نے پینے کو قصد شراب ناب کیا [2] م، کوئی کہے ہے ہیں مست اور کوئی ہشیار
[3] م، اپنی [4] م، کہ میں کسی کے بھی نقصان کا جواب کیا [5] م، تو لائق ہے حال دل تجھ کو [6] م، مرا دل جگر [7] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔
[8] ع، تجھے میں کہتا تھا [9] ع، کہ جانتا تھا کہیں جان تو گنواوے گا
[10] ع، اس کی یہی سزا ہی ملے [11] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

ل کے اس بدخو سے جب[1] تو خوار رسوا ہوئے گا
عہد و پیماں تجھ کو تب معلوم اس کا ہوئے گا
حق خدمت میں مرے وعدہ کرو ہو قتل کا
تم سے یہ ہی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوئے گا
دیکھ کر تیور مرے طفلی میں کہتا تھا ادیب
ایک دن مجنوں صفت یہ سر بہ صحرا ہوئے گا
یں دل نازک کی کرتا تھا بغل میں پرورش
محتسب کو ہے گماں اس پاس مینا ہوئے گا
گریہ نہیں گرتا رہے گا میرے مژگاں سے سرشک
سو جھتا ہے ایک دن یہ قطرہ[2] دریا ہوئے گا
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش
کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھ کو پایا ہوئے گا
سوز کو ناصح ملامت سے تری پروا ہے کیا
الفت خوباں سے گو رسوائے دنیا ہوئے گا

سر[3] اوپر شام آئی اب تلک منزل نہیں پاتا
کہاں بستر بچھاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا
مرا[4] دل دوستی کے تخم سے معمور ہے یارو
کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

---

[1] ع، اے دل جب تو رسوا

[2] م، قطرہ یہ دریا

[3-4] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا　　وہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جدا ہوا
ہر آن تیغ و تیر کے رہتا ہے سامنے　　یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
گالی سے آشنا جو نہ تھا مارے شرم کے　　اب قتل کو ہمارے وہ یوں بےبہا ہوا
وہ مجھ کو دیکھتا تھا کاہے کو سچ کہوں　　چھپ کر صنم کا دیکھنا مجھ پہ بلا ہوا
سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر　　کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
جا کر کہا کسی نے کہ بو ستوز بھی موا　　کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
پر[1] اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف
توتا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

دور سے دیکھتے ہی دل دھڑکا[2]　　یار پایا سہی وے لڑکا
دیکھیو میں کھڑا ہوں کالے کوس　　وہیں پہچان کر مجھے بھڑکا

جھوٹ باعث ہے بیقراری کا　　دکھ نہیں مجھ کو انتظاری کا
غیر یعقوب اور کیا جانے　　حال عاشق کی چشم جاری کا
کیوں نہ مژگاں پہ طفل اشک آ ویں　　شوق ان کو ہے نے سواری کا
کھوئے ہے سر کو پانو گاڑ کے شمع　　بس کہ دعویٰ ہے تاجداری کا
کاش دامن تلک ہی پہنچے ہاتھ　　کس کو دعویٰ ہے ہمکناری کا
کہہ رہا میں کہ باز آ اے دل　　اب تو پایا مزا نہ یاری کا

---

[1] ع، منہ سے تو یہ نکلا وے رو کے یہ کہا

[2] ع، بھڑکا

اب نہیں جاے دوخت سینۂ[1] سوز
توڑ ٹانکا نہ زخم کاری کا

عاشق[2] ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا
کیا جانیے کہ دیکھتے ہی دل کے کیا ہوا
سر مشق ظلم تم نے کیا مجھ کو واہ واہ
تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دل تھا بساط میں سو کوئی اسکو لے گیا
اب کیا کروں گا لے مرے اللہ کیا ہوا
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش
دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

گر[3] دل زار کا مسکن ترے در پہ ہوتا
تو میاں جان یہ کس واسطے در در ہوتا
اس قدر مجھ کو پریشانی تا سختی تھی
جو تری زلف کا سایہ مرے سر پہ ہوتا
کیا ہوا نفع الٰہی مری پیدایش ....
ہے نہ ہونا ہی مرا از ہمہ بہتر ہوتا
سوز کو اتنا جلانا بھی کہیں واجب ہے
کشتنی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

گفتگو کا تری حاصل ہی گیا
ناصحا یار سے دل مل ہی گیا
دل اکیلا نہ گیا سینے سے
ہو کے خوں اشک کے شامل ہی گیا
جلد اٹھا نہ ترے گھر سے رقیب
ہو کے چھاتی پہ مری سل ہی گیا
تیرے کوچے میں نگہ سے تیری
آیا جو کوئی سو گھائل ہی گیا
بیقراری کی لکھی جب سے شرح
لے کے نامہ مرا بسمل ہی گیا

---

[1] ع: سینے پہ سوز

[2-3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

دین و دنیا کو نہ پوچھو ہم سے کیا رہا پاس کہ جب دل ہی گیا
سر کو لایا تھا میں دینے کے لیے
کیا کروں سوز وہ قاتل ہی گیا

* * *

عشاق تیرے سب تھے پر زار تھا سو میں تھا جگ کے خرابہ اندر اک خوار[1] تھا سو میں تھا
داخل شہیدوں میں تو لوہو لگا کے سب تھے شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو میں تھا
سنبل کے پیچ میں دل تیرے نہ تھا کسی کا نرگس کا ایک تیری بیمار تھا سو میں تھا
تجھ گھر میں عرض مطلب کس کی نہ تھا زباں[2] در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو میں تھا
داغ محبت اے گل جب تھا ترا نہ جگ میں دعوا اسے جس کا سینہ گلزار[3] تھا سو میں تھا
گو عشق کے تمہارے عشاق اب مقر[4] ہیں اول زباں پہ جس کی اقرار تھا سو میں تھا
تجھ[5] عشق میں نصیحت سب یار مانتے تھے ناصح کے پر سخن سے بیزار تھا سو میں تھا
کافر تری زبانی اکثر ہیں لیک جوں شمع ہر استخواں میں جس کی زنار تھا سو میں تھا
اس میکدے میں گو ہے اے سوز ہم نہ بہکے
سب مست و بےخبر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

* * *

جہاں[6] کی دوستی غیر از غبار دل نہیں پاتا میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا
بہت اس سلسلے میں بے سر و پا ہو رہا ہوں میں پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا
مرا دل دوستی کے تخم سے معمور ہے یارو کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

---

[1] ع، بیمار تھا [2] م، البتہ [3] م، انگار [4] م، تھے مقر
[5] م، دل سے تری نصیحت [6] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

... پیا سا خون دل پیتا ہوں اس غم سے
کہیں اک دم میں بھی اب خنجر قاتل نہیں پاتا
بھٹکتا روحِ مجنوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث
بجز آوارگی کیا سوزؔ تو منزل نہیں پاتا

جب خیال آتا ہے اس دل میں ترے اطوار کا
سر نظر آتا نہیں دھڑ پہ مجھے دو چار کا
دیکھتا ہوں یار میں جس گھر میں تجھ کو جلوہ گر
مہر کو واں حکم ہے خار سر دیوار کا
عاشقوں کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہیں وابستہ اپنا سبحۂ و زنّار کا
ٹک دکھا دے اپنی ساقی چشم میگوں تو اسے
محتسب ہو جائے بندہ خانۂ خمار کا
بس کہ پوچھوں ہوں میں اپنی چشم خوں آلود کو
جامے کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا
آ خدا کے واسطے اس بانکپن سے درگزر
سوزؔ کل میں یوں کہا دامان گہ کر یار کا
تند ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو مرے
راست ہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا
رات جب غصے ہو میرے پاس سے اٹھ کر چلا
میں نہ چھوڑا اس کا دامن وہ جھٹکتا ہی رہا
بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان کے موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا
تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے
جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا
کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا
جس کو تیں گھر سے نکالا وہ بہ امید طلب
ہر قدم پر راہ چلنے میں بھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر (کذا)
ہوش میں آؤں میں جب تک وہ سٹکتا ہی رہا
کیا بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں
خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

خط بوسے[1] کو اس لب کے کچھ ارزاں نہ کرے گا
قیمت میں کم از لعل بدخشاں نہ کرے گا
جس روز کیا چہرے کو تیرے نظر انداز
پھر مرغ چمن سیر گلستاں نہ کرے گا
در پے سر و ساماں کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی
اس سر کو بجز تیغ کے ساماں نہ کرے گا
مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو ناصح
وہ روز عذاب شب ہجراں نہ کرے گا
عیسیٰ کو یقیں ہے کہ نہ جاوے گی تپ عشق
وہ درد کا میرے کبھو درماں نہ کرے گا
اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں
پھر دل کوئی وابستۂ خوباں نہ کرے گا
دے بیٹھے ہو دل ہی بھی کوئی چیز کو اے سوز
جو تو نے کیا سو کوئی ناداں نہ کرے گا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تو نے دام لیتا جا
چمن میں ہم صفیر دل کو مرا پیغام لیتا جا
اگر دل لے چلا دل کی خلش مت چھوڑ سینے میں
سحر لے جا نہیں سکتا تو اس کو شام لیتا جا
نہ تھی توفیق اگر بوسے کی تو اتنا ہی کہہ دے اے[2]
جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا
اگر اے نالہ تو چاہے کہ اس کے گوش تک پہنچے
اثر تھوڑا کہیں سے کرکے قرض و دام لیتا جا
ہوا میں دل کے لے جانے پہ راضی تیری خاطر سے
کہا کب تھا کہ ساتھ اس کے مرا آرام[3] لیتا جا
خیال ان انکھڑیوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد .....
دلا آیا جو تو اس میکدے میں جام[4] لیتا جا
جو چاہے مغ بچے تجھ کو اذیت دیں نہ اے واعظ[5]
گلی میں مے کدے کی سوز کا تو نام لیتا جا

---

[1] م، خط بوسہ لب اس کے [2] ع، کہہ دیتے [3] م، پیغام [4] م، شام [5] ع، قاتل

قدرداں بن ہے بہت حال برا شیشے کا   ساقیا پہنچ کہ دل آب ہوا شیشے کا
ڈھاہتا کیوں ہے عبث میکدۂ مستاں کو   محتسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا
یار کیا جانیے کس کس کے یہ منہ لگتا ہے   اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا
شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے   مجھ سوا کس نے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل ہو آب شیشے کا   لبوں سے اس کو لگا لے ثواب شیشے کا
کیا میں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے   خدا کرے کہ ہو خانہ خراب شیشے کا
عوض ہے دل شکنی کا بہت محال اے یار   جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا
یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی   دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا
ہوا ہے غم سے مرا آب آب دل اے سوز   کبھو جو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

آہ پر آہ نالے پر نالا   عشق صاحب نے میرا گھر گھالا
تم نے دل کو پھنسایا زلفوں میں   انکھڑیو ہو تمھارا منہ کالا
تو جو کہتا ہے مجھ کو رو رو کر   بے ادب نے خراب کر ڈالا
میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجھلا   موتیوں کا گلے میں ہے مالا
آہ کو تو مسوس بھی ڈالوں   کیا چھپاؤں یہ چشم خوں پالا

میرے شعروں میں ہے جو کیفیت
اس کو سمجھے گا کوئی متوالا

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا   پوچھ اس سے ٹک کہ ان نے ترا کیا کیا حنا
پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے   تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا
گر قتل کر کے خون چھپاوے ہے تو مرا   دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا
آمانِ قتل بے گنہاں سے تو درگزر   رہتی نہیں ہے ہاتھ میں پیارے سدا حنا
تو سوز پائے بوس کی حسرت سے درگذر
لوٹے ہے اب تو ہاتھوں کا اس کے مزا حنا

دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیرے پوروں پر حنا   باندھیو ہاتھوں میں جا کر ان کی گوروں پر حنا
دستِ رنگیں کی تمھارے دھوم ہے چاروں طرف   ان دنوں آفاق میں ہے زور شوروں پر حنا
یہ گراں ہے عہد میں اس یار فندق بند کے   ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب کروڑوں پر حنا
یوں لگا فندق تو اے مشاطہ اس کے ہاتھ میں   اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈوروں پر حنا
دل نہ دوں اس کو سو یہ طاقت بھی اب مجھ میں نہیں
کیا کروں اے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

میں ساری رات میری جان تیری یاد کرتا تھا   کبھی خوش ہو کے ہنستا تھا کبھی کڑھ کڑھ کے مرتا تھا
کہیں پیکاں یا پرِ خانہ میرے ہاتھ لگ جاوے   لپکتا تھا وہ ناوک جب مرے دل سے گزرتا تھا
مبادا دیکھ لیوے اشکِ خونیں اور ڈر جاوے   اٹھاتا آنکھ پر سے ہاتھ جلدی منہ[2] پہ دھرتا تھا
اسی دہشت سے کہہ بیٹھے نہ کیوں الماس کھایا تھا   جو لختِ دل اُبلتا[3] تھا اسے دامن میں بھرتا تھا
بھلا اب سوز اور تم دونوں کیسے لپٹے بیٹھے ہو
جو ہم کہتے تھے یوں ہی تو خفا ہو کر مکرتا تھا

---

[1] ع، میں نت رہا   [2] ع، دل   [3] ع، اُگلتا

جا[1] جا میرے پاس سے تو جا جا　　تو یہ جو تجھے کہوں میں آجبا
جا بیٹھ انھیں کے پاس دوٗر ہو　　جو یہ کہیں لب سے لب ملاجبا
ہر جا ہی سی کا تری سفلے (کذا)　　اب کوچے بکوچے دل کا باجبا
جا اٹھ دور ہو کہیں دفع ہو　　اوروں کو نہ خاک میں ملاجبا
پہلے جو قرار لکھ کیا تھا　　اس کو آنسو سے لے مٹاجبا
غربا سے کام کیا تجھے چل　　تجھ کو کہتا ہے اب توراجبا

دل[2] کشتہ ہوا ہے ....　　کچھ بھید کھلا اسے عدم کا
میاں تیغ لگانی ہے تو جڑ دے　　ہے کس کو بھروسہ ایک دم کا
قہر درویش و جان درویش　　شکوہ کیا ہے ترے ستم کا
کیا اچھی طرح سے مجھ کو بوجھا　　بندہ ہوں میاں ترے کرم کا

بجوا دے سوز کو بس شہرت
واقف تو ہوا ہے زیر و بم کا

ایک[3] بندہ جہاں میں ہے واللہ　　آصف الدولہ نام ہے جس کا
صبح سے شام تک غریبوں کا　　غور پرداخت کام ہے جس کا
وحدہ لا الہ الا اللہ　　ذکر قلبی مدام ہے جس کا
بھائی کہتا ہر ایک غربا کو　　یہ تلطف کلام ہے جس کا
آصف جاہ ناظم دکھنی　　ایک ادنا غلام ہے جس کا

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

اور انگریز مرہٹا کیا ہے   جو ہے سو پاے نام ہے جس کا
اور تو اور سوز سا وحشی
ان دنوں دل سے رام ہی جس کا

* * *

[1]محبت کو دامِ بلا جانتا تھا   پھنسا میں تو آبھی یہ کیا جانتا تھا
چلا مجھ سے دامن چھڑا کر بھلا دل   تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا
مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی   ارے تجھ کو اہل وفا جانتا تھا
ولے گرم جوشی سے تری تھا دھڑکا   کہ آخر کرے گا دغا جانتا تھا
دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر   میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا
دلاسا تو دے سوز کو چلتے چلتے
مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

* * *

[2]الٰہی محبت کو لگ جاے لوکا   کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھبھوکا
فریب محبت نے مجھ کو پھنسایا   میں بھولا میں بھولا میں چوکا میں چوکا
جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے   الٰہی نہ دل بند ہووے کسو کا
جسے یوسفِ مصر کہتا ہے عالم   وہ نقشہ تھا پہلا مرے ماہرو کا
نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری   کہ روز ازل سے ہوں الفت کا بھوکا
کہاں تک کوئی خونِ دل پیوے اپنا   دمِ واپسیں سوز نے لو ہو تھوکا
زباں ٹھہر کر آتی بکبک زبوں ہے
یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

[1] کیوں میرے یار تو نے دیکھا   میرا دل زار تو نے دیکھا
صحرا شہدا سے اٹ رہا ہے   تازی کے سوار تو نے دیکھا

---

[2] میری آنکھوں کے تو آگے سے اب اے ماہ نہ جا
گرچہ جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جا
کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں
یہ مرا مان کہا آج تو واللہ نہ جا
کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے پلٹا
کس نے بدراہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا
ہاے رہتا ہے رقیبوں کے تو پیائے شب روز
پیارے یہ لوگ برے دیکھ تو ہرگاہ نہ جا
جو تو جاوے گا تو مر جائے گا یہ سوز غریب
آ نہ جا واسطے اللہ کے اے ماہ نہ جا

---

[3] کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا   نے کوئی عدو تھا نہ کوئی ہمدم تھا
تھی آپہی آپ شرکت غیر بغیر   چل لے جی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

---

[4] مرا قتل کیا بے وفا نے نہ چاہا   وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا
برا داو تھا آج بوسے کا لیکن   کہوں کیا حیا بے حیا نے نہ چاہا

---

[1] [2] [3] [4] یہ غزلیں م ۱ میں نہیں ہیں۔

وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا ولیکن   کسی یار نا آشنا نے نہ چاہا
وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا
قدر نے نہ مانا قضا نے نہ چاہا

[1] آگلے بھی میرے لگ جا بے وفا   بے وفا یا بے وفا یا بے وفا
یا تو تو مجھ بن کبھی رہتا نہ تھا   یا مجھے دل سے بھلایا بے وفا
راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں   تجھ کو اب بانکا بنایا بے وفا
حیف تجھ کو شرم کچھ آئی نہ حیف   جو ہوا سب سے پرایا بے وفا
آگ میرے تن بدن میں پھنک گئی   آہ یہ کس نے لگایا بے وفا
دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجیے   ہو گیا اپنا پرایا بے وفا
خاک چھانے گا نہ پاوے گا کبھی
سوز کو تو نے نہ پایا بے وفا

[2] تیرے ہاتھوں میں جلا او بے وفا   واہ وا ہی واہ وا او بے وفا
اس قدر بے رحمی پیارے مجھ سے حیف   آخدا سے ڈر کے آ او بے وفا
ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط   سو اسے تو لے گیا او بے وفا
اب کوئی ہمدرد یاں میرا نہیں   کیا کروں تو ہی بتا او بے وفا
سر سے صدقے کر کے اپنے پھینک دے   میں ترے صدقے گیا او بے وفا
میں کہاں اور بوسہ تیرا واہ وا   مجھ کو مت تہمت لگا او بے وفا

---

[1] [2] یہ غزلیں م ۱ میں نہیں ہیں۔

تیری محفل میں گیا کس روز میں   کان تیرے کب لگا او بے وفا
سوز حاضر ہے اسی سے پوچھ لو   میں نے کب بوسہ لیا او بے وفا
نہ چھوڑوں ہو کوئی   کرچکے بدنام اب چھوڑوں گا میںؔ
یونہیں پھر جاؤں میں کیا او بے وفا

اس[1] قدر نیچی نگاہ او بے وفا   کیا کیا میں نے گناہ او بے وفا
سب سے ملیے دوستوں سے روٹھیے   واہ وا ہے واہ واہ او بے وفا
کہتے ہو سر کاٹ لوں گا سوز کا   کاٹتے ہی خوا نخواہ او بے وفا
یہ تو اس کی آرزو ہے روز و شب   .... نکلے نہ آہ او بے وفا
پھر تامل کیا ہے جلدی کیجیے   دیکھتا ہے کس کی راہ او بے وفا
سوز تو راضی ہے اپنے قتل پر
پر تو ثابت کر گناہ او بے وفا

جو دل چاہتا تھا سو ہونے نہ پایا   کبھی پانوں پر اس کے سونے نہ پایا
رقیبوں کے ڈر سے مبادا نہ کہہ دیں   کبھی[2] کھول کر دل میں رونے نہ پایا
کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا   کہ[3] خوں اس کے دامن سے دھونے نہ پایا
کنارہ نہ تھا اس جہاں کا ولیکن   قدم رکھ کہ ان غافلوں[4] نے نہ پایا
عجب چیز تھا سوز کس سے کہیں ہم
وے اس کو ان مشفقوں[5] نے نہ پایا

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] م، جو کچھ اب کے ہونا تھا ہونے نہ پایا [3] م، جو کچھ اب کے ہونا تھا ہونے نہ پایا۔ [4] م، عاشقوں۔ [5] م، غافلوں۔

کیا ہے جب سے خالق نے زمین و آسماں پیدا
نہیں تجھ سا ہوا[1] کوئی جہاں میں مہرباں[2] پیدا

چمن تم کو مبارک ہم صفیرو[3] ہم کو جانے دو
کیا ہے اشک خونی[4] ہی سے ہم نے گلستاں پیدا

یہ محبوبوں کی خوبی عاشق صادق کے دم سے ہے
چمن سرسبز کب ہو گر نہ ہووے باغباں پیدا

سرا و پر شام آئی پانوں تھک کر رہ گئے میرے[5]
کہاں سے اب کروں یارب سراغ کارواں پیدا

نہ دے[6] تکلیف جی پر سوز کے اے دل ترحم کر
نہ ہووے گا کبھی دنیا میں پھر ایسا جواں پیدا

اے شمع تجھے جن نے کہ پر نور بنایا
ان نے دل پروانہ کو پر شور بنایا

ہم آج سے مغموم نہیں روز ازل سے
غم سے دل عشاق کو معمور بنایا

ناصح جو لگا کھینچنے بہزاد شبیہیں
ہر ایک کے مکھڑے کو بدستور بنایا

لیکن یہ رکھا تھا تری تصویر میں عالم
دیکھے سو کہے عقل سے معذور بنایا

قسمت کے مصور نے بھی[7] میری تری تصویر
کھینچی تو میاں[8] تجھ سے مجھے دور بنایا

گھر کا جو اٹھاتے ہو تم اے شیخ جی یہ بوجھ
جورو کا تمہیں خرچ نے مزدور بنایا

ہیں شادی و غم ایک سے نزدیک انھوں کے
اے[9] سوز جنہیں یار نے مسرور بنایا

---

[1] ع، کیا [2] ع، نوجواں [3] ع، عندلیب [4] ع، گلگوں [5] ع، ہے ہے [6] ع، نہ دے تکلیف پیارے سوز پر اپنے ترحم کر ۔ نہیں ہوتے ہیں پھر دنیا میں ایسے بے زباں پیدا [7] ع، مری اور تری تصویر ۔ [8] ع، بہت [9] م، جو سوز کو سب حال میں مسرور بنایا۔

بل بے قاتل ترا سراہوں ہیا   حضرت عشق تم نے مار لیا
زندگانی ابد کی بخشی ، پر   تیرا مارا بھلا کہیں بھی جیا
تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش   جس کو اک جام تو نے بھر کے دیا
جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے   زخمِ مژگاں بھلا کسی نے سیا
پھر قدم اس کا آگے کو نہ پڑا   جس کو تو نے کبھو پکار لیا
اے میاں عشق میں ترے صدقے   تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا
سوز کی تم نے دیکھی کچھ جلدی
زہر کا گھونٹ کس مزے سے پیا

تیرا مکھڑا مجھے دکھائے خدا   یا[1] تو دکھلا دے از برائے خدا
لاکھ[2] باری مروں میں تیرے لیے   لاکھ باری اگر جِلائے خدا
دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر   دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا
مجھ کو الجھا دیا پری رو سے   کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا
دل کی تکی لگاؤں سوز دو ہیں
قید سے گر مجھے چھڑائے خدا

مگر[3] سوز کے دل میں کچھ درد تھا   کہ چہرہ بہت آج کچھ زرد تھا
یہ آتش مرے دل میں تھی مشتعل   کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا
بظاہر تو اک منحنی تھا ولے   جو سچ پوچھیے تو بڑا مرد تھا

---

[1] م، تو ہی دکھلا نہ [2] یہ شعر م، میں نہیں ہے [3] یہ غزل م، میں نہیں ہے .

کس[۱] نے تجھ کو بغل میں آج لیا   کس نے نیلم یہ تیرا لال کیا
کس نے تجھ کو خفا کیا پیارے   بل بے کافر سراہوں تیرا ہیا
کس نے چولی یہ تیری مسکائی   ہائے یہ زیر پردہ کس نے سیا
ہونٹوں پر تو لگا ہے یہ کاجل   کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا
کس نے یہ آکے سوز کو پھونکی
دیکھو مردہ تڑپ کے پھیر جیا

ہے بلبل عاشق گل شمع پہ عاشق ہے پروانا
مرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلی کا دیوانا
خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس بہروش کا ہر
غرض کہنے میں تو یہ دل ہے ولیکن ہے پری خانا
جو کہیے حال دل اپنا تو اس کو نیند آتی ہے
ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانا
دل[۲] مسکیں مرا رہتا ہے اس کی زلف سے الجھا
خدا کے واسطے ظالم نہ کیجیو زلف کو شانا
ہزار افسوس ہے اے سوز اتنی بندگی پر بھی
رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بیگانا

اس سے آگے تو کبھی اے سوز تو نالاں نہ تھا
گرچہ روتا تھا ولیکن اس قدر گریاں[۳] نہ تھا   ن طوفاں

---

[۱] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [۲] یہ شعر م میں نہیں ہے [۳] ع ' نالاں

رات کو اے آفتاب[۱] بزم مشتاقانِ حسن
چاند تھا تیرے مقابل پر نہیں چنداں نہ تھا
میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے کل دیکھا اسے
آدمی سا دور سے لگتا تھا پر انساں نہ تھا
دل میں تھا گاہے کروں گا عرض حال اپنا اسے
روبرو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نسیاں نہ تھا

نئی[۲] اک طرح اپنی عشق میں ایجاد میں کرتا غرض ہر طور رنج عاشقاں کو شاد میں کرتا
نہیں دل چاہتا جو اس کو میں رسوا کروں واللہ وگرنہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیاد میں کرتا
بسایا غم نے آ کر اس دل ویران کو ہے ہے وگرنہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا
بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطان خوباں ہے بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاد میں کرتا
مرے دل کو وہیں ٹوکا سا اک آ کر لپٹتا تھا
کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

جو تو یوں نہیں آنکھیں چراتا رہے گا تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا
مری[۳] جان کا بھی تو دشمن یہ دل ہے مرے پر بھی مجھ کو ستاتا رہے گا
مرے دل کو مجھ سے جدا گاڑیو ہاں کہ یہ گور میں بھی جلاتا رہے گا

---

[۱] م، اے بادشاہ بزم محبوبان حسن

[۲] یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

[۳] ع، مری جان کا ہائے دشمن یہ دل ہے۔

جہاں تھا رات کو دل شام کے ہوتے وہیں بھاگا
خدا ہی جانے کس مہرو سے اس کا عشق ہے لاگا
جگا مت اے فغاں دل کو کہ اُٹھتے سر کو پھوڑے گا
قیامت مجھ پہ لاوے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا
عجائب داد یکسوئی کی دی ہے تیرے عاشق نے
ترے سینے کی خاطر سوکھ کر یہ ہو گیا تاگا
فلک پر آج غل ہے کس[1] کے ملنے کا کوئی پوچھے
یہ ایسا کون بختاور ہے جس کا بخت ہے جاگا

کھلاویں گے تجھے ہم دودھ چاول پیٹ بھر بھر کر
خدا کے واسطے جلدی خوشی دے سوز کی کاگا

جلانا ہی موے مردوں کو جانا
ولیکن درد کا درماں نہ جانا
چلا ہوں آج میں مرنے کو یارو
مجھے کچھ اور تہمت مت لگانا
میں مرجانے کو خود تیار ہوں جان
ولے مردوں کا کیا ہے آزمانا
جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا
جسے دیکھا اسے پایا بگانا
طامعی کوئی تو اپنی غرض کا
لے واجب ہوا میرا ستانا
پڑھیں دو چار بیتیں بے دلی سے
تو سن کر انھوں نے یہ نہ جانا
کہ اچھے کون ہیں اس میں بُرے کون
مگر[2] سم سے انھیں گردن ہلانا

---

[1] ع، وصل کا کس سے کوئی پوچھے۔

[2] ع، مگر بے سم انھوں کو سر ہلانا

نکالا[1] سوز کو کس جا سے یا رب   کدھر لایا اب اس کو آب و دانا
نصیبوں میں مرے یہی لکھا تھا
پڑھا کر سوز بیتیں عاشقانہ

جو کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا   وہ[2] خوش رہے گا ہرگز اس پر ستم نہ ہوگا
روئے گی عاشقی ہی سر خاک ڈال اپنے   محبوب کو ہمارے مرنے کا غم نہ ہوگا
گر آنکھ اٹھا کے دیکھو ہم عاجزوں کو صاحب   کچھ ناز کا تمھارے رتبہ تو کم نہ ہوگا
گو[3] تم کو اس نے چھوڑا عاشق کو موت کیسی   بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا
لکھتا ہے کیوں حقیقت تو اپنی عاشقی کی
اے سوز وہ سنے گا تو سر قلم نہ ہوگا

اب[4] تو دم باقی نہیں اے جان آجا دیکھ جا   نزع کا میرے بھی ٹک آ کر تماشا دیکھ جا
دل کے دینے کی خوشی میری تمھیں کچھ یاد ہے   جان کے دینے کا بھی میرے مدارا دیکھ جا
دیکھ تو کیسی خوشی سے جان دیتا ہوں تجھے   ایک دم تو آن کر میرے مسیحا دیکھ جا
سیر دریا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے لیک   آنسوؤں کا میرے آ کر موج دریا دیکھ جا
سوز تیرا بندۂ دل سوز تھا سو اب چلا
پھر نہ دیکھے گا کبھی پھر آ کے آجا دیکھ جا

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[2] ع، معشوق پر بھی اس کا ہرگز کرم نہ ہوگا

[3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[4] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

سنا[۱] کسی نے کبھی منہ سے کچھ گلا دل کا
ہزار داغ سہے بل بے حوصلہ دل کا
نہ ہووے کیوں یہ پریشاں کہ بس نہیں چلتا
ملا ہے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا
اکیلے چلنے میں خطرات ہیں ہزاروں میں
چلے ہیں لخت جگر بن کے قافلہ دل کا
شفق تجھے یہ خدا نیں لہو میں نہلایا
پہ کیا کروں نہ پھوٹا یہ آبلہ دل کا
صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے
بہار بھی تو گئی غنچہ کب کھلا دل کا
بھلا قسم ہے تجھے سوز اپنی سچ کہیو
تمام عمر ملا کوئی آشنا دل کا

* * *

دل[۲] پرخوں اپناے تو چلو جو لیا تو لیا نہ لیا
دیکھ اس کی جفا اور اپنی وفا جیا تو جیا نہ جیا
کہو ناصح جیب کو سی تو دے کہ گریباں چاک نہیں جانا
جو وہ سی دے تو سی دے ورنہ دلا جو سیا تو سیا نہ سیا
چلو مانگیں دل کو سماجت سے جو وہ رحم کرے تو کرے شاید
جو وہ لالچ کرکے دے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا
ہمیں دونوں طرح ہو عیش و طرب جو جیے تو جیے نہ جیے
جو وہ ذبح کو دل میں سوچ کرے تو کیا نہ کیا نہ کیا
چلو جام ہلاہل لے تو چلیں کہ اسے تو پی لے سوز اسے
جو شتابی اس نے مانگ لیا تو پیا تو پیا نہ پیا نہ پیا

* * *

---

[۱] [۲] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

[1]ہوا غرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا
جلا ایسا تب غم سے دل سوزاں نہیں پیدا

سبھی کہتے ہیں سب انساں میں ہے جو کچھ ہے قدرت میں
بھرا ہیں سر سے پا تک چشمۂ حیواں نہیں پیدا

یہ دنیا خلقت انساں سے ہے معمور حیراں ہوں
کسے کہتے ہیں انساں ایک بھی انساں نہیں پیدا

عجب آتش ہے میرے تودۂ سینہ میں اے یارو
لگے سو تیر غم اور یکسر پیکاں نہیں پیدا

میاں سوز اب تری ہے جان کا پیارے خدا حافظ
کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

---

[2]بھلا فنا کدے میں آ کے سوز کیا دیکھا   یہ زندگانی ہی کھوٹی کہ کچھ نفا دیکھا
وہاں سے جا گئے جیتے یہاں تلک آئے   یہاں سے جاتے ہوئے جو سنا ہوا دیکھا
جو غم کو کھاتے ہیں ان ہی سے پوچھیے لذت   دلے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا
اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ   بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا
کسی نے پوچھا نہ مجھ کو بجز خس و خاشاک
مگر مجھی نے عبث اپنا جی جلا دیکھا

---

[3]شرائط اپنی میں اسلام میں ہرگز نہیں پاتا   جو اس پہ بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا
بہت لوگوں کا مذہب ہے کہ خیر و شر ہی خالق سے   نہیں وہ خالی سر اس کو ہے شیطان سکھلاتا

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

بشر تجھ کو کیا اس واسطے جو تجھ پر شرماتا   سوا تیرے کسی حیراں میں کچھ شر نہیں پاتا (کذا)
ہماری ہی صفت کی صورتیں محسن ہیں موذی ہیں   مثال آئینہ وہ ہر یک کو سب صورت ہی دکھلاتا
اگر کچھ ہوش ہی تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے   ہے خالق خیر کا پرہیز اب شر سے ہی فرماتا
بھلا اے سوز تجھ میں خیر کیا ہے مجھ کو بتلا دے
کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

* * *

خدا[1] حافظ اے دل ترے پیارے جی کا   کہ تجھ کو مزا ہے بڑا عاشقی کا
ذرا بھوں ہلانے میں عاشق کو مارا   کسی نے یہ غمزہ بھی دیکھا کسی کا
اجل اس کا آ کر گلا گھونٹتی ہے   جو کوئی عزم کرتا ہے اس کی گلی کا
بظاہر بتوں کی ہے شیریں زبانی   مزا ان کی الفت کا دیکھا تو پھیکا
جو دل نذر لیجاؤں ٹھوکر سے مارے   مرا دل ہے قربان اس بیدلی کا
کیا ہنستے ہی ہنستے کیا سوز کو قتل
میں قرباں ہوا جان ایسی ہنسی کا

* * *

دلا[2] عزم تو نے کیا ہے کہاں کا   کھڑا ہے لیے نیمچہ آج بانکا
کہاں چاند سا منہ کہاں کا یہ سورج   بڑا فرق ہے ہاں زمیں آسماں کا
گئی عرش تک آہ آگے بتاؤ   یہ دل سیر کرتا ہے اس لامکاں کا
میں پنجے سے پنجہ ملاؤں دوانے   تجھے ہاتھ ہے توڑنا ناتواں کا
زباں کاٹ لوں تیری اور بھون کھاؤں   مزا چکھوں لے سوز تیری زباں کا

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہے

فلک[1] کے نیچے دل شادماں نہیں دیکھا   بغیر خار کوئی بوستاں نہیں دیکھا
عجب فراق کے یاں لوگ بستے ہیں صاحب   کہ جن کے گھر میں کبھی میہماں نہیں دیکھا
زباں سے بر کہیں اور پھر اسے ماریں   ——— ایسا جواں نہیں دیکھا
جہاں میں رہتے ہیں ایسے بھی صاحب عصمت   جنھوں نے آنکھ اٹھا آسماں نہیں دیکھا
جلے بھنے سبھی پڑھتے ہیں شعر مجلس میں
سوائے سوزؔ کے آتش زباں نہیں دیکھا

دل[2] لے گیا شہسوار میرا   غفلت میں کیا شکار میرا
جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں   رہتا صبر و قرار میرا
اس تنہائی پہ رحم کر جان   میں ہوں اور انتظار میرا
جاتا ہوں اب تو تیرے در سے   دل رکھ تو یادگار میرا
اے باد صبا ادھر تو جانا   جس جا ہو وہ غمگسار میرا
کہنا یہ کے تری خاطر (کذا)   تو نے ڈالا اجاڑ میرا
کیا ہو جاتا جو عید کے دن   ہوتا تو ہم کنار میرا
آخر روز حساب پیارے
لوں گا جو ہے قرار میرا

عاشق[3] زار ترا زلف گرہ گیر ہوا   عین آزادی میں پابستۂ زنجیر ہوا
آپنی آنکھوں میں تو پاتا نہیں کچھ نقش و نگار   ایک ہے نقش کا آئینۂ تصویر ہوا
بے پر و بال سے محبوس قفس ہوں صیاد   ورنہ دل تنگی سے اپنی ہی میں دل گیر ہوا
سوزؔ وہ تھا کہ کھلے جس سے جہاں کے عقدے   عاجز قوت سرپنجۂ تقدیر ہوا

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

ژالہ[1] ساں یہ دل ہمارا آب ہو کر گل گیا
برق کی مانند اپنی آگ ہی میں جل گیا
بوالہوس دعوی بہت کرتا تھا اپنے عشق کا
سامنے ہوتے ہی اس قاتل کے کیسا ٹل گیا
ناتواں ہے دل اسے طاقت نہیں زنجیر کی
زلف کو ٹک کھول دے اے جان تیرے بل گیا
ایک عالم کے تو سینے میں پھپھولے پڑ گئے
کون تھا جو مونگ چھاتی پہ سبھوں کے دل گیا
آبرو کے طور پہ کہنے لگا ہے سوز شعر
طبع میں جودت جو آئی اس طرف کو چل گیا

* * *

یارب کدھر گیا دل غم خوار کیا ہوا
ہر دم کی آہ سے مری بیزار کیا ہوا
مینائے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان
ہوتا ہے کیف میں یہ مرے یار کیا ہوا
کنج قفس میں تو نے بسیرا لیا ہے حیف
کیوں عندلیب زار وہ گلزار کیا ہوا
آتی نہیں ہے سوز کی آواز جو سدا
کرتا تھا آہ آہ سو بیمار کیا ہوا

* * *

کیا دید کروں میں اس جہاں کا
وابستہ ہوں چشم خوں فشاں[2] کا
بھاتا ہی نہیں تیرے[3] دل کو اپنے
مذکور فلاں و بہماں کا
میاں رات کسی طرح تو کٹ جائے
مذکور[4] کرو کچھ اس جواں کا
رسوا[5] ہی کیا نہ آہ مجکو
اپنا بھی نہ دل نے عیب ڈھانکا

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے

[2] ع، چکاں

[3] ع، یہ دل کو واللہ

[4] م، کچھ ذکر کرو نہ اس جواں کا

[5] م، کیوں آہ جتا دیا تو نے (کذا)؛ آتا بھی نہ تو نے عیب ڈھانکا

ہرگز نہ ہلا تری گلی سے ق ممنون[1] ہوں جسم ناتواں کا
اک[2] روز کہا یہ میں نے اس سے   اک بوسہ ہی دے مجھے وہاں کا
تلوار اٹھا کے کہنے لاگا   ایسا تو یار ہے کہاں کا
اوتوز آگے سمھل کے جانا
بیٹھا ہے لگائے گھات بانکا

ہوا[3] دل کو میں کہتے کہتے دوانا   پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا
کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے   میاں میں بھی چلتا ہوں ٹک رہ کے جانا
گیا ایک دن اس کے کوچے میں ناگہ   لگا کہنے چل بھاگ بے پھر نہ آنا
ہماری یہ اُلفت بتاں کی یہ نوبت   بھلائی کا کچھ ہی نہیں ہے زمانا
دوانے کا بکنا نہیں معتبر ہے   مری بات تم دل میں ہرگز نہ لانا
مجھے تو تمھاری خوشی چاہیے ہے   تمھیں گو ہو منظور میرا کھپانا
کہاں ڈھونڈھوں ہے ہے کدھر جاؤں یارب
کہیں دل کا پایا نہیں میں ٹھکانا

پھر[4] موسم بہار نے نشو و نما کیا   پر تو نے اے صبا نہ دل غنچہ وا کیا
قاتل کے سامنے ہو عجب ہے کہ بچ رہا   واللہ دست تیغ سے اس کی بھلا جیا
تاثیر کچھ نہ کی دل سنگ صنم میں آہ   قاصد نے گرچہ حال سراسر سنا دیا
گزری تمام عمر ہی ساغر کشی میں لیک   یہ جام دست مرگ سے آخر نہ جا بچا

---

[1] ع، مرہون [2] ع، کل صاف کہا ہے میں نے اس سے [3] [4] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو
اے سوز آج جانا ہے تیرا ہڑا ہیا

دل کے ہاتھوں بہت خراب ہوا   جل گیا، بھن گیا، کباب ہوا
جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا   دیکھنا ہی خیال و خواب ہوا
یار اغیار ہو گئے اللہ[1]   کیا زمانے کا انقلاب ہوا
اشک آنکھوں سے پل نہیں تھمتا   کیا بلا دل ہی دل میں آب ہوا
سارا[2] دیوانِ زندگی دیکھا   ایک مصرع نہ انتخاب ہوا
میں[3] تو بے ہوش ہو گیا جب سے   تیری صحبت میں باریاب ہوا
سوز کچھ منہ بنائے آتا ہے
آج مجرے کا پھر جواب ہوا

بلبل[4] کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا   اپنے ہی دل میں پھول کے گلزار دیکھنا
نازک ہے دل نہ ٹھیس لگانا اسے کہیں   غم سے بھرا ہے اے مرے غم خوار دیکھنا
جو جو سنا ہے کان سے دیکھا ہو آنکھ سے   چپکا ہی رہیو اے لبِ اظہار دیکھنا
شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی   غیروں کے ساتھ شوق سے ہر بار دیکھنا
سودا کی بات بھول گئی تجکو سوز حیف
جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

---

[1] ع: ہیہات

[2] [3] یہ شعر م: میں نہیں ہیں

[4] یہ غزل م: میں نہیں ہے۔

آج[1] اس راہ دل رُبا گزرا　　جی پہ کیا جانیے کہ کیا گزرا
آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات　　میں تو اپنا سا جی جلا گزرا
اب تو آ یار بس خدا کو مان　　پچھلا شکوہ تھا سو گیا گزرا
رات کو نیند ہے نہ دن کو چین　　ایسے جینے سے اے خدا گزرا
سوز کے قتل پہ کمر مت باندھ
ایسا جانا ہے کیا گیا گزرا

بھلا[2] ہوا کہ میں آفاق میں حقیر ہوا　　نظر میں کوئی نہ لاوے گا بے نظیر ہوا
نہ بات پوچھی کسی سے کہ کوتہی کیا ہے　　اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صفیر ہوا
اگرچہ میں تو چھٹا جان دے کے قاتل کو　　ولے برنگ حنا خون دستگیر ہوا

کیا ہوا تجھ کو اے جوانی ہائے　　میں جدائی سے تیری پیر ہوا
سوز کو جانتے تھے ہوگا فقیر
میر تو تھا ولے امیر ہوا

یار گر صاحب وفا ہوتا　　تو[3] میاں جان کیا مزا ہوتا
ضبط سے میرے تھم رہا ہے اشک[4]　　ورنہ اب تک تو بہ گیا ہوتا
جان کا کیا بیاں کروں احساں　　یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
روٹھنا تب تجھے مناسب تھا　　جو تجھے مینے کچھ کہا ہوتا
ہاں میاں جانتا تو میری[5] قدر　　جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں [3] ع، کیوں [4] م، سرشک

[5] م، توسوز کی قدر

سوز[۱] سے کیوں نہ آشنا رہتا
عشق میں گر کبھی جلا ہوتا

زباں سے ہو سکے کب دل ربا تیری ثنا کہنا
مگر مکھڑے[۲] کو تیرے گھورنا اور واہ وا کہنا

سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد و واویلا
جو اس کوچے[۳] تلک پہنچو تو میری بھی دعا کہنا

قیامت تک نہ بھولے گی صنم[۴] اس آن کی لذت
ہمارا ہنس کے جی دینا تمہارا[۵] واہ وا کہنا

بس[۶] اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہیو
جو تجھ سے کچھ حقیقت کہہ نہ آوے کچھ تو جا کہنا

سبھوں[۷] کے روبرو کہنا کہ میرا سوز عاشق ہے
مناسب نہیں ہے پیارے ایسی باتیں برملا کہنا

انتظار[۸] وصل میں میں تھک گیا
ہجر کے ہاتھوں کلیجہ پک گیا

میں نے جانا دوست اپنا وہ رقیب
آج پیارے میرے جی کا شک گیا

آہ میں قربان تیرے کیا کیا
شوخ سب احوال میرا لک گیا

داد چاہی میں نے اس بیداد سے
کہنے لاگا کیا دیوانہ بک گیا

سوز کہہ دیتا ابھی پر کیا کرے
تیرے ڈر سے راز دل کا رک گیا

---

[۱] یہ شعر، م میں نہیں ہے [۲] ع، مگر صورت کو تیری دیکھنا [۳] ع، جو اس کے کو تلک [۴] ع، میاں [۵] ع، جی دینا، تیرا مرحبا کہنا [۶، ۷] یہ دونوں شعر، م میں نہیں ہیں [۸] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

لہ جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا   چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا
پہنچے ہے خیال اس کے کوئی وصف تلک اپنا   واں دخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا
اک نسخہ نویس اس کے مطب کا ہے مسیحا   ہے علم مداوا کے اسے سود و زیاں کا
ہر شخص کسی کا دہن ایسا ہے کہ جس سے   چھٹ اس کے ادا شکر ہو بخشندۂ جاں کا (؟)

ہر موے تن خلقت خاکی جو زباں ہو
مقدور کسے ہے ترے احساں کے بیاں کا

* * *

دلا دریاے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا   جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمد کا
محمد علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ   غلام اس کا ہے تو جو کلب ہے باب محمد کا
قد رعنا جو اپنا خم کیا بہر نماز اس نے   ہوا جس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا
زمین و آسماں ہوں (کیوں) نہ روشن نور سے اسکے   کہ ہے یک پرتو خورشید مہتاب محمد کا
کہا پیر خرد نے موجب خم پیر گردوں کا   یہ بختی بار کش رہتا ہے اسباب محمد کا
ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا   دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قاب محمد کا

ہوا ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمد کا

* * *

دیکھ دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائے گا   میاں بغیر از قطرۂ خوں اور کیا تو پائے گا
قتل کی نیت کو گر آیا ہے تو کیا دیر ہے   پر مجھے تو مار کر ظالم بہت پچھتائے گا
میں ہوں جو تیری جفائیں اسقدر سہتا ہوں یار   ورنہ دیکھیں گے مجھے تو ڈھونڈھ کر تو لائے گا

پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو آمت ستا
مت ستا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائے گا

لہ یہاں سے آخر ردیف الف تک کی غزلیں ع میں نہیں ہیں۔

چلے ہو کس طرف یک بار منہ کو موڑ کر جانا   کہیں مشرب میں ہے جلتوں کو روتا چھوڑ کر جانا
جو بیداری میں جاؤ گے تو میں ....   اگر جانا بھی ہے تو مجھ کو سوتا چھوڑ کر جانا
جو دل تھا سو تو اسکو لے چلے باقی رہیں آنکھیں   انھوں کی بھیک کا کاسہ بھی ظالم چھوڑ کر جانا
تمنا، آرزو، اُمید، حسرت، پیش کش تیری
رہا اک رشتۂ اُلفت اسے مت توڑ کر جانا

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا   کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا
پڑا سونے دے تا روزِ قیامت   جو چونکا بھی جگائے سے دوانا
تو اپنے سر کو ٹکرائے گا اس سے   نہ دیکھے گا یہ اپنا نے بگانا
کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے   کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
کسی کے پانو پر سر رکھ کہے گا   کہ مجھ کو ذبح کر کر یاں سے جانا
تماشا تجھ کو یہ اچھا لگے گا   بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا
بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان
کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا   دیکھنا ہی دیکھ لو ہے وقت آخر سوز کا
اب تو جانا ہی جہاں سے لیکے انبار گناہ   دیکھیے کیا حال ہو اس معصیت اندوز کا

اتنا تو بول منہ سے یہ سوز کو ہوا کیا
یارو بھلا تو دیکھو یہ ناتواں موا کیا

مگر مرے دل میں کچھ درد تھا   میں دیکھا کہ چہرہ بہت زرد تھا
یہ آتش مرے دل کی تھی مشتعل   کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا

نہیں پیکاں پہ جوہر نام ان نے تیر پہ لکھا   اشارہ قتل کا مجھ کو یہ کس تقصیر پہ لکھا
ہوئی تبدیل ہیئت یاں تلک غم سے جدائی کی   کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پہ لکھا
کہیں ہیں زلف کو سب دیکھ اس روئے مخطط پر   یہ لام افزود کیوں قرآں کی تفسیر پہ لکھا
بچے کس طرح جی روز ازل کاتب نے قدرت کے   ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پہ لکھا
نہیں چین جبیں اے ماہ اس محراب ابرو پہ   کتابہ زور اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا
جگہ دی نالۂ دل کو تری زلف چلیپا میں   یہ مصرع کر کے موزوں ہم نے اس تحریر پہ لکھا
خدا جانے کہ اے سوز اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا
ہمیں تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پہ لکھا

جو غم دل کا مرے مہماں نہ ہوتا   تو مصروف ضیافت جاں نہ ہوتا
غم و شادی نہ توام ہو تو یاں گل   گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا
اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام   تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا
نہ کرتا قتل تو روز قیامت   یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا
نہ جاتا سامنے اس سادہ رو کے
تو اے سوز آئنہ حیراں نہ ہوتا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا   ز شام تا بہ سحر ہے فراق آئینہ کا
ہوا ہوں اس قدر... کی شکل سے بیزار   کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا

تمہارے چہرے کو دیکھا ہی جب سے خوباں نے　　گیا ہے دید مقرر طلاق آینہ کا
رہی ہے خانۂ شکل پہ چشم اپنی کی ان بن　　کہ جیسے بسی پہ ہے رواق آینہ کا (؟)
سوائے یار کی صورت نظر نہ آیا کچھ　　ہمیں جو دید ہوا اتفاق آینہ کا
دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے مغرور　　مرے تو دل پہ ہے روشن نفاق آینہ کا
زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب تو اے سوز
سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آینہ کا

ستمگروں سے کسی کا تو زور چل نہ سکا　　پھنسا جو دام میں اک تو پھر نکل نہ سکا
جہاں کی بیٹی میں دل ہم کو یہ ملا سو ملول (؟)　　دے ادب سے کسی دل سے میں بدل نہ سکا
ملا جو نشوونما جس کو اس جہاں میں ہائے　　یہ بحر عشق میں ڈوبا کہ پھر اچھل نہ سکا
میں دیکھ دیکھ اسے اس قدر ہوا حیراں　　کہ مارے حیف کے دست فسوس مل نہ سکا
کہوں میں سوز کا کیا حال تجھ سے اے ہمدم
لگا جو تیر اسے جا سے اپنی ہل نہ سکا

آینہ سے جو میں دوچار ہوا　　سر مخفی آشکار ہوا
قاصدا راست کہہ قسم کھا تو　　تیرے مکھڑے کے میں نثار ہوا
اپنے منہ سے کہا کہ سوز کو میں
مار ڈالوں گا جب سوار ہوا

گل تو جاتا رہا پہ خار رہا　　مفت میں دل مرا فگار رہا
نقش پورا ..... ترے تن کا　　ماہ گردوں پہ نیم کار رہا

تجھ بنا میرے تن میں میری جان   دل غمدیدہ زار زار رہا
در تلک تیرے جا کے پھر آنا   سوز کا اب یہی شعار رہا

سنو تو تم نے کبھو ہم کو یاد بھی نہ کیا   کبھو پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
ہمارا دل بھی صنم خانۂ قدیمی تھا   میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
اے سوز سنیو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
ذرا بھی منہ نہ لگا داد داد بھی نہ کیا

تو جو پوچھے ہے کہ تیرا دل بتا کس نے لیا   بس حیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا
چور اور سرہنگی ہم آنکھیں نہیں پہچانتے   مت خفا کر مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا
مال میرا ہے ابھی میں چھین لوں تو کیا کرو   چھڑا نکالی ہے یہ میری واہ وا کس نے لیا
باز آ اس گفتگو سے لے لیا تو لے لیا   بس مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا
تو ہے یا میں ہوں یا دل تھا انھوں میں میرا   تو ہی بتلا نہ کہ ہم میں سے چرا کس نے لیا
سوز کو کل چوک میں دیکھا عجب احوال سے
پوچھتا پھرتا تھا میرا آشنا کس نے لیا

شہرۂ حسن سے از بس کہ وہ محجوب ہوا   اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا
ٹوکتا ہے جو کوئی رونے کو ڈر کے مارے   آنکھ اٹھاتا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا

صنم نے قتل جب میرا کیا تھا   تو بارے خوں بہا ٹک ہنس دیا تھا
اگرچہ مر گیا تھا میں اسی آن   ولے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا

نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا   کہوں کس منہ سے اس میں (کیا) مزا تھا
بہایا خون عاشق تیغ جبڑ کر   یہی پیارے ہمارا خون بہا تھا
جو کچھ گزرا سو گزرا مت کہو تم   یہی کاتب نے قسمت کے لکھا تھا

نہ اپنوں نے کبھو پوچھا نہ بیگانوں نے آ دیکھا   الٰہی اس جہاں میں آن کر جز رنج کیا دیکھا
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوش دوں کس کو   جسے غمخوار سمجھا میں اسے اہلِ دغا دیکھا
سبھی آغاز میں مارے گئے عشاق دنیا کے   ازل سے اب تلک کس نے کسی کا انتہا دیکھا
اٹھا لے یا الٰہی اس جہاں سے مجھ کو اب جلدی   اب اس سے آگے کیا دیکھوں گا بس میرے خدا دیکھا
جو آیا اس جہاں میں جب گیا شاکی گیا یارب   کوئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا
کسی کو اس نے رتبے پر چڑھایا ہے تو دو دن میں   بسانِ اوج فوارہ وہیں الٹا گرا دیکھا
جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب سے بڑا دانا   اسے اس گردش چرخ ستمگر سے پسا دیکھا
نہ کہتے تھے تجھے اے یار دنیا میں لگا مت دل   کسی کو غم بجز سچ کہیو اپنا آشنا دیکھا
بھلا میاں سوز ہم سے راست بولو عشق خوباں میں
بجز درد و الم پھر اور تم نے کیا مزا دیکھا

آہ کے کرتے ہی جگر ہل گیا   اشک کے بہنے سے بدن گل گیا
بلّہ رے نازک بدنی یار کی   ایک ٹھوکے میں تلا تل گیا
ایک پھپھولا ہو تو پھوڑوں اسے   سر سے بدن پانو تلک پھل گیا
دیکھ لیا تم کو بھی اب سوز جی
کونے میں بیٹھا تھا سو یہ جھل گیا

ب

کھولی گرہ جو غنچے کی تونے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب
گل داد عندلیب کو پہنچا تو کیا ہوا
فریاد کو مری ہے پہنچنا ترا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب
فرزند اس زمانے میں ہوں کب پدر سے صاف
آئینے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب
بالیں پہ تو مری نہ جگہ تنگ کر مسیح
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونا شفا عجب
بیگانہ[1] وار آ کے ہو جھا (ذکو) کبھو ہمیں
تم بھی کوئی ہو جان مرے آشنا عجب

کی سیر ملک ملک کی اس سوز نے ولے
اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

صاحب[2] عصمت کو نامحرم سے لازم ہے حجاب
محتسب آگے اسی خاطر نہیں ہوتی شراب
یار آوے گا تحمل کر ذرا تو سانس لے
کیا بلا مارے تجھے اے سوز اتنا اضطراب
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہے
اپنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بسے خانہ خراب
آپ لہرائے .... بھولے ہو ساقی واہ واہ
انتظار جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب
جاں بلب ہوں پہ یہی حسرت ہے ٹک بھی دیکھ لوں
اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھا منہ سے نقاب

یار آوے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے
کیا بلا مارے تجھے اے سوز اتنا اضطراب

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے

[2] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

مجھ کو دھوکا دیا دکھا کے شراب   اے ان آنکھوں کا ہووے خانہ خراب
تشنہ لب کب تلک پڑا[1] تڑپھوں   آب شمشیر سے تو کر سیراب
اب[2] بھی کچھ نہیں گیا ہے اے ساقی   دیکھ بدمستیاں پلا کے شراب
عقل[3] ناصح کی دم میں ہوے بسوز   دیکھے دریاے غم کا گرداب
سوز[4] اتنا تو کیوں ہوا ہے نڈر
کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

کیا ہے اتنا بھی ادھر منہ نہ پھراؤ صاحب   لو جی ہم تم سے نہیں بولتے جاؤ صاحب
چور پکڑا ہے بھلا کیا ہے بغل میں سچ کہہ   اب کدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
دل[5] نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اسے ہوتا پیار   یاد مت اس کی دلاؤ نہ رلاؤ صاحب
فکر مت کیجیو دیوانے کو ہو کا[6]فی ہے   نام لے لے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب
یہ[7] وہی یار قدیمی ہے اسے پہچانو
اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

کون[8] سے اعمال کا بدلا ملا ہے یا نصیب   زندگانی سے بھی زیادہ کون سا ہوگا عذاب
اپنے گھر سے یوں جدا کر کر پھرایا شہر شہر   واہ واہ ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب
وہ ادھر تڑپتے ہیں پڑے اور ہم ادھر تڑپتے پڑے   کون اب ہم کو ملا دے گا بغیر از بوتراب
اب نہیں طاقت جدائی کی شتابی سے نملاؤ (کذا)   تم بناں ہے کون میرا یا شہ عالی جناب

---

[1] ع، رہوں ظالم
[2]، [3]، [4] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[5] یہ شعر م میں نہیں ہے
[6] ع، جو ہی بس ہے
[7] ع، یہ وہی سوز قدیمی ہے بھلا پہچانو۔ اپنے اس سوز کو اتنا نہ رلاؤ صاحب
[8] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید
دوسرے گھر کی مرے اب ہو چلی حالت خراب
تیسرے جس شہر میں میری ہوئی اب مسکنت
جس طرف اس کے نظر پڑتی ہے ہے گا آب آب
مجھکو یہ امید ہے اے قبلہ گاہِ خافقین
جو سلامت اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب
نام تیرا مرتضیٰ اور کام ہے مشکل کشا
ہے یہ بڑی مشکل اسے آساں کرا اے عالی جناب
قرض کو اپنے اتاروں اور کروں کار خیر
جس کی خاطر یوں پڑا پھرتا ہوں در در یوں خراب (کذا)
سید الشہدا کو سونپ آیا ہوں دلبندوں کو میں
وہ ملا دیں گے مجھے ایک ایک کا کر کر حساب

سوزؔ کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہِ دیں
بعد اس کے کربلا کا کیجیے اس کو تراب

---

[۱] بس کہ دل میں بس رہی ہے گی صدائے عندلیب
بوئے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب
ہم صفیر عیش میں ہیں، ہم قفس میں بند ہیں (کذا)
دل ہوا پامال سن آوازِ پائے عندلیب
قید تو کرتا ہے اے صیاد لیکن پر نہ کاٹ
بے پر و بالی مگر ہے خوں بہائے عندلیب
آشیاں میرا اجاڑا باغباں اتنا بھی ظلم
اب کدھر سے ہو گئی گلشن میں جائے عندلیب
ہمقریں ہوں خار ہم دیوار پہ تکتے رہیں
واہ وا جی واہ وا اے آشنائے عندلیب

سوزؔ سے روٹھے رقیبوں سے ملے اچھا کیا
خوش لگے زاغ و زغن تم کو بجائے عندلیب

---

[۲] ..... کب تلک ہجراں میں ہم نالاں رہیں یارب
جو تجھے بھی نہ چاہیں وہ تو کس سے کہیں یارب
نہ الفت نے مروت نہ تواضع نہ مدارا ہے
کلیجا پک گیا ہے اب یہ دکھ کب تک سہیں یارب

[۱-۲] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

کبھی تو تھم رہیں اللہ آخر میں بھی انساں ہوں
یہ آنسو روز و شب آنکھوں سے کیا یونہیں بہیں یارب

چشم عبرت کھول کر ٹک دیکھ تو اے مست خواب — دہر نے کن کن ملوکوں کا کیا خانہ خراب
مسند فرعونیت پہ بیٹھتے تھے جو بہ ناز — اہل استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب
خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر[1] نہیں — کون سا ان میں ہے رستم کون سا افراسیاب
بارہ ساعت کے لیے افلاک پہ پہنچا دماغ — واہ واہ ان کو بھی کہہ تو آفتاب و ماہتاب
[2]جاں بلب ہوں تیرے آنے کا ہے اب بھی انتظار — تجھ کو آنا ہے تو جلدی آ کہ جھٹ جاؤں شتاب
[3]آنکھیں تو پتھرا گئیں تجھ سنگدل کے دھیان میں — .... ان آنکھوں کا ہو خانہ خراب
[4]پوچھیو تو باندھ کر کس پہ چلا ہے تو کمر — میں پڑا کھاتا رہوں گا تا قیامت پیچ و تاب
[5]اس سے کہہ دو سوز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر — اور سب کاموں سے اس کا گاڑنا ہے گا ثواب

ان دنوں کچھ[6] سوز کو دیکھا ہے تم نے واہ واہ
ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

---

[7]خط نہیں یہ سب کہ ہے چہرہ مرا صاحب حجاب — حسن اپنا ڈھانپنے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب
صاحب عصمت کو بیگانوں سے لازم ہے حجاب — محتسب لگتا ہے کیا جو روبرو ہوئے شراب
یار مت رو کہ چھڑکو میرے منہ پر تم گلاب (کذا) — لگ رہی ہے آگ دل میں ہو رہا ہوں میں کباب
دم تو میں سادھے ہوں جو آتی تلک ٹھہرا رہی — میرے صاحب کو کوئی جا کر بلا لاؤ شتاب

---

[1] ع، پیدا
[2-5] ۲-۳-۴-۵ یہ شعر ع، میں نہیں ہیں
[6] ع، میں
[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

یہ کہیو میری طرف سے جاکے اس بیرحم کو   اب بھی کچھ باقی رہا اے تند خو کب تک عتاب
جاں بلب ہوں تیرے ہی آنے کا اب ہے انتظار   تجھ کو آنا ہے تو آ جلدی کہ چھپ جاؤں شتاب
آنکھیں تو پتھرا گئیں تجھ سنگدل کے دھیان میں   سب خرابی ان کی ان لوگوں کا ہو خانہ خراب
پوچھیو تو باندھ کر کس پر چلا ہے اب کمر   میں قیامت تک کھڑا کھاتا رہوں گا پیچ و تاب
آپ لہرائے ہمیں بھرے ہو ساقی واہ واہ   انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہے   اپنے ہاتھوں سے نہ کر اے گھر بسے خانہ خراب
یار آوے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے   کیا بلا ہے تجھے اے سوز اتنا اضطراب

یہ تو کہہ دو سوز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر
اور سب کاموں سے اس کا مارنا ہوگا ثواب

ہمارے پاس بھی گاہے بگاہے آئیے صاحب   دیا کچھ راہ ملنے کی ہمیں بتلائیے صاحب
کسی کے لینے دینے میں نہیں جو ہوں تو ہوں لیکن   تمہارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب
پڑے تھے دل کے پیچھے سو تو اس کو لے چلے اب کیا   وگرنہ جان ہے درکار تو ستائیے صاحب
لیے چک جان بھی اللہ اکبر ہم ہوئے رخصت   تمہارا کام پورا ہو چکا اب جائیے صاحب
تبسم[1] ہے ادا ہے ناز پنہاں ہے مدارا ہے   انھیں باتوں نے طفلِ دل کو بہلائیے صاحب
گزک[2] کا شوق ہے تو ہونٹ ناحق کیوں چباتے ہو   کبابِ دل تو ہے تیار ان کو کھائیے صاحب
بھلا[3] ہم بھی تو آ پہنچے ہیں ....   مکرتے تھے بہت تم ہم سے اب فرمائیے صاحب
قیامت[4] تک رہے گی کہنے سننے کو وفا تیری   کھڑے رہ کر ذرا میرے تئیں گردائیے صاحب

---

[1] [2] [3] [4] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

[1] یہ چھیڑیں کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہوں میں بھی
تمھارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب

تو مرے دل کو ملا دے یارب　　میرے روٹھے کو منا دے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط　　اس لگی کو تو بجھا دے یارب
آج پایا ہے پلنگ پر سونا　　میرے طالع کو جگا دے یارب
جس طرح عشق لگایا ہے مجھے[2]　　عشق کو عشق لگا دے یارب
جیسی[3] اس دل کو لگی ہے اب تو　　اس کے بھی دل کو لگا دے یارب
بھیج کر میرے مسیحا کو آج
مردہ[4] ہے سوز جلا دے یارب

سچ ہے یہ رونے میں ہوتا ہے اثر آخر شب　　اشک میرے ہوئے دامن میں گہر آخر شب
صورت ماہ شب بیست و پنجم وہ شوخ　　گاہ گاہے مجھے آتا ہے نظر آخر شب
صبح تا ہوئے نہ شرمندہ ترے مکھڑے سے　　شمع کر جائے ہے مجلس سے سفر آخر شب
آہ[5] یاں تک میں سر شام سے رویا تجھ بن　　سیل خوناب گیا[6] سر سے گزر آخر شب
سنیو[7] کہتا ہے رہوں سوز کے گھر کیونکر واہ
گھومے ہے مجھ کو بہ انداز دگر آخر شب

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے [2] ع، لگا ہے مجھ کو [3] م، میں یہ شعر یوں ہے۔ جو ترے دل کو دکھایا اس نے　اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب [4] ع، مر گیا۔

[5] ع، آہ تجھ بن میں سر شام کو رویا ایسا [6] م، بہا [7] ع، سنیو کہتا ہے کہ میں سوز کے گھر کیونکے رہوں۔

[۱] موتیٰ کو بھی ترے کرے احیا پیام لب   عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب
جوں خضر زندگی ابد ہو اسے نصیب   یکبار دے تو جس کے تئیں بھر کے جام لب
بوسے کی آرزو میں کٹی عمر پر کبھو   اک دن ترے لبوں سے نہ پایا میں کام لب
ہم سلسلے میں بات کے اس کے ہوئے اسیر   رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب
جب تک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
سحباں سنے جو سوز ترا اب کلام لب

---

[۲] شکر حق ساکن ہوا اب دل کا میرے اضطراب
سبزہ و گل کی جگہ ....
انتظار مرگ سے اب جان میں باقی نہیں
کاشکے یہ زندگانی دے شتابی سے جواب
سوز گر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پھر
یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب

---

[۳] آ خدا سے ڈر نہیں یہ شیشہ خالی محتسب   تیغ ہے اس میں شراب پرتگالی محتسب
کیونکے ترکِ مے کریں کچھ آج کے میکش نہیں   ہم نے میخانے میں آکر سدھ سنبھالی محتسب
گو[۴] سبوئے مے مرے سر پہ ہے تیری بھی تو ہر   وضع کچھ دستار کی سب سے نرالی محتسب
ریش کو شملے سے بن[۵] باندھے کوئی رہتا ہوش میں   ہات آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب
دخت[۶] رز کچھ ایسی ہے تیری جو تجھ پہ ہے حرام   ہم نے تیری ضد سے اب وہ گھر میں ڈالی محتسب
پھر[۷] جو نکلا میکدے کی راہ تو پیچھے ترے   بیت یہ سکھلا لگا دوں گا ڈفالی محتسب
تیرے غرانیکو خاطر میں نہیں[۸] لاوے گا سوز   تجھ کو سمجھے ہے وہ پشم شتر قالی محتسب

---

[۱] ع۔ مرے کو زندہ کر دے جو ہیں اس کا نام لب [۲] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [۳] م، گر حذر میرا نہیں ہے شیشہ خالی محتسب [۴] یہ شعر م میں نہیں ہے [۵] ع، تیرے باندھے بن رہتا ہیں۔ [۶، ۷] یہ شعر ع میں نہیں ہیں۔ [۸] م، کوئی لاوے گا سوز

تو[1] نے مجکو نہیں کیا ہے خراب　　تیرے جوروں سے میں نہیں بیتاب
تو نے مجھ کو نہیں کیا پامال　　آنکھ اٹھا دے نہ اس کا مجھ کو جواب
آہ اے بیوفا خدا سے ڈر　　کب تلک دل کرے گا میرا کباب
سوز کا مارنا ہے کچھ مشکل
جس طرح کوئی توڑتا ہے حباب

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب
کبھی[2] آئینہ تم دیکھو گے تب پوچھو گے ہاں صاحب
میں[3] راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر
کہ چشم بد سے ہو محفوظ تیرا جسم و جاں صاحب
جو[4] تم نے منع آنے کو کیا اچھا کیا اچھا
مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بدگماں صاحب
ہم[5] اپنا کعبہ تم کو پوجتے تھے قبلہ بد سمجھے
زمانہ اب یہی ہے تم بھی سچے ہو گئے ہاں صاحب
سبک[6] ہو جانے کا نظروں میں کچھ یہ بھی تمہارا ہے
نہ ہوجے سوز سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب　　سنتے ہی منہ پھرایا، لو صاحب
اور کیا ہو سکے گا تم سے یہ　　میرے حق میں اگر کرو صاحب

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] تم کبھی اپنے تئیں دیکھو گے
[3] [4] [5] [6] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

میں جو نکلوں تو تم یہ کہنے لگو
میرا آیا ہے وحشی لو صاحب
سوزؔ کو تم بُرا جو کہتے ہو
کیا تمھارا ہے یہ بھی ہو صاحب

ت

گو[1] کہ گل جائے استخواں یا پوست
گور میں سے پکاروں گا یا دوست
پیارے بوسہ نہیں تو گالی ہی
ہرچہ از دوست می رسد نیکوست
جانمن ہر کسی کا جی نہ کڑھاؤ
قول تو نے سنا نہیں ہمہ اوست
مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ
یہ ملاتی ہے جلد دوست سے دوست
سوزؔ کو شاعروں سے کیا نسبت
دیکھیو صاحب اس کی گفت وگوست

دین و کفر آنکھوں نے تیری کر دیا اے یار مست
صاحبِ تسبیح مست و صاحبِ زنّار مست
چشم و ابرو کو ترے یوں دیکھ کر کہتی ہے خلق
تُل رہے ہیں کھینچ کر آپس میں دو تلوار مست
جام گل نے کھو دیا ہی باغباں کا اب کے ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست
چاہتی ہیں خونِ دل یوں دمبدم انکھیاں تری
بادۂ گلرنگ کو مانگیں ہیں جوں ہر بار مست
چشم کے گوشے سے آنے کا اشارہ کر گیا
بات وہ سچی[2] نہیں جس کا کرے اقرار مست

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[2] م، سچ ہی

ہوش مجھ کو تا دمِ محشر نہ آوے گا طبیب ہو گیا ہوں میں بیادِ نرگسِ بیمار مست
سچ تو کہہ کس میکدے میں آج یہ مے پی ہے سوزؔ
دیکھ کر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

تیرے[1] عاشق کو نہیں ہے کچھ خیالِ خوب و زشت
ہے اسے یکساں ہوائے دوزخ و بادِ بہشت
حاجیو طوفِ دلِ مستاں کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے میں دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
اپنے اس معمورۂ تن سے ہوں میں ہی بے خبر
گبر و مومن کو کہو کعبہ بسا دیں یا کنشت
ناصحا[2] گر یار ہے ہم سے خفا تو تجھ کو کیا
چینِ پیشانی ہے اس کی ہی ہماری سرنوشت
ناصحا[3] تیری نصیحت دل نہ مانے گا کبھی
کیا نفع سمجھائے سے ایسے کے جو ہو بدسرشت
سوزؔ نے دامن جو نہیں پکڑا تو وو نہیں چیں کر
کہنے لاگا ان دنوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت

---

[1] م: تیرے حیراں کو۔ ع کے حاشیے پر، محو کو تیرے

[2] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

رندو[1] کہو جھک جھک کے مئے ناب سلامت
کہہ شیخ تو جھک مار کے محراب سلامت
دنیا کو کیا ترک ہوے پادشہ وقت
کس کو ہے غرض جو کہے نواب سلامت
کب تاب ہمیں سرکشی شمع کی آوے
وادی کا ہماری رہے مہتاب سلامت
ناصح یہ تری چھیڑ ہے جب تک کہ جہاں میں
قانون محبت کا ہے مضراب سلامت
دنیا میں اگر سوز شکستہ ہے عجب کیا
ملتا ہی نہیں گوہر نایاب سلامت

نکل نہ گھر سے تو اے ماہتاب کی صورت
جلے گی دیکھ تجھے آفتاب کی صورت
شراب پیتے ہوئے سن کے تجھ کو غیر کے پاس
ہوا ہے جل کے مرا دل کباب کی صورت
کرے غرور نہ کوئی کہ بحرِ دنیا میں
ہوا ہے مل کے تن و دم حباب کی صورت
خدا ہی جانے کہ آرام کس کو کہتے ہیں
کبھی نہ دیکھی ان آنکھوں نے خواب کی صورت
جو کچھ گزرتی ہے اے سوز اس کے ہاتھوں سے
کہوں میں کیا دلِ خانہ خراب کی صورت

ہر شخص نہیں یار[2] سزاوارِ محبت
کم ظرف[3] ہیں کرتے ہیں جو اظہارِ محبت
کہتے وہ نہیں[4] منہ سے کہ عاشق ہیں کہیں ہم
خاموش ہیں جوں غنچہ طلبگارِ محبت
سیراب تو کر آب سے شمشیر کے قاتل[5]
مرتے ہیں پڑے تشنۂ دیدارِ محبت
مت داغ اے بوجھ کبھو سیر کر اس کی
پھولا ہے مرے[6] دل میں گلزارِ محبت
مجھ[7] سے تو بتاں رشتۂ الفت کو نہ توڑو
ہر رگ ہے مرے جسم میں زنّارِ محبت

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے۔ [2] ع' آہ [3] م' نادان ہیں [4] م' کچھ منہ سے [5] م' پیارے۔ [6] ع' دل ہی دل میں [7] ع' مجھ سے اے صنم رشتۂ الفت کو نہ توڑ آہ۔ ہر رگ مری جاں جسم میں زنّارِ محبت

دل ہاتھ میں ہر چند پھرا لے کے بہ ہر سو   پایا نہیں[1] دنیا میں خریدارِ محبت
اے سوز ترے[2] عشق کا سودا تو ہوا گرم
ٹک[3] دیکھیو تو گرمیِ بازارِ محبت

یہ[4] لوگ عبث لیتے ہیں کیوں نام محبت   یہ وہ نہیں جن سے ہو سر انجام محبت
ہے[5] مرگ کے مانند خمار اس کا کشندہ   میں[6] دل سے کہا تھا کہ نہ لے نام محبت
ہو[7] تلخ اگر بوسہ دیا تم نے مزہ کیا   شیریں ہے میاں اس سے تو دشنام محبت
آ[8] وائے عجب ساعتِ بد ہو گئی کہ جس وقت   اس شوخ نے بھیجا مجھے پیغام محبت
رسوا[9] ہیں عجب طرح سے کچھ آپ کو پایا   ہووے نہ الٰہی کوئی بدنام محبت
باتوں پہ نہ جا خوبوں[10] کی اے سوز کہ ان کا   عرصہ نہیں رکھتا ہے کچھ ایام محبت

ہوا[11] اب کی سرسبز بستاں نہایت   ولے[12] اب کی بلبل ہے نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل کو نہ[13] مل اس سے پر اب   سخن ناشنو ہے پشیماں نہایت
کھلا کس کا بندِ قبا اس نے دیکھا   کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت
نہیں سوز پروانہ گر اس کے دل میں   تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت
نہ جانے دے دیوانے کو اس میں اے سوز
کہ دل کش ہے سیرِ بیاباں[14] نہایت

---

[1] م، پایا نہ کوئی ہائے۔ [2] م، یہ [3] م، اب دیکھ تو ٹک [4] م، رات سے تو مرے آگے میاں نام محبت۔ یہ منہ نہیں جس سے ہو سر انجام محبت۔ [5] ع، ہے نزع سے افزودہ [6] ع، دل سے تو [7] ع، ہو تلخ دیا تم نے جو بوسہ تو مزا کیا۔ شیریں ہے یہیں اس سے تو دشنام محبت [8] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔ [9] ع، رسوا ہو عجب شان سے [10] ع، باتوں پہ نہ جا ان کی تو [11] ع، ایسا ہی ہے سیر بستاں نہایت [12] م، سبب کیا ہے۔ [13] ع، نہ مل ان بتوں سے۔ [14] ع، گلستاں۔

ہوئے ہیں غنچوں کے دل بیقرار تیرے ہات
لٹی چمن سے گلوں کی بہار تیرے ہات
خزاں سے پوچھے ہے رو رو کے آج یوں بلبل
لٹا ہر باغ کا یہ[1] برگ و بار تیرے ہات
دل رمیدہ مرا ایک[2] جہاں سے اے صیاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات
جنھوں کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیوں کے روئیں اب از زار تیرے ہات
تمام عمر مری اس چمن میں جوں نرگس
مندی نہ چشم ٹک[3] اے انتظار تیرے ہات
نہیں کچھ اور دکھ اُس وقت بے قسم ناصح
میں اب[4] جو روؤں ہوں بے اختیار تیرے ہات
خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجراں
جلے ہے سوز کا دل شمع وار تیرے ہات

دل لے چلا ہوں نذر[5] ہی اب تو برائے دوست
سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست
دل[6] پر یقین تھا کہ یہ ہے صاحب وفا
اپنا نہیں ہے جب سے ہوا آشنائے دوست
اور آرزو نہیں ہے مری تجھ سے اے خدا[7]
یا خشت پائے خم ہوں و یا خاک پائے دوست
دوزخ کا خوف اس کو نہ جنت کی آرزو
جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست
دل ایک اس میں غیر کا کیا دخل غیر سوز
مشرک[8] ہے وہ جو یاد رکھے ہے سوائے دوست

تڑپھے ہے روز و شب دل مفتوں بجان دوست
کیا مہرباں ہوا دل نا مہربان دوست
لینا ہے جس کو لیوے کہ سودا ہے سود کا
اب شام تک کھلی ہے محبان دکان دوست

---

[1] ع، کیا [2] ع، دو [3] ع، سن [4] ع، یہ
[5] م، اب تو نذر ہیں [6] م، دل پر مرے یقین تھا تو ہے صاحب وفا [7] ع، کلال
[8] م، مشرک ہے یاد رکھے جو کوئی سوائے دوست۔

کہتا ہے تجھ کو قتل کروں گا میں ایک روز   شکر خدا کہ ایک ہے دل اور زبان دوست
ٹھوکر سے سرفراز کر اس کو دم آخیر   یہ سر نہیں جھکا ہے بجز آستان دوست
اے سوز کوئی خوف نہ خطرہ رہا مجھے
جس کو کہ اپنے امن میں لایا امان دوست

آج نسیم سحر دے کے ذرا بوئے دوست   لے گئی یکبارگی ہوش و خرد سوئے دوست
تیر تو مت کھینچیو قوت بازو ہے یہ   پیار سے بیٹھا ہے دوست آن کے پہلوئے دوست

یار بن اپنی بلا سے گو کہ آئی ہے بسنت   یہ خوشی ہو ان کو جن کے جی کو بھائی ہے بسنت
گو نہیں طنبور ڈھولک ہی اٹھا لا مطربا   غنچوں کے چٹکے پہ ہر بلبل نے گائی ہے بسنت
گل نہیں ہنستے چمن میں تم پہ کچھ اے بلبلو   دیکھ رنگ زرد میرا کھلکھلائی ہے بسنت
کھینچ لائی ہے چمن میں کیوں کے اس مغرور کو   تو نے کیا سرسوں ہتھیلی پر جمائی ہے بسنت
پرتو ہے رنگ عاشق کا بہ چشم اہل دید
سوز[۱] جن کو فصل گل نے کر دکھائی ہے بسنت

صاحبو[۲] تم سے راست کہتا ہوں   شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی   دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
میں انھوں میں تھا سب کا چہتا یا   وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی   کیوں کے بر آئے تجھ سے یہ صحبت

---

[۱] م، سوز کو جس فصل گل نے کر دکھائی ہے بسنت   [۲] یہ غزل م، میں نہیں ہے

یا تو ہم سے کیا کرو باتیں
یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا
انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزون تھے وہ صاحب لوگ
مجھ کو بھی اتنی ہو گئی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں
شاعروں میں ملی مجھے شرکت
ورنہ میں اور شاعری توبہ
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

ث

نہ کی صحبت نے اپنی یار میں تاثیر کیا باعث
طلا اس مس کو کر سکتی نہیں اکسیر کیا باعث
خبر لے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں سے
نہیں آتی صدائے نالۂ زنجیر کیا باعث
شکستِ و ریختِ ہر گھر کی جہاں میں ہوئے ہے بارز
ہمارے خانۂ دل کی نہ ہو[1] تعمیر کیا باعث
ہوا جاتا ہوں پیارے قتل ابرو کے اشارے سے
یہ مجھ پر کھینچنا ہر دم دمِ شمشیر کیا باعث
ترے[2] ہونے سے روگرداں میں جوں آئینہ حیراں ہوں
گنہ کچھ مجھ سے دیکھا کچھ مری تقصیر کیا باعث
نہ[3] ملنا تھا بجا ہم سے دنوں میں سادہ روئی کے
خط آنے میں جو کیجے ملنے میں تاخیر کیا باعث
بہار آئی ہے اب تک تموز کے تم دل سے غافل ہو
نہیں کرتے ہو کچھ دیوانے کی تدبیر کیا باعث

---

[1] ع، نہ کی

[2-3] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

ج - چ - ح - خ

ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشو و نما ہیچ — بنشین و بیا ناز و ادا ماہ و شما ہیچ
یک ہستیِ موہوم ہے کل صورتِ اشیا — ہے دیدۂ تحقیق میں جز نامِ خدا ہیچ
یوں[1] جلوہ دکھاتے ہیں فنا کا یہ شب روز — اس پر بھی سمجھتے نہیں سارے حمقا ہیچ
سب مو کمر و غنچہ دہاں کے ہوئے طالب — کوران بصیرت کا ہے منظور سو کیا ہیچ
عاقل سے زمانے کے کیا خوب جو تحقیق — یعنی یہ جہاں کیا ہے تو بولا کہ سدا ہیچ
جب ہیچ ہی سب بوجھ چکے وضع جہاں کو — غم ہیچ طرب ہیچ ستم ہیچ عطا[2] ہیچ
بس سوز کے پہلو سے سرک جاؤ[3] طبیبو
عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا ہیچ

سیر[4] گلشن ہے اور سحاب ہے آج — ساقیا موسم شراب ہے آج
یک طرف سیل ہے ہو یکطرف آب — خانۂ توبہ بس خراب ہے آج
کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند — جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج
یکطرف ابر یک طرف خورشید — واچھڑے زور ہی آب تاب ہے آج
زلف چھوڑے ہے اپنے مکھڑے پر
سوز کا دل نپٹ کباب ہے آج

---

[1] م: یوں جلوہ دکھاتی ہے فنا کا کہ شب و روز — پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے حمقا ہیچ

[2] م: بقا [3] م: بیٹھو [4] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

رہتے تھے شاد ہم تو نہایت عدم کے بیچ
اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ
اے[۱] دل تو میرے سینے سے باہر قدم نہ رکھ
صیدِ حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ
تجھ بن مرا گلا ہے تہِ خنجرِ اجل
پیارے[۳] پہنچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ
گرمی لگے ہے تجھ کو تو اے شوخ[۲] آ کے بیٹھ
خس خانے کی ہوا ہے مری چشمِ نم کے بیچ
آیا نظر جو سوز کو جامِ شراب میں
دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جامِ جم کے بیچ

جانِ عاشق کی نہ چھوڑیں گے ترے پیار کے بیچ
دل سمجھتا نہیں تو اس بت عیار کے بیچ
دل کو تو کھینچ لیا مارِ کمندِ کاکل
جان کھنچے پیچھے پڑے آپ[۴] کی دستار کے بیچ
کس طرح آنکھیں[۵] ملاتی ہے مرے گل رو سے
باغباں دیکھ تو اس نرگسِ عیار کے بیچ
عشق پیچے کی گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغباں اپنی نظر میں یہ گلزار کے بیچ
سبحہ[۶] گردانی پہ تو شیخ کی مت جا اے سوز
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

آتا نہیں جو سیرِ چمن کو وہ یار آج
نظروں میں لگتی ہے رگِ گل نوکِ خار آج
حیراں ہوں اس قدر کہ جھپکتی نہیں پلک
جوں آئنہ ہے مجھ کو ترا انتظار آج
صبر و شکیب، دین و دل، اب مجھ سے سب[۷] گیا
جز غم نہیں ہے کوئی مرا غمگسار آج

---

[۱] م، دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ [۲] م، ظالم [۳] م، یار [۴] م، بت عیار کے [۵] م، آنکھیں نکالے ہے [۶] م، سبحہ گردانی سے اس سوز کی مت جا اے شیخ [۷] ع، چھٹ گیا۔

ممکن نہیں کہ شام بھی ہونے دوا، تا ابد
گلشن میں تا نہ دیکھوں وہ صبح بہار آج
ساقی[1] نے اپنے کف سے دیا جام زہر سوز
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹا خمار آج

* * *

اگر محبوب ہو کر ہر کسی دل کا کرے لالچ
کوئی ایسے سے پھر ملنے کا یارو کیا کرے لالچ
نہیں آتا ہے اب میرے کہنے میں خوب حیراں ہوں
دل دیں لے چکا ہاں پھر اب کس کا کرے لالچ
تجھے دیکھے جو بیٹھے یوسف مصری کے ہم پہلو
زلیخا کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ
نہ للچانے کی جاگہ کون سی ہے تجھ سراپا میں
یہ میرا ایک دل حیران ہو کیا کیا[2] کرے لالچ
کہا میں سوز کو حیراں[3] ہے تیرا ہنس کے یوں بولا
کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

* * *

رشکِ[4] گل سے بھر گئے ہیں خار پیراہن کے بیچ
آگ لگ جاوے الٰہی سینۂ گلشن کے بیچ
مزرعِ دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ
برق پڑتی کاش کے یارب مرے خرمن کے بیچ
جب سے تیرے لعل لب کے وصف میں معروفِ خلق
ہیں بجائے لعل انگارے دلِ معدن کے بیچ
فصلِ گل بھی چل بسی پر آشیاں دو ہیں رہا
کون رہ سکتا ہے اے بلبل ترے مسکن کے بیچ
سینۂ عاشق تو کیا ہے استخوان و پوست بس
تیر تو اس کا نہیں رہتا دلِ آہن کے بیچ
شکوہ بے جا ہے اگر ملتا نہیں وہ ہے بجا
کیا کرے گا یار آ کر محفلِ شیون کے بیچ

---

[1] ع، ساقی نے اپنے ہاتھ دیا جام بھر کے سوز

[2] ع، کس کس کا

[3] م، لالچ ہے تیرا

[4] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

خانہ جنگی کے بہانے کی نمود اپنی بھلا   جانتا ہوں تم بڑے اُستاد ہو اپنے فن کے بیچ
شیخ جی امرد پرستی کا مجھے طعنہ نہ دو   تو نے کھائی ہے دعا شاید کہ بالاپن کے بیچ
لخت دل ہے یا کہ گل ہے، لعل پارہ یا کہ آگ   کچھ تو ہے اے سوز یہ ... ترے دامن کے بیچ
گو کہ صورت مرد کی ہو مردمی کچھ اور ہے
سوز کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے ظن کے بیچ

خوباں ہیں اور شمع میاں تو ہے نور صبح   رونق نہ ہووے شمع کو ہرگز حضور صبح
بھرے دلا علامت پیری ہے آہ سرد   باد خنک ہے شب کو دلیل ظہور صبح
ساغر نہیں خمار شکن آفتاب کا   پہنچے ہے تا بلب کوئی جام بلور صبح
جب وہ شوخ سیر کر آیا ہے باغ کا   بلبل کو پھر ہوا نہ چمن میں سرور صبح
گردون آفتاب سے محرور ہو موا   کرتا ہے گرم نان سے دوراں تنور صبح
واعظ جو ڈر دکھاوے ہے تو حشر کا ہمیں   اپنی نظر میں حشر بھی ہے یک فتور صبح
اُٹھتا ہے سوز دیدۂ بینا سے فیض نور
شپرک کور ہو تو نہیں کچھ قصور صبح

---

[1] وا نہیں ہوتا ہے اس کا دل کبھو گل کی طرح   پردے میں رہتا ہوں نالاں روز بلبل کی طرح
یار بن جتنا بلایا مجھ تلک آئی نہ وہ   مرگ بھی سیکھی ہے ظالم سے تغافل کی طرح
یاد کرتا ہوں بہارستاں میں جب ساقی کو میں   چشم بھر آتی ہے میری ساغر مل کی طرح

---

[1] م، میں اس کے بجائے یہ مطلع ہے ؎

رات کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کی طرح   چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر گل کی طرح

صبح سے لے شام تک ہے خلق کا اس پہ گزر
شیخ کو پیرانہ سالی نے کیا پل کی طرح

سوز میرا حال تو کیا پوچھتا ہے ہر گھڑی
خانہ بر دوش و سیہ طالع ہوں کاکل کی طرح

دیکھیو ٹک اس طرف انکھیل کے آنے کی طرح
پانو سے ٹھکرا کے میرے دل کے لے جانے کی طرح

برق پڑیو جان پر بجلی کی میں تو جل گیا
کس سے سیکھے آئے یہ آنکھوں میں جھمک جانے کی طرح

دل سے اٹھے جوش سے آنکھوں میں آ کر رک گئے
اشک نے سیکھی ہے اس سے آ کے پھر جانے کی طرح

[1] دیکھ کر عاشق کو بیدل چٹ سے لگ جانا گلے
اے تری رندی کے کیا آتی ہے بہلانے کی طرح

شمع رو[2] کے ہو کے قرباں ہائے کیسا جل بسا
سوز کو خوش آئے کیا جلنے میں پروانے کی طرح

---

[3] دل پڑا روتا ہے روز و شب حصارِ تن کے بیچ
جس طرح جھڑیاں لگے ہیں موسم ساون کے بیچ

ایک قطرہ اشک کا تو دل میں رہ سکتا نہیں
کیا سماوے بحرِ غم اس تنگ باسن کے بیچ

دل کو میرے زلف میں رکھ کر کیا قربان سر
جس طرح پتھر بھرا دے باغباں گوپن کے بیچ

حیدرِ کرار کا دل گھر ہے غم کو دخل کیا
کون رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا مسکن کے بیچ

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔ [2] م: آس پاس اس شمع رو کے پھر کے کیسا جل گیا۔ [3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

شیشۂ مے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے
دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے تاون کے بیچ
وعظ تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کیا کروں
بھول جاوے پند اگر جڑ دوں ابھی گردن کے بیچ
گو کہ صورت مرد کی ہیں مردمی کچھ اور ہے
توز کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے زن کے بیچ

رات کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کی طرح
چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر گل کی طرح
ہمسری زلفوں سے کرتی ہے خدا کے واسطے
دیکھو کیسی یہ بل کھاتی ہے کاکل کی طرح
کیا خدا کے واسطے پر معتقد ہیں شیخ جی
خلق کو دیں ہیں اتارا آپ پہ پل کی طرح
شیخ صاحب چار قل کا ورد رکھتے ہیں مدام
پر کوئی بھرتے ہیں وہ مینا کی قلقل کی طرح

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ
تجھ کو کیوں لگتی ہے ناانصاف میری آہ تلخ
اس لب شیریں کی حسرت میں ہوا ہوں جاں بلب
زندگانی کیوں ہوئی مجھ پہ مرے اللہ تلخ
زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے
تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بدخواہ تلخ

لہ م ، مرزا

شکر ہے حق کا زباں کی ہم نے لذّت چھوڑ دی
جو ملا سو کھا لیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ
سوزؔ دل دینے کی گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح
ہے محبت کا مزا میٹھا ولے زیادہ تلخ

دین[۱] و دنیا سے گزر کر جو ہوا ہو یار شوخ　　اس کی قسمت میں ہو اُٹھے تو ہو دیدار شوخ
جو کلام اس کا ہے ہے تاثیر میں آبِ حیات　　ہیں گے امرت سے بھرے وہ لعل شکربار شوخ
جو مرادوں[۲] سے گزر جاوے سو لیوے نام عشق　　ایسے دل پر منکشف ہوتا ہے ہاں اسرار شوخ
میں[۳] بھی حیراں ہوں کہ کس منہ سے کہاتے ہیں دوست　　وہ جو کرتے ہیں سبھوں میں شکوۂ گفتار شوخ
سوزؔ تو آزار کو اکسیر اپنے حق میں جان
ہے مسیحا وقت کا وہ جو ہوا بیمار شوخ

د

یار[۴] مجکو قران کی سوگند　　جی چلا تیری جان کی سوگند
دل پہ جو آن ہے قیامت ہے　　کیا کہوں تیری آن کی سوگند
پر میاں منہ سے ہو نہیں سکتا　　مجکو اپنے بیان کی سوگند
جھوٹے وعدوں نے مجکو پیر کیا　　دلبر نوجوان کی سوگند
تیرے دل میں گمان ہے کچھ اور
سوزؔ اس بدگمان کی سوگند

---

[۱] م، ایماں۔ [۲] م، سب۔ [۳] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔ [۴] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[1]کیا کہوں تم سے اے خردمند (کذا)   دیکھتے ہو ان بتوں کے تم چھچند
یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے   کھول کر زلفِ عنبریں کی کمند
دیکھتے ہیں سبھوں کی بھر کے نظر   بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
رام کرتے ہیں باز کو جیسے   طعمۂ بوسہ دے کے روز چند
بھوک پر کھینچتے ہیں حکمت سے   پاس لاتے ہیں ہونٹ پر منہ بند
بھاپ دیتے ہیں دونوں نتھنوں کی   پھر پھڑک جاتے ہیں یہ مثل پرند
الغرض چھوڑتے نہیں بانا
جس طرح سوز کو کیا پابند

میں چاہتا نہیں دنیا میں عز و جاہ بلند   یہی کہ دونوں جہاں سے رہے نگاہ بلند
مگر تو مہر کو اے شعلہ خو ستاتا ہے   کہ اس کا ہاتھ ہے جوں دست داد خواہ بلند
عجب نہیں کہ چھٹے ہر پلک سے فوارہ   بڑی ہے اشک کے آنے کی دل سے راہ بلند
الٰہی خیر ہو مجنوں کی جان کی یہ کیوں   کیا ہے لیلیٰ نے یہ خیمۂ سیاہ بلند
یہ چشم قد سے کسی کے ہے آشنا قمری   دکھا نہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند
اسی سے واعظ احمق کو پست فطرت جان   ہوا ہے چڑھ کے یہ منبر پہ خواہ نخواہ بلند
نہ کر غرور تو زنہار اس پر اے ناداں   کہ مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند
کرے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کی   ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند
ہجوم فوج خط اس کا نہ کیوں بڑھاوے حسن   کرے ہے رتبۂ شہ کثرت سپاہ بلند
لیا ہے دل کو جو تیرے تو اس کو مت کر تنگ   کہ ہووے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند
ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز
[2]خدا وہ دن کرے جو ہو مری بھی آہ بلند

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔ [2] م، خدا وہ دن نہ کرے ہو جو تیری آہ بلند

ہوا[1] ہے اب تو مجھ پہ مہرباں درد
وگرنہ یہاں کہاں تھا اور کہاں درد
نہ آہ و نالہ کر گر درد ہووے
کہ مردوں کا ہے سنگ امتحاں درد
بنائے دردمندی تب ہو محکم
کہ ہووے مغز سے تا استخواں درد
شتابی منزل مقصود پہنچے
جو ہو کشتی کا تیری بادباں درد
سحر تک ہے چراغ درد روشن
ہوا جس گھر میں آکر میہماں درد
غنیمت جان لے اے سوز تو درد
وگرنہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

ہوا ہے داغ مرا دل انار کے مانند
جھڑیں ہیں آنکھ سے آنسو شرار کے مانند
ہر ایک پاش ہے دامن کا تختۂ گلزار
رواں ہے چشم سے خوں آبشار کے مانند
نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا
بغیر یار رگ گل ہے خار کے مانند
[2]مجھے خبر ہی نہیں ترک چشم نے کس کے
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کے مانند
[3]ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے[4] غبار کے مانند
ہوا ہے رشک چمن چہرہ[5] یار کا اے سوز
خط اس کے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت[6] بے رنج ملنی ہے زمانے سے بعید
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید
اشک میری چشم کا کیوں کر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید
جو نصیحت کرتے ہیں تجھ کو نہیں یہ جانتے
عاقلوں کی بات سننی ہے دوانے سے بعید

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] م، خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کس کے [3] ع، کٹی ہے۔
[4] ع، اس کو [5] ع، گال [6] ع، ہو خوشی بے رنج سو یہ ہے زمانے سے بعید

میں تو جاؤں در سے تیرے پر کہیں گے نیک و بد　　بیوفائی اس سے کرنی ہے فلانے سے بعید
مجھ دل صد چاک ہی سے وا نہیں ہوتی ہے زلف　　ورنہ کھلنا گانٹھ اسکی کب ہے شانے سے بعید
ٹھونک[1] لوں ناصح کو میں ....　　بحث دیوانے سے کرنی ہے سیانے سے بعید
یا علی پہنچا ہے تیرے در تلک یہ سوز آج
پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

بڑا دنیا میں وہ ہوگا خردمند　　زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
قبائے دوستی مت چاک کر جان　　پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند
گلے پڑ کر کبھی تو آشنا ہو　　مرے تسمے کا تو کرلے علی بند
سبھی رسمیں ہیں الٹی ان بتوں کی　　نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند
تو[2] چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر　　نظر پڑتا ہے کچھ گولی کے مانند
کوئی دن کو چلا جاوے گا آپ ہی
مسافر سوز کو رہنے دو یک چند

یہ غم ہے کون سے ظالم کی اولاد　　کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد
یہ غارت گر مگر ابن الصنم ہے　　دیا ترکوں کے لشکر کا ہے جلاد
ہزاروں طرح کی شکلیں بنائیں　　سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد
کبھی تو اژدہا ہے آتش افشاں　　کبھی عفریت ہے یا گرز فولاد
کبھی تو دیو ہے رستم فگن یہ　　کبھی محبوب ہے رشک پریزاد
غرض انسان کے تو مارنے کو　　نہیں اس سا کوئی دنیا میں استاد

---

[1]۔ [2]۔ یہ شعر 'ع' میں نہیں ہیں۔

ہوا ہے سوز اب تیرے مقابل
تو کر مولا علیؓ کو اپنے اب یاد

گل بوے تو در کنار دارد   زاں عاشق خود ہزار دارد
گفتی کہ شبے بر تو آیم   قول تو چہ اعتبار دارد
دل نیست بزلف تو وے جان   آں کاکل مشک بار دارد
[1] دل خاک شد و ہنوز دلبر   از من در دل غبار دارد
مجبوری سوز صبر کن صبر
ہاں بندہ چہ اختیار دارد

گفتم کہ غمت مرا نباشد   گفتا اگرت حیا نباشد
گفتم کہ کجاست مسکن تو   گفتا کہ کجا کجا نباشد
گفتم جانم بہاے نازت   گفتا ایں ہم بہا نباشد
گفتم بہ عدم روانہ ام کن   گفتا کہ ترا روا نباشد
گفتم کہ لبت دواست گفتا   ایں درد ترا دوا نباشد
چوں گفتم سوز عاشق تست
گفتا کہ چہ خوش بجرا نباشد

ذ

لکھوں جو وصف تمھارے میں گلرخاں کاغذ   عجب نہیں ہے کہ ہو رشک بوستاں کاغذ

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

جواب خط میں ہمارے لکھے نہ پرزہ یار جو ہو زمیں سے بھرا تا بہ آسماں کاغذ
طلب جو اب کرے نامہ بر تو بولے شوخ کجا دوات کدھر ہے قلم کہاں کاغذ
لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں بری سرخ فراق دوست میں یہ چشم خوں فشاں کاغذ
نہ جا سکے ترے کوچے میں نامہ بر الا اُڑا کے باد ہی لے جاوے یاں سے واں کاغذ
لکھا نہ ایک بھی پرزہ کبھو ہمیں کیوں یار بکے ہے شہر میں شاید بہ نرخ جاں کاغذ
پڑھوں ہوں سوز جو میں داغ دل کی اپنی شرح
کرے ہے خون جگر برگ لالہ ساں کاغذ

ر

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میرا قضا را واں گزار
آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں ہے نابکار
ہے کہاں دیکھو مرا تیر و کماں جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار
سنتے ہی میرے گئے واں پاؤں بھول لگ گیا دیوار سے ٹک آہ مار
خوبی قسمت تو دیکھو اس گھڑی کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب تھا نہ پتھر ہی کہ کرتا سنگسار
ہائے بے منت اجل آئی تھی سوز[1]
بچ گیا کیا ہوے بہر انجام کار

بس میاں عشق پوجوں تیرے پیر تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو آ لے چلا دشت وشت کرنے سیر
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی کہیں کر جوڑ کر پجبایا دیر

---

[1] ع، پر

جوں کہا کیا کیا تو فرمایا ایک ہے ایک ان میں کوئی نہ غیر
سات[١] اور پانچ سوچ لے دل میں پوج مولا علی کو ہو کے نصیر
آپ سا ہی کیا[٢] نہ سوز کو خوب
ایک سے دو ہوئے الٰہی خیر

ہاتھ میں نیمچا ہے یا کہ شرار وقنا ربنا عذاب النار
ہاں دل بیقرار سنبھل ہو تجھ پہ آیا ہے کھینچ کر تلوار
واری جاتا تھا اس کے نام پہ روز اب گلے سے لگا نہ اس کا وار
بڑھ کے کہہ[٣] ایسی ہی لگا پیارے نہ رہے جو لگا کمر کا تار
آستیں تو لگا الٹنے دیکھ دل امیدوار ہو تیار
باغ کی سیر[٤] مانگتا تھا روز یہیں اب دیکھ پھولے ہے گلزار
سوز دریائے غم میں غوطہ مار
آنکھ لی موند اور پرلے بار

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
چاک کر مت جگر کو ہاتھ اٹھا اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
آہ تو اس کے در تلک نہ گئی کیا اکھاڑے گا نالۂ شبگیر
نوک تو دیکھتا ہے جدھر کی دیکھیے کس کی آئی ہے تقدیر
کوئی باقی رہا نہ صاحب دل دل تو ہے اس کے ناز کی جاگیر

---

[١] م، سات اور پانچ دل میں ثابت کر جان مولا علی کا ہو تو نصیر
[٢] ع، آپ سا ہی مجھے کیا اچھا [٣] ع، بڑھ کے ایسی ہی اک
[٤] ع، باغ کی روز مانگتے تھے سیر

سوز کو کچھ نظر پڑا شاید
دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں پھیر
ایک تو اور بھی غزل ایسی
پڑھ نہ اے سوز اے قدیمی تیر

یارو جلدی سے کچھ کرو تدبیر
دل[1] میں لاگا کسی کا کاری تیر
مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے تو جمدھر
کیا مرا جرم کیا مری تقصیر
واہ واہ واہ وا الٰہی خیر
زور[2] لائے ہو اب کمان و تیر
لو لگاؤ نہ دیر اب[3] کیا ہے
میں تو راضی ہوں جس میں ہو تقدیر
قتل کرنے میں بھی بخیلی حیف
یعنی جل جل مروں میں بل بے شریر
قصہ چک جائے جلد مار بھی ڈال
تنگ تیرا ہے ہاں یہ سوز فقیر

جگر[4] سے دل میں، دل سے آنکھ میں، آنکھوں سے مژگاں پر
یہ طفل لڑھ پڑھ کر پڑا آخر کو داماں پر (کذا)
نہ بھول اے دل تو اس نیرنگیِ مینائے دوراں پر
یہ شیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاقِ نسیاں پر
کدھر[5] پھرتی ہے اے بلبل سنبھال اب آشیاں اپنا
خزاں نے اب کمر باندھی ہے (تاراج) گلستاں پر

---

[1] ع، دل میں ٹوٹا کسی کا آکر تیر

[2] ع، اور لے آئے اب کمان و تیر

[3] م، پھر

[4] یہ مطلع ع، میں نہیں ہے۔

[5] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

[1]برنگِ سبزۂ خوابیدہ ہیں مژگان گلرویاں
یہ دامن لوٹتا گزرا ہے کس کا اس خیاباں پر
رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے دل ورنہ ڈوبے گا
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زنخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل[2] سے کشتوں کے نکل جاوے
خداوندا گزر قاتل کا ہو گورِ غریباں پر
[3]ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پہ آج مجلس میں
کہ پروانے جھکے ہیں جس طرح شمع شبستاں پر
[4]گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی توز چھپ چھپ کر
اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

اشکِ خونیں تو ہوا دیدۂ تر سے باہر
نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر
[5]مستعد یار ہیں پرخاش کے در پر باہم
ابھی چنپت ہوں نکل آوے جو گھر سے باہر
کر دیا پل میں رقیبوں[6] سے دل اس کا برہم
ہم نے یہ کام کیا حد ہنر سے باہر
تاب کیا رمز کرے کوئی مرے بانکے سے
مارے وہ تیغ کہ ہو جاوے کمر سے باہر
حال آوارگیِ شوخ کہوں میں کس سے
شام گھر آوے ہے نکلے جو سحر سے باہر

---

[1] ع، بساں
[2] ع، توز کے دل سے نکل جاوے
[3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے
[4] ع، میں یہ مقطع بطور شعر اس طرح ہے۔
گیا تھا ایک دن محفل میں اسکی چھپ کے میں شب کو
مجھے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پہ
[5] ع، مستعد یار تو پرخاش کے ہیں کوچے میں
ابھی چنپت ہوں جو آجائے وہ گھر سے باہر
[6] ع، رقیبوں کا دل اس سے

جو گیا پیٹ میں ان کے ہوا بھسمنت وہیں   شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سقر سے باہر
ان دنوں سوزؔ سے دبکا ہے کچھ اس طرح رقیب
گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

---

[1] بنے خوبرو بے وفائی کی خاطر   بنا سوزؔ صبر آزمائی کی خاطر
چھٹا کنج عزلت ملا رنج و محنت   میاں جان سب آشنائی کی خاطر
یہ اتنی نصیحت جو کرتے ہیں ناصح   سمجھتا ہے کچھ خود نمائی کی خاطر
نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہوگا   میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی خاطر
الٰہی خزانے میں تیرے کمی تھی
جو بھیجا جہاں میں گدائی کی خاطر

---

[2] اے دل تو صبح یار کے کوچے میں جا شتاب   میری طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر
کہ اے پادشاہ حسن ترا عزم کیا ہوا   چل اٹھ کھڑا ہو سوزؔ کا قصہ تمام کر
جاں کندنی سے چھوٹ تو جاوے عزیز آج   ان نیکدل بتوں میں بھلا یہ تو نام کر
منظور اس کا قتل نہیں گر تجھے تو سن
لے موت سے چھڑا کے تو اپنا غلام کر

---

[3] آج کہتے ہیں کہ آوے گا وہ جاناں باہر   مت لگا دیر شتابی نکل اے جاں باہر
کھول غرفے کو تنک سیر شہیداں تو کر   واہ واہ زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر

---

[1] . [2] . [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں -

اے بتو نام ہمارے سے نہ ہو جو تدبیر   گھر میں کافر ہیں اگر ہیں بھی مسلماں باہر
یارو لاحول پڑھو شیخ کہاں سے آیا   یا الٰہی کہیں جاوے بھی یہ شیطاں باہر
لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے ……   نکل آیا ہو کہیں گوشۂ داماں باہر
سوزؔ کو گھر میں جو پوچھا تو سبھوں نے …..
ابھی نکلا ہے ادھر دیکھیو نالاں باہر

عرق[1] نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر   نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر
بہت کیا کہ نظر بھر کے دیکھ لوں اس کو   نہ ٹھہرا ہے نظارہ صفا سے چہرے پر
کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے   لپٹ رہی ہے میاں کس ادا سے چہرے پر
اگر نہیں انھیں منظور تیرے منہ لگنا
تو پھیلتی ہیں یہ کس مدعا سے چہرے پر

روتا ہے تیرے[2] غم میں دلِ زار زار زار   نکلے ہے دل سے آہ شرر بار بار بار
محفل[3] تلک تو تیری رسائی کہاں مجھے   جاتا[4] ہوں دیکھ صورت دیوار دار وار
شانے سے تھی اُمید چھڑاوے گی زلف کے   اُلجھی دو چند جان گرفتار تار تار
اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون کون وہ   کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یار یار
دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا   آخر ہوئے گلے کے مرے ہار ہار ہار

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

[2] م، غم سے تیرے

[3] ع، محفل تلک صنم کی رسائی کہاں دے

[4] ع، جاتے ہیں۔

جب[1] سے کیا ہے یہ دل ابترِ گمان و وہم
ڈھونڈھیں ہیں تب سے مثلِ خبردار دار دار
کیوں سوز ہم نہ کہتے تھے ٹکرا[2] نہ سر کو تو
آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

دل[3] سے صحبت نہیں ہے اب تو بر آر
وقنا ربنا عذاب النار
ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے ملے
یہ جہنم تو ہے سقر کا شرار
پاس آوے جو اس کے ہوئے راکھ
ہائے کیسا تھا یہ گل و گلزار
جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ
اس کو کر ڈالتا تھا باغ و بہار
اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں
کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار
جانیے کس کا اب ہوا عاشق
یا کہیں جا کے کھیلتا ہے قمار
ران کھولوں میں اپنی آپ بجاؤں
یہ تو ایسا ہوا ہے کلسہ گزار
کہ کسی سے رہا نہیں مانوس
باد کے گھوڑے پر ہوا ہو سوار
دیکھو آتے ہیں آپ روپ چلے (کذا)
آئے کس گھر گئے تھے برخوردار
آنکھ اونچی اٹھا کے ٹک دیکھو
اے ترے ...... پر خدائے مار
ارے گونگا تو کیوں بنا ایسا
کیا ہوا تجھ کو سائیٔ گفتار
ٹک زباں سے تو اپنی بات کرو
دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گفتار
صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ
کہیں حسلی بہی ہے ترا عیار (؟)
ہائے دل تو نے مجھ کو ذبح کیا
حیف ضائع کیا یہ میرا پیار

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے
[2] م، اتنا تو غم نہ کر
[3] اس غزل کے شروع کے ٣١ شعر م، میں نہیں ہیں۔

ہائے بیکس کیا مجھے تو نے   تری فریاد جا کروں دربار
اس کا دربار جس کی شان میں ہے   لیس فی الدار غیرہ دیار
یعنی حضرت امیر عالی جاہ   حامی دین قاتل الکفار
وہ محمدؐ رسولؐ کا بھائی   نام جس کا ہے حیدر کرارؑ
عمرو عنتر کو جس نے قتل کیا   ایک سے دو کیے تھے دو سے چار
وہ علیؑ مظہر العجائب ہے   جس نے موسیٰ کے تئیں دکھائی نار
وہ علیؑ جس نے آتشِ نمرود   کی تھی حضرت خلیل پر گلزار
وہ علیؑ جس نے جبرئیل کو ہاں   پہلے سکھلایا بندگی کا شعار
کھول سر کو کہوں گا واغوثا   اپنے دل سے ہوا ہوں میں بیزار
دل کو میرے کرو ہدایت تم   اے مرے والی لے مرے ستّار
تم نے مارا نصیر کو واللہ   تم نے پھر کر جلایا ستّر بار
کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعد کے   پھر لگائے تو بہ ز اول بار
گمرہوں کے تمہیں ہو راہ نما   تم خدا کے ہو واقف اسرار
گر شقی ہے اسے سعید کرو   تم ہو نیکی بدی کے سب مختار
محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں   اور ثابت ہوں نیکی کردار
سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے   وہ جو ہیں گے تمہارے ماتمدار
بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے   بخشیو اس کو لے مرے غفّار

مطلع

ایسے جینے سے بھائی[1] میں بیزار   یہ بھی[2] کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار

---

[1] ع، ایسے جینے سے میں بہت بیزار   [2] م، وقنا ربنا عذاب النّار

جھوٹ تذویر مکر و فن و فریب   ہیں جلو میں مرے ہزار[۱] قطار
میر صاحب ہیں ان گنوں پر اب   ٹک ادھر دیکھیو تو استغفار
چھوڑو تسبیح اور مصلا بس   اب تو گردن میں ڈالیے زنّار
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں   پوجنے آئیں ہند کے کفار
لیکن[۲] استغفر اللہ تو اور مرد   حیز بہتر ہے تجھ سے تو سو بار
جب[۳] سے پیدا ہوا ہوں تب سے گناہ   کیے ایجاد ہیں ہزار ہزار
خرقہ پہنا تو کیا اکھاڑا[۴] جی   یہی در در پکارتے ہو بیار
شرم آئی نہ اے خرف تجھ کو   اب بھی کہتا ہوں آ گلے سے اتار
سات تابوں سے منہ کو کالا کر   ہو کے الٹے گدھے اوپر اسوار
چھوکروں کو مٹھائی دیتا جا   تا[۵] وہ کہتے چلیں پکار پکار
جو کہ پہنے لباس مردوں کا   اور حیزوں کے رکھتا[۶] ہو اطوار
اس کی یہ ہے سزا کہ خلق خدا   ڈالتی[۷] جائیں جوتیوں کے ہار
شاید[۸] اس وقت لیں بچا تجھ کو   مہر سے اپنی حیدر کرار

سوز[۹] یہ بات مان توبہ کر
ورنہ تجھ کو پڑے گی بوری مار

---

[۱] م، قطار قطار

[۲] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[۳] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[۴] م، اُپاڑا

[۵] م، اور اپنی زبان سے یہ پکار

[۶] ع، اور حیزوں کے سیکھے وہ اطوار

[۷] م، جو گلے میں ہو

[۸] - [۹] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

زمیں[1] پر پانو کب رکھتا ہے عیار   کہ آنکھوں پہ پھر رکھنے سے جسے عار
چلا تو ہی تو میرے پاس سے دل   بھلا بھائی ترا مولا نگہ دار
وہ غمخواری کرے گا واہ اے عقل   کہ جس کا نام ہے عالم میں خونخوار
کہاں تھے رات کے تم شیخ صاحب   کسی نے لے لیا خرقہ و دستار
کرو تسبیح کو اب ہاتھ سے دور   تمہارے دوش کے لائق ہے زنار
بتو گر تم کو دولت چاہیے ہے   تو میری دو آنکھیں ہیں گھر بار (کذا)

نہ دیکھو سوز کی صورت عزیزو
نہیں ہے خلق میں ایسا گنہ گار

* * *

جن[2] کو نہیں ہے کچھ سر و سامان (روزگار)   بے شک وہی ہیں سرور سلطان روزگار
کس کی سموم آہ نے ابتر کیے چمن   آمادۂ خزاں ہے گلستان روزگار
روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج   ہے بے فروغ شمع شبستان روزگار
رکھتے نہیں ہیں پانو زمیں پر غرور سے   بر جا ہے ان کو کہیے سلیمان روزگار
اے سوز اب زبان کو اپنی خموش کر   سنتے کہیں نہ ہوویں حریفان روزگار
اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا   گر دسترس ہوتا بہ گریبان روزگار
ایسا گلا دبوچیں کہ وہ .... نکل پڑیں   جوں مہر و ماہ دیدۂ حیران روزگار

---

[1] ع' میں یہ غزل ورق ۳۹ ب کے حاشیے پر ہے۔ م' میں یہ غزل نہیں ہے۔

[2] ع' میں یہ غزل حاشیے پر ہے اور م' میں نہیں ہے

کیا[1] ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے ——
پھرتے ہیں باغ باغ ترے واسطے ہزار
ساقی اگر مدد کیے یک ساغر اجل
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹے ابھی خمار
مینے سُنا کہ سوز اٹھا کل جہان سے
دل پر بڑا الم ہوا حد سیتی بے شمار
یاں تک کہ میں نے رو دیا بے اختیار ہو
لیکن نہ یاد آتی ہے ——
کیا ہو گیا جو ایک دم آگے ——
——

رنگیں گل نشاط سے تھی شاخسار عمر
کیا غم نے تیرے آکے لٹائی بہار عمر
ہم جانتے تھے تا بہ قیامت جئیں گے ہم[2]
توڑا ہے تیرے ہجر نے اے جان تار عمر
لڑکے کو یہ جوان کرے ہر جواں کو پیر
تا عمر[3] ہم نے دیکھ لیا کاروبار عمر
کیدھر گیا کدا کے سمند غرور کو
اے موسم جوانی والے شہ سوار عمر
کیا زندگی کے کیف شتابی اُتر گئے
اے سوز تا بہ حشر رہے گا خمار عمر

اے آہ جگر سے اب سفر کر
بے رحم کے دل کو ٹک خبر کر
پوچھے ہے تو یار غیر کا حال
آ میرے بھی حال پر نظر کر
ہر چار بہار اس میں موجود
میری[4] آنکھوں میں آکے گھر کر
پیاسا[5] ہوں پلادے آب خنجر
اتنے سے نہ یار درگزر کر
خوبانِ جہاں تو[6] بے وفا ہیں
شکوہ اے[7] سوز مختصر کر

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[2] ع، ہاں

[3] ع، تا مرگ

[4] م، آجان تو میرے دل میں گھر کر

[5] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[6] ع، ہیں بے وفا سب

[7] ع، اب

جس[1] طرح جانے مکھڑے کو پیارے نقاب کج
عالم کا اس سے زیادہ[2] نہ خانہ خراب کر
دل تیرے اضطراب[3] سے ہے جان ناک میں
اے فتنہ ایک آن تو سینے میں خواب کر
طالب ہوں تیری دید کا مکھڑا[4] تو ٹک دکھا
مجھ پاک باز سے تو نہ اتنا حجاب کر
مت[5] پی شراب بزم رقیباں میں اے صنم
آتش سے رشک کی نہ مرا دل کباب کر
مدفون اپنے کوچے میں کرنے دے نعش[6] سوز
قاتل خدا کے واسطے اتنا صواب کر

ٹک میری طرف تو دیکھ اے یار
کیوں شوخ[7] کہاں ہے وہ ترا پیار
بلبل تجھ کو چمن مبارک
داغوں سے یہ دل ہے رشکِ گلزار
اب شیشۂ دل توڑے چلا ہے
نازک[8] ہے بہت یہ ٹک خبردار
ہر بار نہ تیغ کھینچ ظالم
ایسا تو نہیں ہوں میں گنہگار
روشن ہے سبھوں[9] میں کفر میرا
جوں شمع ہر ایک رگ[10] ہے زنار
دل[11] نالے (سے) ہو ذرا تو خاموش
بیزار میں تیری خو سے بیزار
بس[12] سوز خدا کے واسطے بس
آ عشق بتاں سے ترک لے یار
کچھ کم تو نہیں ہوا ہے رسوا
آ مان زیادہ اب نہ ہو خوار

---

[1] م، جوں جانے اپنے مکھڑے کو ظالم نقاب کر [2] م، آگے [3] ع، اضطرار
[4] م، ٹک تو منہ دکھا [5] یہ شعر ع، میں نہیں ہے [6] م، نعش کو [7] ع، جان
[8] ع، پڑھیں لگے نہ ہاں خبردار [9] ع، ہر اک کو
[10] ع، ہر اک رکھے ہے [11] ع، بس دل نالہ نہ کر تو چپ رہ
[12] یہ شعر م، میں نہیں ہے

یوں[۱] دیکھے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر	چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
عشاق[۲] تیری تیغ تلے اے ستم پناہ	سر اس طرح رکھیں[۳] کہ فنا کو نہ ہو خبر
رخصت[۴] جو مجھ کو دیوے تو میں اس کے پانو کا	بوسہ یوں اس طرح کہ حنا کو نہ ہو خبر
ناصح تو چاک جیب کو مانع ہے اور میں	دل چاک یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر
گلزار وصل دوست سے اپنے گل مراد
لے سوز یوں چنوں کہ صبا کو نہ ہو خبر

تیغ کو کھینچے ہے وہ غارت گر دیں میرے پر	لطف کرتا ہے دم باز پسیں میرے پر
شوق دیدار تو اتنا ہے کہ کچھ مت پوچھو	کس طرح پہنچوں مری جان نہیں میرے پر
جب سے کی ہے مرے دل پر ترے داغوں نے بہار	رشک کھاتا ہے یہ فردوس بریں میرے پر
کس قدر صاحب عصمت ہے وہ کا[۵]فر یارو	پاکبازی کا نہیں جس کو یقیں میرے پر
دل تو زلفوں کو دیا کاہے کو شانے کی طرح	رہتے ہو آٹھ پہر چیں بہ جبیں میرے پر
غمزہ و ناز و ادا جنبش ابرو و نگاہ	جان لینے کو کیے تم نے تعیں میرے پر
سوز حافظ ہے خدا اب کہ بہ قول سودا
باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے کیں میرے پر

صبا حریف لے آئی ہے تو مرے دل پر	لگے ہے تیری یہ گل[۶] کی بو مرے دل پر
بتوں کی دید میں کرتا ہوں شیخ جس دن سے	حلال[۷] تب سے ہے خون سبو مرے دل پر

---

[۱] ع، دیکھتا ہے
[۲] ع، ہم بھی تو اس کی تیغ تلے اے جفا کبھو
[۳] م، اس طرح سے دیں
[۴] م، رخصت جو دے تو مجھ کو تو میں تیرے پانو کا
[۵] ع، چنچل
[۶] م، کس کی
[۷] م، حلال تب سے ہوا ہے لہو

کسی بھی چیز کو ڈھونڈھا نہ میں نے دنیا میں   مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر
یہ چاک جیب نہیں جس کو یار سی دیویں   نہ کر سکے گا تو ناصح رفو مرے دل پر
خدا کے واسطے اے سوز لے نہ اس کا نام
غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

مانگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر   کچھ تو دے آینہ بہار کی خیر
ابر کہتا ہے بار بار مجھے   بھیجیو چشم اشکبار کی خیر
کوئی دشنام ہے تڑاقے کا   دیجیو[۱] لعل آبدار کی خیر
کوئی[۲] ٹھوکر ہی سر کو لے شبدیز   جڑیو اس اپنے شہ سوار کی خیر
آج تو سوز کے گلے لگ جا
او میاں جان اپنے پیار کی خیر

پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستان بہار
آنکھیں کھولیں گے برنگ گل شہیدان بہار
عرس بلبل ہے ہزاروں جمع ہوں گے عندلیب
تو نہ جاوے گا تو گل ہوگا چراغان بہار
لو خزاں بھی آ گئی غفلت[۳] سے ہم بھولے رہے
لے چلے دنیا سے آخر[۴] دل میں ارمان بہار

---

[۱] م، لال جی

[۲] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[۳] م، ہم بھول کر سوتے رہے

[۴] م، دل میں ہائے

اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نظارہ کرے
شعلۂ گل کب[1] پکڑ سکتا ہے دامان بہار
عندلیبو[2] مسکن گلشن غنیمت جان لو
خندۂ گل کوئی ساعت کا ہے مہمان بہار
عندلیبیں[3] دام میں پھنسیاں لیے اوراق گل
آج بازی گاہ طفلاں ہے دبستان بہار
یکطرف نالاں تھی بلبل یک طرف خنداں تھے گل
سوز[4] مجھ کو آج تک بھولی نہیں آن بہار

* * *

اے شوخ بے پروا مرے اتنا مجھے رسوا نہ کر
صبر و قرار اب لے نہ جا ہا ہا مجھے تنہا نہ کر
زلفوں کا منہ پر ڈھانپنا ہونٹوں کا ہر دم چابنا
ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یک جا نہ کر
بندہ ہوں میں تیرا صنم تو قہر کر یا کر ستم
یہ کس کی طاقت جو کہے پیارے وفا کر یا نہ کر
تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا گلہ میں نے کیا
ہاں اس کے بدلے قتل کر پر خلق[5] میں رسوا نہ کر
اے بادشاہ خسرواں، اے قبلہ گاہِ انس و جاں
لے سوز کو تو ذبح کر پر وعدۂ فردا نہ کر

---

[1] ع، کیا [2] [3] یہ شعر م، میں نہیں [4] ع، آہ
[5] ع، پر جی کو تو کھٹا نہ کر

بے وفا ایسی بھی تو عاشق سے عیاری نہ کر　　دشمنوں سے دوستوں کی ضد سے آیاری نہ کر
کوئی بھی بیمار کو اتنا کڑھاتا[1] ہے بھلا　　ایک تو مرتا ہوں اس پر تو دل آزاری نہ کر
میں تو کہتا تھا کہ وحشی ہے سنبھالے رکھ اسے　　کس نے بہکایا کہ تو دل کی خبرداری نہ کر
گو کہ[2] بوڑھا ہے دلے ممسک ہے اتنا سوچ لے　　اور تو جوں نوں (کذا) ویکین سے سوز یاری نہ کر
بھیڑ ہو جاوے گی سب کنگال دوڑیں گے ابھی
اے مری چشم غریب اتنی گہر باری نہ کر

عندلیبو خوش ہو اب گلشن میں آتی ہے بہار
گل تئیں خواب عدم سے اب جگاتی ہے بہار
کیا شگفتن وار فرصت ہے کہ جس پر بھول کر
باغ میں شادی سے[3] پھولی نہیں سماتی ہے بہار
گل کا چٹکارا نہ پوچھو سوچنے کی بات ہے
چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار
قطرۂ[4] شبنم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر
خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار
عاشقو[5] فکر تہی دستی کرد گر شوق ہے
گل کو زر دیتی ہے جب گلشن میں لاتی ہے بہار
سوز[6] کیا پینک لگی ہے۔ تجھ کو غافل آنکھ کھول
دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

---

[1] ع، ستاتا ہے　[2] یہ شعر ع' میں نہیں ہے　[3] ع، ہنس ہنس کے
[4] [5] یہ شعر م' میں نہیں ہیں۔　[6] ع، سوز پھرتا ہے کہاں غافل ذرا آنکھیں تو کھول۔

کسی سے آج تلک ہو نہیں سکی تسخیر　　کیا ہے زلف نے کیا آفتاب[1] کو زنجیر
کیا[2] ہے ایک ہی بوسے پہ تم نے مجھ کو قتل　　یہی گناہ مرا اور یہی مری تقصیر
ذرا تو آنکھ اٹھا کر دہن[3] کو کھول تنک　　مجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بلبے شریر
عزیزو کون سے گلرو کا ہے ستم آباد　　جہاں کے خار ہوئے آج[4] میرے دامنگیر
کسی[5] نے سوز سے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا
کہا کہ کچھ نہ کہو اس کی تھی یونہیں تقدیر

اپنے گھر میں مجھے بلا کر　　میرے بھی درد کی دوا کر
لاکھوں ہی خاک ہو گئے ہیں　　تیرے کوچے میں جی جلا کر
مت پانو زمیں پہ رکھ مری جان　　مت سب کو اپنا خاک پا کر
عالم[6] کی بندگی مری جان　　میں نے کی اپنا جی لگا کر
تب ان کی خدمتوں سے حاصل　　پایا ہے تجھے خدا خدا کر
جلتا ہوں مثل شمع ہر شب　　یونہی تو کبھی نہار آ کر
تیرا دل سوز ہوں میں آخر
اتنا بھی تو مت مجھے خفا کر

---

[1] م، آفتاب عالمگیر
[2] ع، کروگے ایک ہی بوسہ پہ آج مجھ کو قتل　　قدم مجھے دو کہ کروں بھلا تری تقصیر
[3] ع، دہن تو کھول ٹک　　[4] ع، میرے آگے
[5] یہ مقطع م، میں نہیں ہے۔
[6] م، میں تینوں شعر اس طرح ہیں۔
لاکھوں بت پوج کر مری جان　　پایا ہے تجھے خدا خدا کر
سو تیری ستمگری کہوں کیا　　یک شب تو کبھی تو دیکھ آ کر
جلتا ہوں رات دن میں جوں شمع　　کہنا ہی مجھے پڑا جلا کر

تجھ پہ اے جان آن ہے کچھ اور　　میرے دل میں گمان ہے کچھ اور
کیا[1] بگڑتا ہے میں سمجھتا ہوں　　آج تیری زبان ہے کچھ اور
کہو غنچوں کو لب سے کیا نسبت　　چپ[2] رہو وہ دہان ہے کچھ اور
سرو[3] کو اس کے قد سے کیا تشبیہ　　اس سجیلے کی شان ہے کچھ اور
عارضی[4] حسن پر نہ ہو مغرور　　میرے پیارے ندان ہے کچھ اور
زردی رنگ و چشم تر ہی نہیں　　عاشقی کا نشان ہے کچھ اور
قیس و فرہاد کا نہیں قصہ　　ہاں جی یہ داستان ہے کچھ اور
سوز کے منہ سے شعر درد سنو
کیونکے اس کا بیان ہے کچھ اور

ذبح کر نکلے لگا، دل کو جلا کر خاک کر　　ایک سو ہو جائے اس قصے کو جلدی پاک کر
ہر[5] گھڑی کہتا ہے کیا تیرے بدن میں ہے بخار　　ایک تو جلتا ہوں مت میرے جگر کو چاک کر
میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور سے اس کو ولے　　کہہ دیا کس نے کہ مارا تیر مجھ کو تاک کر
مت تصور باندھ اس کے پانو ہو جاویں گے تر　　اس قدر شوخی نہ تو اے دیدۂ نمناک کر
دل اگر قیدی[6] ہو زلفوں کا تو اے باد صبا　　سوز کو اس کی خبر تو دے[7] کے مت غمناک کر

---

[1] یہ شعر م میں نہیں ہے　　[2] ع، چپ کر دیہ زبان
[3،4] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔　　[5] یہ شعر م میں نہیں ہے
[6] ع، دل اگر قیدی ہوا زلفوں کا تو بادِ صبا
[7] ع، خبر سنوا کے

قطعہ

ایک[1] دن اس شوخ سے میں لگ چلا رمزیں کرنے لگا اظہار پیار
جب تلک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آن کر بوس و کنار
کھول کر آغوش جوں سرکا دہیں کہنے لگا وا جھڑے چل جھک نہ مار

قدم رکھتے ہی یکباری زمیں پر یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے لگا ہے داغ اب تک آستیں پر
جگر گل کا بکس جاوے تھا وہیں سنے ہے جس کی آواز حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی ہو گلستاں میں کہیں سر اور کہیں پا اور کہیں پر
ہمیں کہنا کہ دور ہو بیوفا خوب ہماری بات کیوں پیارے ہمیں پر
الٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ
دیا ہے جی[2] نگاہ واپسیں پر

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
حاصل[3] تو ہوا وصل ہمیں رات پہ افسوس اک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر
کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب ہیں مسیحا عمر اپنی تو جوں شمع بہ تب ہو گئی آخر
کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر
شوکت نے ہمیں حسن کی کہنے نہ دیا کچھ بات آن کے سو بار بہ لب ہو گئی آخر
مٹ[4] بھیڑ جو اس سوز سے کل ہو ہی گئی سوز (؟)
شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

---

[1] م، میں یہ اشعار آخر دیوان میں درج ہیں۔ [2] ع، جان

[3] ع، ناز اس کے نے عصیاں سے ہمیں باز رکھا ہے [4] م، مٹھ بھیڑ جو اس سے کل ہو ہی گئی بچ

تب جائے کیونکے عشق کی اے یار تجھ بغیر
عیسیٰ نفس بھی ہو گئے بیمار تجھ بغیر
قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر
گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر
ہو جلوہ گر شتاب تو اے نورِ بزم عشق
آنسو گلے میں[1] شمع کے ہیں ہار تجھ بغیر
موجب گرفتہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ
کیا خوش دلی سے اس کو سروکار تجھ بغیر
سبحے سے شیخ نے بھی اٹھایا نہیں ہے ہاتھ
اب برہمن بھی توڑے ہیں زنار تجھ بغیر
ناز[2] و عتاب اٹھانے کی کس کے ہے مجھ کو تاب
خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر
تو ہی نہ ہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول
آب رواں بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر
تیرا ہی گر نہ مجھ کو میسر ہو ہم کنار
نوروز عید بھی ہے شب تار تجھ بغیر
دونوں جہاں میں سوز کا یا مرتضیٰ علی
اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

* * *

جو شوخ تو ہے کون ہے طناز اس قدر
جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جانباز اس قدر
چاہیں کہ جائیں تا سر دیوار باغ آہ
ہم کو کہاں ہے طاقت پرواز اس قدر
سسکے ہے کوئی در پہ کوئی تڑپھے ہے پڑا
مرتی ہے اب تو خلق نہ کر ناز اس قدر
شاعر جو تیرے قد سے نہ تشبیہ دیں اسے
ہووے نہ سرو باغ سرافراز اس قدر
مارا ہی سوز کو تو جلا اے مسیح دم
دکھلاوے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

---

[1] م، گلوے شمع کے ہیں۔

[2] یہ شعر م، میں نہیں ہے

دل[لہ] میں دیتا ہوں تو شتاب نہ کر   جان من رحم کر عتاب نہ کر
چاند سے مکھڑے کو مرے گل رو   غصہ کھا کھا کے آفتاب نہ کر
ورنہ جل جائے گا جہان تمام   حق کی بستی ہے بس خراب نہ کر
میں تو حاضر ہوں جو تو فرمائے   غیر کو لطف سے خطاب نہ کر
سوز کا دل میں چھین دیتا ہوں
مفت بر دہ تو اضطراب نہ کر

* * *

بس کر اے غم جگر جلا بس کر   میں نے مانا ترا اثر بس کر
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش   سب یہ تیرے کیے نذر بس کر
دمبدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے   بے مروت خدا سے ڈر بس کر
مت مکر تو نہیں ہے دل کا چور   میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
عرش تک تو گیا ہے تیرا شور
بس کر اے سوز نوحہ گر بس کر

* * *

کاٹتے ہیں دل کو ابرو یار کے تلوار وار
یہ جگر کس کا ہے ان کا جس کو ہو ہموار وار
خون کو مجھ بے گنہ کے بس ہیں یہ تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کس کے قتل کو ہتیار یار
باغ تم جاتے تو ہو لیکن خدا کے واسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

[لہ] یہ غزل م، میں نہیں ہے

ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہیں مرے غمخوار خوار

بات سنتا ہی سبک وضعوں کی تو دل دے کے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یک بار بار

[1] آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یار ہے
چشم وحدت بیں کو ہے یاں جلوۂ دلدار دار

[2] مجھ مریض عشق کی دارو نہیں کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

آج کون آتا تھا گلشن میں خدا جانے کہ ہے
باغباں کا دل نزار و بلبل گلزار زار

دیکھ کر کوئے مغاں میں تو ز کہتے ہیں لوگ
دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

---

[3]
عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر — ترک جفا نہ کر نہ کر اے میرزا نہ کر
عاشق کے دل کو لطف سے تو آشنا نہ کر — ترک غضب نہ کر نہ کر اے بیوفا نہ کر
جان ستم عزیز جفا آشنائے جور — عاشق اگر ہزار مریں تو وفا نہ کر
شان تغافل اپنی نہ چھوڑے دماغ دار — قربان تیری خو کے کسو کا کہا نہ کر

طاقت نہ پاؤں میں ہے نہ ہاتھوں میں دسترس
اے حق کسو کو اتنا تو بیدست و پا نہ کر

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔ [2] یہ شعر ح میں نہیں ہے۔ [3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

رونے[1] سے گر کسو کا ہو اعتبار بہتر
لے مردمان دیدہ اے چشم زار بہتر
چبھتی ہے دل میں میرے کیا گرم جوشی گل
اے عندلیب نالاں تجھ سے تو خار بہتر
کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مروت
قطع اُمید خوشتر ترک نگار بہتر

پوچھوں ہوں راہ کعبہ و دل پر ہے داغ دیر
لیکن میں ڈھونڈھتا ہوں خدا کو چراغ دیر
کچھ گومگو کی بات ہے یاں شیخنا کہ ہم
پہنچے حرم کی رمز کو پا کر سراغ دیر
ہم بانگ میر کے سامنے ہیں شیخ و برہمن
یہ مرغ خانقاہ ہے وہ ہے کلاغ دیر
ہوتا ہے مدرسے میں یہ دل تنگ واعظا
جس وقت یاد آوے ہے مجھ کو فراغ دیر
زمزم کے آب سے نہ بجھی اپنی تشنگی
ہم پی رہے ہیں شیخ ہمیشہ ایاغ دیر
ہندو کی نور معرفت حق پہ ہے نظر
بہر چراغ کعبہ لپکتا ہے زاغ دیر
دل ہر صنم کے غم سے مرا ہو رہا ہے داغ
پھولا ہے اپنے سینے میں لے سوز باغ دیر

پیوں ہوں خون دل اپنا تجھے گماں ساغر
کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہے کہاں ساغر
شراب[2] سرخ سے لبریز ہے یہاں ساغر
جو تو نہیں تو ہے جوں چشم خوں چکاں ساغر
نہ جانے کس کی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہے مہر کا آتش سے آسماں ساغر
پیام کیونکے مرا پہنچے دختر رز کو
کہ شیشہ پنبہ دہن اور بے زباں ساغر
نگاہ مست کی تیری طلب ہے ہم کو یوں
تنک شراب کہ جوں مانگے ہر زماں ساغر
اسی ہی طرح سے میں بھی دہن[3] پہ مرتا ہوں
کہ جیسے دے ہے لبوں پہ تمہارے جاں ساغر

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] یہ شعر م میں نہیں ہے [3] م: لبوں پہ

چمن میں گل نہ سرِ شاخ پر یہ جلوہ دے   جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے اے جواں ساغر
مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہوں میں   نہیں یقین تو دے بہرِ امتحاں ساغر
شراب جب تلک اس میکدے میں ہووے سوز
ترے نصیب ہو امرت کا مہرباں ساغر

کب[1] تلک تیری جفا اوپر ——   جب تلک طاقت تھی مجھ میں ——
اشک کے طوفانی دشت و کوہ ہو کے غرق اب   کب تلک و رو کے بس اے مردم ..... صبر
بیقراری تھی تپش کے ہاتھ سے بے چین ہے   غم کے غم سے دل میں گھبرا کر ہوا بیزار صبر
—— نظاروں کے اوپر یوں قفس میں دیجیے   بلبل بے بس کا ڑیو تجھ پہ اے گلزار صبر
اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہونا نہیں
سوز پیارے آنسوؤں کو پونچھ کر ناچار صبر

ز

لگا[2] ہے جب سے دل میں تیرِ دلدوز   پڑا تڑپے ہے تب سے خاک میں سوز
کہیں جلدی سے مجھ کو مار بھی ڈال   کہاں تک جان دوں دھڑکوں میں ہر روز
عدو دیں ہے پہلو میں مرے دل   الٰہی مجھ کو اس پہ کر تو فیروز
—— غضب ان کی ہے جال   نہ نکلی ان سے یارب آہ جاں سوز
وہ کیا مجھ کو دل سے چاہتا تھا
خدا جانے کیا کس نے بد آموز
کوئی خرفا ہے کوئی تو لی ہے (کذا)   میرے شعروں کو دیکھ کر انداز

---

[1]۔ [2] یہ غزلیں م ' میں نہیں ہیں۔

ہو گئی غم سے جان سوز گداز   پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز
تیرے[1] قربان ہو کے مر جاؤں   کھول ٹک لب کو اے مسیح اعجاز
[2]اشک تو نے ڈبو دیا مجھ کو   آہ تو نے جتا دیا سب راز
غم نے گھیرا ہے جی کو خنجر بار   ایک تو ہی تو ہے مرا دمساز
دم نکلتا ہے پہ یہ حسرت ہے   کون اٹھا دے گا پھر یہ تیرے ناز
اب تو زلفوں سے جا کے الجھا ہے   یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز
تیرے دیدار کی تمنا میں   طائر شوق نے کیا پرواز
میں نے جانا تھا دل کو بھولا ہے   اس نے دیکھا نہیں نشیب و فراز
یہ مسافر جو تجھ تلک پہنچے   اس کو رکھیو بھلا غریب نواز
[3]کوئی خرقہ ہی کوئی ٹوپی ہی   میرے شعروں کے دیکھ کر انداز
کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج
خسرو ہند و سعدی شیراز

* * *

کرتا ہوں ترک عشق میں یوں پیش و پس ہنوز   ناصح ذرا نہیں ہے مرا دل پہ بس ہنوز
سیر چمن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا   غنچے رہے ہیں باغ میں ظالم بکس ہنوز
اس کو حوالہ کر کے مرے پوچھ اے فلک   دونو جہاں سے ہے تجھے اب کچھ ہوس ہنوز
فریاد عندلیب کو پہنچا چمن میں گل   آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

---

[1] [2] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔
[3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

آگے ہے تیرے قافلۂ رفتگاں دلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگ جرس ہنوز
نالاں جو باغباں سے ہے بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہیں ہے ان نے جفائے قفس ہنوز
سو طرح سوزؔ ٹھونک کے بولا رقیب کو
آتا نہیں ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

جل گئی قمری نہیں ہے سرو کو باور ہنوز
باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہے خاکستر ہنوز
سرد مہری نے تری کتنا بجھایا ہے اسے
تس پہ اس دل کو جو دیکھوں ہوں تو خاکستر ہنوز
کر چکا گلشن میں کتنا کچھ تو آنکھوں پر نثار
مشت میں ہے غنچۂ نرگس کی سیم و زر ہنوز
کس قدر ہے شعلہ خو ظالم کہ پہلو سے مرے
اٹھ گئے مدت ہوئی اور گرم ہے بستر ہنوز
بادۂ جام ازل سے سوزؔ ہے مدہوش و مست
تو لیے پھرتا ہے واعظ وعدۂ کوثر ہنوز

[1] میں تو دیوانہ ہوا بنتی ہے زنجیر ہنوز
کام آخر ہوا ہوتی ہے ابھی تدبیر ہنوز (کذا)
دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گزرے
آہ کھلتی ہی نہیں زلف گرہ گیر ہنوز
خاک تو کر کے اڑا دیا مجھے ہر وادی میں
پہ یہ چبھتا ہے مرے دل میں پہ تیر ہنوز
آسماں چرخ میں آیا و لے اس سرکش کو
کچھ نہ تاثیر ہوا نالۂ شبگیر ہنوز
جب سے پیدا ہوا ایک دم بھی شگفتہ نہ ہوا
غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز
سن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم
کس قدر سخت ہے آخر نہ موا میرؔ ہنوز

---

[1] یہ غزل م۔ میں نہیں ہے۔

کم[1] نہیں ہوتا غبارِ خاطرِ جاناں ہنوز   خاک سے میری جھٹکتا ہے کھڑا داماں ہنوز

س

کیا ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس   نکلی کبھو نہ مرغِ گرفتار کی ہوس
بلبل ہی کو نہیں ہے رُخِ یار کی ہوس   ہر گل کو اس کے گوشۂ دستار کی ہوس
قاتل ہی میرے خوں کی نہ رکھتا تھا آرزو   اپنے ہی دل میں تھی دمِ تلوار کی ہوس
نرگس جو شکلِ چشم اُگی ہے زمین پر   کیا جانے کس کو ہے ترے دیدار کی ہوس
پائے نہ جھانکنے بھی کبھی ہم درِ چمن   رکھتے تھے دل میں رخنۂ دیوار کی ہوس
بیش از سخن زباں کٹے جو کاٹے قلم کی طرح   اس شوخ سے رکھوں ہوں لبوں میں گفتار کی ہوس
قدرت نہ مجھ کو آہ کی نے طاقتِ فغاں   نکلے[1] سو کیونکے اپنے دلِ زار کی ہوس
اے سوزِ جنسِ دل کے تئیں[2] دے چکے ہم آگ
رکھتے نہیں ہیں گرمیِ بازار کی ہوس

آج دل آپ ہی آپ کچھ ہے اُداس   آ کے[3] بیٹھو نہ کوئی میرے پاس
سُن لو محبوب اس زمانے کے   کاٹے ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس
اب[4] تو محبوب ایسے نکلے سگھڑ   جو اڑانے کے وقت کاٹیں بھباس (کذا)

---

[1] ع، نکلی کبھو نہ   [2] ع، جنس دل کو تو اب

[3] م، کوئی مت بیٹھو آ کے میرے پاس

[4] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

اب[1] تو اوروں سے مل کے مردائی		دل میں بیٹھا ہے بس کہ اب کی ہراس
سیر[2] گلشن سے کیا مجھے ہی کام		مگر آتی ہے گلبدن کی باس
ایک تیغہ لگا کے بھاگ گیا		دیکھو نے دس نہ بیس سو نہ پچاس
میرِ میدان ہے وہی عاشق		جو چڑھا ہو جہان میں نخاس
آج[3] ہے اس کے پاس خنجر تیز
سوز دل کا نکال اپنے ہلاس

کب تڑپھ مرنے سے نکلے مرغ بسمل کی ہوس
دل ہی جانے جس طرح نکلے[4] ہے اس دل کی ہوس
صاحبو میں جانوں میرا جان ہے پھر تم کو کیا
منع مت کیجو نکلنے دو نہ قاتل کی ہوس

مت اس قدر تڑپھ تو دل[5] بیقرار بس		گزرا ہے سر سے خون بس اے[6] چشم زار بس
ہے دل پہ مجھ اسیر کے آفت تری صدا[7]		اے عندلیب باغ نہ اتنا پکار بس
تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے		اڑ جائے سر بلا سے لگا ایک وار بس
دوں ہمتوں کی نظروں میں مت کر مجھے ذلیل		اے چرخ میں[8] بہت ہوا رسوا و خوار بس
سوز آج یہ گلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا
سو[9] طرح تجھ کو دیکھ لیا ہم نے یار بس

---

[1] [2] [3] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہیں۔ [4] م، جس طرح پر بھی ہے [5] م، دلِ امیدوار
[6] م، گئے خون مرے چشم زار بس [7] ع، م، دونوں میں "سدا" [8] ع، کیا نہیں ہوں میں
[9] ع، بس بس سبھوں کو دیکھ لیا

دل[1] لگا مت ہر کسی سے اے دل ناداں بس   دیکھ مت چاروں طرف اے مردم حیران بس
ٹک زباں کو بند کر ناصح خدا کے واسطے   تو تو روتا ہے یہاں ہوتی ہے ———

بلبل کو ہے ترے سر دیوار کا ہلاس   جو(ں) گل ہے اس کو گوشۂ دستار کا ہلاس
نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلک   ازبس کہ ہے اسے ترے دیدار کا ہلاس
آوے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار   نکلے کبھو نہ مرغ گرفتار کا ہلاس
یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا   نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس
جپنا زباں سے نام ترا ہم کو اس سوا   تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس
مرتا ہوں اب تو یار گلے ٹک لگا مجھے   تا دل میں رہ نہ جائے ترے پیار کا ہلاس
بے قدر جب سے جنس وفا ہو گئی ہے سوز
دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کا ہلاس

ش

یوں بوجھ مرے دیدۂ پر آب کی گردش   دریا میں ہو جس طرح سے گرداب کی گردش
پھرتا ہوں ترے واسطے روتا میں زبس یار   ہر پل مری چشم میں دولاب کی گردش
گو خاک[2] ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا   ہو کر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش
جنس[3] خرد و صبر بن اس دل کو ہو کیا چین   مفلس کو بری ہوتی ہے اسباب کی گردش

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[2] [3] یہ دونوں شعر م میں نہیں ہیں۔

پھر جائیں اسی طرح سے یک پل میں وہ انکھیاں   جوں بزم میں ہو جام مئے ناب کی گردش
توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساقی   ے مانگے ہے تجھ سے سر احباب کی گردش

دل زلف و رخ یار میں کیوں کر نہ پھرے سوز
خوش آوے ہے اس کو شب مہتاب کی گردش

گو[1] تم نے ہمیں کیا فراموش   لیکن نہ کرے خدا فراموش
کیا یاد دلاؤں تجھ کو اپنی   اے مشفق آشنا فراموش
دل تھا نہ جناح جس کو توڑا   اے جور کن وفا فراموش
لے جان ہی ٹک تو کھول تو ہاتھ   مارا یاد ترا فراموش

وہ سوز ہے جس کی دل میں تھی جا
اب دل سے کر دیا فراموش

رکھتے ہیں تیری زلف کے ہر تار کا خلش   کس برہمن کے دل میں ہے زنار کا خلش[2]
گر[3] ہو نصیب مرغ چمن اس گلی کی سیر   پھر دل میں اس کے ہوئے نہ گلزار کا خلش
خطرہ نہیں کچھ اور ہمیں روز حشر سے   گر دل میں ہے تو اپنے ہے کردار کا خلش
ایسا نہیں ہے غنچہ کوئی جس کے دل میں یار   ہوئے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش
کیا جانیے کہ اس سے کہے گا وہ کس طرح   مجھ کو پیام بر کی ہے گفتار کا خلش
اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ   لیکن ہمارے دل میں ہے انکار کا خلش

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[2] ع، میں ردیف۔ کی خلش ہے۔   [3] م، کب

کھٹکے ہے دل میں سوز کے اس چشم[1] کی مژہ
اے بلبلو یہ گل کے نہ ہو خار کا خلش

الٰہی[2] کس نے یہ توڑا ہے شیشۂ آتش
کہ انجمن کو بنایا ہے بیشۂ آتش
جو میں نہ ہوتا تو افسردہ ہو کے مرجاتی
ہے تازہ میری ہی شورش سے ریشۂ آتش
ہمیشہ تن سے نیستاں کی آگ میں رہنا
یہ دل نہیں ہے مگر شیر بیشۂ آتش
ہمارا نالۂ خارا گداز سے ڈرنا
ہے دل یہ کوہکن آوازہ تیشۂ آتش

ص

آرام[3] پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص
آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع
دن میں کہ در در جو پھراوے گدائے حرص
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے
ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سوائے حرص
کر منہ کو تنگ بہ سوے قناعت یہ حرف مان
رکھتی ہے لاکھ طرح (کی) آفت قضائے حرص
ناداں تلاش طرۂ زر سے تو باز آ
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص حیف
کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی گذر ہو سوز
پر درمیاں نہ ہووے بشرطیکہ پائے حرص

---

[1] م، شوخ
[2] م، میں یہ غزل نہیں ہے۔
[3] یہ غزل ع، میں نہیں ہے۔

ض

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض   اُس[1] سوا کچھ روز ہو نہ مدعا نہ شب غرض
دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا   ہوئے ہے معلوم باہم آ پڑے ہی جب غرض
چاہ جو کچھ کر کہ ہے دنیا و ما فیہا ترا   پر کسی کی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض
میں کہا شب آج یاں رہیے تو یوں بولا وہ شوخ   رات کے رہنے سے میرے مدعا مطلب غرض
غیر سے ملنا نہیں ہے خوب اتنا سُن رکھو   اس سوا کہنا نہیں کچھ اور رکھنی اب غرض
حرف[2] میرا ہے فقط اور یار ہے بے مدعا   ورنہ اپنی اپنی باتوں میں رکھیں ہیں سب غرض (کذا)
سوز لیے یار سے معلوم ہونا مدعا
جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

کبھو[3] تو فیض کو پہنچوں میں اے مرے فیاض   کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض
الٰہی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو   کہ مُنہ چڑھے ہے بہت زلف یار کی مقراض
عجب ہے رسم بتان جہان واویلا   کہ دشمنوں سے ملیں دوست سے کریں اعراض
مریض عشق کو درماں کی احتیاج نہیں   صنم کا درد ہے واللہ دافع امراض
تمھارے عشق میں جھر جھر ہوا ہے یہ ہاتھی
غریب سوز کو ہرگز ————

---

[1] م، اس سے تونے روز ہے۔

[2] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

ط

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتاں کا اختلاط
سچ تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط
اب کوئی[1] دم کو مچاتی ہے خزاں یاں آکے لوٹ
عندلیبو چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط
ناکسوں کی دوستی دین اور ایماں کا اجاڑ
پوچھ لو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا
فیض[2] اگر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط
سوز سے مت دل لگاؤ دوستو پچھتاؤ گے
کاہش[3] دل ہے عزیزو مہرباں کا اختلاط

کب[4] میں آیا تیرے مکتب میں بتا واللہ غلط
واہ وا جی واہ وا پہلی ہی بسم اللہ غلط
کب[5] کہا میں نے تجھے غیروں سے تو ملتا ہے جان
جھوٹ ہے بہتان ہے طوفان ہے واللہ غلط
باگ گھوڑے کی پھرا لیتا ہوں سن کر دور سے
اتفاقاً گر کبھی ہوتی ہے مجھ پر رہ غلط
جانتا ہوں تم کو میں تم ایک بہتانی ہو ہاں
کیوں کرے گا جان کر ناداں دل آگہ غلط
اور لو طوفان بوسہ بھی لیا اچھا میاں
منہ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمرہ غلط
سوز تو آٹھوں پہر قدموں سے ہے تیرے لگا
مجھ کو بوسہ لینے دے گا جھوٹ تو مت کہہ غلط

---

[1] م: اب کوئی دیکھو مچاوے گی
[2] ع: گر کیا چاہے
[3] ع: کاہش دل سے ہے آخر
[4] ع: کب دبستاں میں ترے آیا ہوں میں مت کہہ غلط
واچھڑے جی واچھڑے پہلی ہی بسم اللہ غلط
[5] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

سرسبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط
دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط
اوروں کے خط کی طرح سمجھتا نہیں یہ خط
گرد آئینہ کے منہ پہ ہے تیرا غبار خط
آنکھیں تو صید ہیں ترے چہرے کے خال کی
دل ان دنوں ہوا ہے پیارے شکار خط
آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
رسوائے زلف خلق ہے عالم ہے خوار خط
آنکھیں[1] برنگِ نقشِ قدم ہو گئیں سفید
اس سے زیادہ خاک کروں انتظار خط
بے[2] مہر خط جو ہو تو نہیں اس کا اعتبار
عارض کے خال سے ہے ترا اعتبار خط
پہنچا ہے کوے یار سے قاصد بقولِ سوزؔ
دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

اپنے[3] عاشق کو نہ کہہ راہ غلط چلتا ہے یہ
کس طرح مانوں نہیں کرتا دل آگہ غلط
ہادیا پروردگارا رہ نمائی کر شتاب
کیوں کہ اب غفلت کے مارے ہو گئی ہر رہ غلط
اتنی سی تقصیر پہ ایسا نہ کیجے اعتراض
بندۂ دل سوز سے ہوئے اگر ناگہ غلط

سمجھے[4] تھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط
تیرا نہیں ہے جرم ہمارا گماں غلط
کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں
مشفق غلط ملاذ غلط مہرباں غلط
ساقی نہ ہو تو سیرِ چمن کا ہے کیا مزہ
جانا بغیر بادہ سوے بوستاں غلط
واعظ جو کوزہ پشت ہوا اس کی نظر سے بچ
کرتی ہے تیر کبھو یہ کماں غلط
جو حسن دیکھتا ہوں میں فندق پہ یار کی
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کارواں غلط

---

[1] [2] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہیں

[3] یہ غزل 'م' میں نہیں ہے۔

[4] یہ غزل 'ع' میں نہیں ہے۔

مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوزؔ کے
مانند خامہ اس کی ملتی (کذا) زباں غلط

---

[1]تیری آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط
مے میں کیدھر ہے جو رکھتی ہے بادام نشاط (کذا)
تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
دیکھنا تجھ کو ہے اے جانِ دل آرام نشاط
فضل حق جس کی طرف ہو تو اسے بخشے ہے
دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط
دل مجنوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
بے قفس ہیچ نہیں عیش یہ اسر انجام نشاط (کذا)
دیکھ ہوتی ہیں تجھے قمری و بلبل شاداں
تو ہے اس باغ میں اے سرو گل اندام نشاط
شیشہ ہے زیر بغل آبلۂ دل اے سوزؔ
مے سے ہم کو نہیں اے ساقی گلفام نشاط

ظ

[2]اغنیا عزّ و جاہ سے محفوظ
عاشقاں آہ واہ سے محفوظ
اس زمانے میں کون ہووے گا
اس مروت پناہ سے محفوظ
اس سے آگے بلا سے رہتے ہیں
گریۂ گاہ گاہ سے محفوظ
اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے
بس ہوئے تیری چاہ سے محفوظ
شیخ تو ہو عبادتوں سے خوش
سوزؔ تو ہے گناہ سے محفوظ

---

[1] یہ غزل ع، میں نہیں ہے

[2] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[1] اٹھے نشے میں محبت کے خط یار سے حظ
بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلالِ عید سے یہ عیش ہو نہ صایم کو
جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

یہ تخت دل مری پلکوں پہ چشم تر کی دیکھ
کیا جو چاہے تو دریا پہ لالہ زار سے حظ

عبث ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں
سوائے آئنہ کس کو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھرنے میں
کہ جوں پتنگ کو ہو شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت میں
لیا ہے یاد میں ساقی کی جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل میں ہو نہ دیوانہ
یہ ہے دل کو تری زلف آبدار سے حظ

حلاوت اتنی اٹھی دل کے داغ گننے سے
کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو ہنوز
اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

ع

تاب[2] لاوے نہ ترے حسن کی لرزاں ہے شمع
جان کے خوف سے فانوس میں پنہاں ہے شمع

دیکھتے ہم نے تو پوچھا تھا کہیں عاشق ہے
یا بگل خاک بہ سر اشک بہ داماں ہے شمع

چہ چراتی نہیں پروانے کے جلنے سے لی(؟)
ہے شب وصل کہ شادی سے غزلخواں ہے شمع

---

[1] یہ غزل ع میں نہیں ہے۔

[2] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

دودِ دل ہی کی ہمیں سوختگی ہے معلوم
کہ تری آتشِ ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع
کوئی کچھ اس کو کہو ہم تو بہت ہیں محظوظ
یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباں داں ہے شمع
کوئی پنہاں کرو چھپتی ہی نہیں دل سوزی
عاشقِ زار ہے شعلے سے نمایاں ہے شمع
گرچہ غماز کہوں اس کو تو برجا ہے گا
میر مجلس میں تو روشن کنِ زنداں ہے شمع

مژگاں کی گر خلش کا بہ دل ڈھنگ ہی وسیع   سینہ بھی یاں برائے صفِ جنگ ہی وسیع
واعظ جگہ نہ واں ہو تو حاضر ہے گھر مرا   میخانہ شکل کعبہ نہیں تنگ ہی وسیع
نقصِ صفا سے اپنے نہ پہنچا تو واں تلک   آئینہ خانہ ورنہ بہر سنگ ہی وسیع
داماں سیلِ اشک مرا ہجر میں ترے   مانند دامن جمن و گنگ ہی وسیع
بے ہمتی سبب تگ و دو کا ہے ورنہ یار   روزی برائے کور و کر و لنگ ہی وسیع
چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو   شہبازِ عشق کا بھی عجب چنگ ہی وسیع
خواہش جنھیں ہی ملک کی ان کو نہیں یہ فہم   دو گز زمیں ندان تہِ سنگ ہی وسیع
بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ   رندوں کے واسطے قدحِ بنگ ہی وسیع
تکموں[1] کے واسطے ترے نیمہ کے سرو ناز   گلشن میں بخیۂ گل اورنگ ہی وسیع

---

[1] یہ شعر ح، میں نہیں ہے۔

اشک کے قطرے میں نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع سر سے لے کر تا قدم سلکِ گہر رکھتی ہے شمع
کون ہے میرا بجز پروانہ مرغِ نامہ بر شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع
رہروِ سوئے عدم کو حرکتِ پا کیا ہے شرط خانۂ فانوس میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع
شعلے پہ ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع
تو[1] مرے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر شام سے تا صبح اپنی چشمِ تر رکھتی ہے شمع
جس[2] قدر جلتے ہیں تیرے ہجر میں اعضا مرے استخواں میں اپنے کب سوز اس قدر رکھتی ہے شمع
حسن کو اے سوز دعوا سلطنت کا گر نہیں
سر پہ اپنے کس لیے یہ تاجِ زر رکھتی ہے شمع

غ

آتش سے مرا بوجھ سمندر نہ ڈرے داغ (؟) سوزش میں کہیں اس سے میں کھاتا ہوں پرے داغ
پروانے کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن بے داغ ہوئے عشق کو کب حسن کرے داغ
عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت تجھ عشق سے کب کھا سکے ہر ماجہ خرے داغ
اے چرخ نہیں تجھ سے میں خواہانِ زر و مال دل کو تو مرے رکھ بغمِ سیمبرے داغ
بے بہرہ ہے اس کی سندِ عشق جو کوئی عشاق میں دل اپنے کو جب تک نہ کرے داغ
ہے[3] خواہشِ گلزار تو سینے کو مرے دیکھ تختے سے چمن کے ہیں فزود اس پہ بھرے داغ
آتا ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہیں پھر تری چھاتی کے ہرے داغ

---

[1] [2] یہ شعر ’ح‘ میں نہیں ہیں۔ [3] یہ شعر ’م‘ میں نہیں ہے۔

نالے سے میں اپنے نہیں اے رشک پری داغ   کرتی ہو مرے دل کے تئیں بے اثری داغ
یاروں کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے   ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ
پہنچا کے تری زلف کی بو غیر کو پیارے   کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ
جلنے کی ترے عشق میں خو ہو گئی یاں تک   لالے کی طرح سوز سے رکھتا ہوں پری داغ
جانے کا کسی طرح نہیں دل یہ یقیں ہے   جوں جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ
ہوتا ہوں خجل صفت میں پروانے کے آگے   جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

طائر کو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں اے سوز
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے بال و پری داغ

عشق کی ہووے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ   دل نہ شاہی پر ہے اپنا نہ فقیری کا دماغ
اس لئے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب   تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صفیری کا دماغ
ہوں گرا ایسے کی نظروں سے کہ میری خاک پر   باد کو بھی ہو نہ ہرگز دستگیری کا دماغ
تجھ[1] سے کہتے ہیں کریں دعوی مریدی کا اگر   شیخنا دل کو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعرو
گفت گو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

ہائے[2] اتنا بھی نہیں غم سے فراغ   جو دل گم گشتہ کا کیجے سراغ
کون آتا تھا چمن میں پوچھیو   آج پھرتی ہے صبا کیوں باغ باغ

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[2] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

آنکھ بھر تجھ کو نہ دیکھا یا نصیب
مرتے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ
توز کی بلبل کو بس ہے روشنی
گو نہ ہووے آشیاں کا گل چراغ

ایک دم[۱] تو درد کے سہنے سے مجھ کو دے فراغ
آ خدا کو مان مت دے داغ پر بالائے داغ
کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کہیں دشمن چراغ
آؤ دیکھو رات دن جلتا ہے میرے دل کا داغ
تا مراتب ان شاعر نے کہا گر دا اسے
بلبلیں تو بھی پڑی پھرتی ہیں داتیں باغ باغ (کذا)
یوں تو پانے کے نہیں یارو دل گم گشتہ کو
ہاں مگر لوہو کی بوندوں سے ملے شاید سراغ
خار صحرا میرے پاؤں کے سب ہیں سُرخ پوش (؟)
اور کوئی خاک لے گم گشتہ وحشی کا سراغ
دل نہیں ہے یہ چھلاوا ہی ہیں کس پوچھا اسے
گاہ ابر تیرہ ہے اور گاہ ہے رشک چراغ
——— پہیلی ہیں اس کی میں دشمن نہیں
——— لیکن مجھ سے رہے ہے بے دماغ
——— زندگانی اپنی ایسی تنگ ہے
——— دل کو کبھی تو دے فراغ

ف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کی طرف
مائل کیے دل اس ستم ایجاد کی طرف
تصویر ہو کے آپ ہی حیراں[۳] رہ گیا
بیٹھا جو[۲] منہ کو پھیر کے بہزاد کی طرف
دیکھے جو ایک آن[۴] مرا سرو خوش خرام
قمری نہ دیکھے پھر کبھو شمشاد کی طرف
بھاوے نہ گل چمن میں کبھو تجھ کو عندلیب
دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف
حرمت خدا ہی اس کی رکھے آج تجنسیں (کذا)
جاتا ہے شیخ توز سے آزاد کی طرف

---

[۱] یہ غزل م میں نہیں ہے

[۲] م، بیٹھا تو منہ کو پھیر جو

[۳] م، آپ ہی حیراں وہ رہ گیا

[۴] م، ایک آن تری

زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف
مرتے مرتے بھی نہ دکھلایا ہمیں دیدار حیف
میں بھی بندہ تھا اگر ملتے تو کیا نقصان تھا[1]
پر ترے دل میں نہ آیا حیف میرے یار حیف
لے چلے دنیا سے ہم ارمان تیرے[2] وصل کا
گور سے نکلے گی یہ آواز اے عیار حیف
حسن صورت کو ہے لازم میرے پیارے حسن خلق
یہ تری صورت ہی[3] پیارے یہ ترے اطوار حیف
شعر پڑھنا، بات[4] کرنا، مسکرانا اب کہاں
سوز کے منہ سے یہی سنتے ہیں لاکھوں بار حیف

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگمان صاف
دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف
کہتا ہوں میں جو کیا مری تقصیر تو بتا
کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پہ زبان صاف
اس وقت خاکداں میں جہاں تک نہیں غبار
مانند آئینہ کے ہے سب آسمان صاف
کچھ[5] کان میل والے کو دے کر نکال ڈال
گر حق کی بات سنیے تو کر لیجے کان صاف
گر آرزو ہے سوز تجھے وصل یار کی
پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکان صاف

ایک[6] ہی نگہہ میں آب ہوا دل ہزار حیف
عشق بتاں نہ اس کو ہوا سازوار حیف
اے گریہ تیرے ہاتھ سے روؤں کہاں تلک
اک پل بھی دیکھنے نہ دیا منہ یار حیف
بے دور ہی تمام ہوا انتظار میں
ساقی یونہیں رہا یہ ہمارا خمار حیف
گلزار حسن آہ یکایک اجڑ گیا
چشموں سے آبشار ہے یادگار حیف
نہ حکم گریہ کا ہے نہ رخصت ہے آہ کی
کیوں سوز کس طرح سے نکالیں غبار حیف

---

[1] ع: کیا ہوتا خلل [2] ع: تیری دید [3] ع: یہ تری صورت مری جاں اور یہ اطوار
[4] ع: بات کہنا اب کہاں وہ سوز کا [5] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔ [6] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

گر خواب[1] میں دیکھے تجھے کنعان میں یوسف   آ غرق ہو اس چاہ زنخدان میں یوسف
ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجھ کو   پڑھتا تبارک تو تری شان میں یوسف
آنکھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہے تری شکل   بستا ہے زلیخا کے دل و جان میں یوسف
بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن میں   خاموش کہ ہے سیر گلستان میں یوسف
کیا شاہد معنی کا ترے اب میں کہوں حُسن
اے[2] سوز بھرے ہیں ترے دیوان میں یوسف

* * *

یوں[3] کھب رہا ہے گل کے کلیجے میں خار حیف   بیٹھی[4] ہے عندلیب تو اب تک ہزار حیف
صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پانو بھول   گھبرا گیا نہ اے دل ناکردہ کار حیف
اے[5] گریہ تیرے ہاتھوں سے روؤں کہاں تلک   ایک پل بھی دیکھنے نہ دیا روے یار حیف
ہر چند چھوٹنے کی توقع نہیں رہی   آتا ہے تو بھی دل میں یہی بار بار حیف
ہم کو قفس سے رخصت گلگشت بھی نہ دی   تو پھر چلی چمن سے اے فصل بہار حیف
کیوں سوز زلف و رُخ کی ہوئی تجھ سے بندگی
غفلت ہی میں گزر گئے لیل و نہار حیف

* * *

دشمنوں[6] کی دوستی میں کٹ گئی دن رات حیف   مفت ضائع ہو گئی یا رب مری اوقات حیف
جن[7] کو اپنا نور چشم و راحت جاں تھا کہا   وہ تو شل مار ہو بیٹھے ترے بدذات حیف

---

[1] م، اب ہو تو نہ ہرگز رہے کنعان میں یوسف   ہو غرق ترے چاہ زنخدان میں یوسف

[2] ع، جو سوز بھرے ہے   [3] ع، کیا چبھ رہا ہے

[4] ع، ہے عندلیب بے خبر اب تک   [5] م، بے اشک ترے ہاتھ سے یوں کب تلک رہوں۔

[6] [7] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

ق

دود سے آہ کے ہے گرچہ سیہ خانۂ عشق — داغ سے دل کے منور[1] ہے کاشانۂ عشق
خون سے اپنے وضو کر کے قدم آگے رکھ — شیخ کعبہ نہ سمجھ[2] ہے یہ صنم خانۂ عشق
جب تلک ہوش رہا مجھ میں نہ پایا میں سراغ — لے گئی بے خبری تا بہ درِ خانۂ عشق
[3] کشتوں بیچ اسی کو تو ملی سرداری — کاسۂ سر ساحس کے پیمانۂ عشق
دیکھ لو سوز کو اب ورنہ کروگے افسوس
قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانۂ[4] عشق

عاشق[5] ہزار جاں سے ہوں تیرا بجان عشق — اے جان جان جان نہ کر امتحان عشق
پیتا ہوں روز خون جگر لخت دل کے ساتھ — کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر میہمان عشق
گو مدعی بھی آہ کرے گو کہ وہ مرے
واللہ اس سوا ہیں کچھ اور ہی نشان عشق

کدھر جاتے ہو مجھ کو[6] چھوڑ کر اے مہرباں مشفق — بھلا جیتا رہے گا کیونکے مجھ سا نیم جاں مشفق
مجھے کہتے ہو تیری آہ نے رسوا کیا مجھ کو — کرے گا آہ کس قوت سے مجھ سا[7] ناتواں مشفق
عزیزو[8] مہربانو دوستو مجھ تک ذرا آؤ[9] — بلا لاؤ اسے وہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق

---

[1] م، منور ہے یہ
[2] م، نہ سمجھ اس کو یہ ہے خانۂ عشق
[3] یہ شعر ع، میں نہیں ہے
[4] ع، افسانۂ
[5] یہ غزل م، میں نہیں ہے
[6] ع، روتا
[7] ع، ایسا
[8] ع، محبو
[9] ع، لاؤ

کہو[1] ان سے تمھاری دوستی کا کوس بجتا ہی　　رہے گا کس طرح سے سوز عالم میں نہاں مشفق
کیا تو ذبح لیکن سوز کے خوں سے بھرو ساغر
اے تم موپنچ کر آنکھیں کرو اب نوش[2] جاں مشفق

دل[3] ہوا ہے کون سی جا منزل و ماوائے عشق
سو تو ہے یہ تنگ غم سے کیوں نہ اب گھبرائے عشق
چین ہی دیتا نہیں بیٹھے نہ اٹھتے کیا کہوں
کیا ستایا ہے مجھے اس عشق نے اور ہائے عشق
عشق ہے تم کو جناب عشق تم کیا ذات ہو
حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا بالائے عشق
عشق کا خیمہ دل عاشق ہے آنکھوں دیکھ لو
دونوں آنکھوں میں لبالب ہی بھرا دریائے عشق
شیر بھی تھوڑا لہو پی کر کے ہو جاتا ہے سیر
سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کلیجا کھائے عشق
بے خبر ہوگا وہی اے سوز شور حشر سے
جس نے ساقی سے پیا ہو ساغر صہبائے عشق

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔
[2] م، نیم
[3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

ک

رونے کو میرے تا بجا دل سے آئے اشک　　نکلے ہے خوں چشم سے اب تو بجائے اشک
خونِ جگر تو چشم سے جو تھا سو بہ گیا　　آتا ہے لختِ دل ہی چلا اب قفائے اشک
رونے سے باز ہم کوئی آتے ہیں مثلِ شمع　　لے سر سے پانو تک نہیں تا گھلائے اشک
نظروں سے جو کسی کی گرے بول کیا سکے　　ہم نے سُنی نہ چشم سے گرتے صدائے اشک
آنکھوں سے ایک دم مری ہوتا نہیں جدا
لے سوز کیا کروں میں بیاں اب وفائے اشک

آنکھیں[1] ہوں مری پُرآب کب تک　　اس غم سے دل کباب کب تک
ٹک آنکھ اُٹھا کہ ہم بھی دیکھیں　　ظالم اتنا حجاب کب تک
میرے دل کا ثواب سے جان　　ہے ہے اس پہ عذاب کب تک
زلفوں[2] کو کھول ٹک مری جان　　دل کھاوے پیچ و تاب کب تک
پہلو[3] میں بلائے دل ہے آخر
ہو شئے نہ یہ باریاب کب تک

در پہ اس کے نہ جاؤں کب تک　　مرنے سے جی چراؤں کب تک
سر کاٹ کے پانو پر سے واردوں　　روٹھے کو نہ میں مناؤں کب تک

---

[1] م، آنکھیں میری
[2] ع، زلفوں کو تو کھول میرے پیارے
[3] ع، چھاتی سے تو سوز کو لگا لے۔

ہے آٹھ پہر مرے مقابل   ایسی صورت بھلاؤں کب تک
دیکھوں[1] گا کس طرح اسے میں   آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک
بے بس کا بس یہی کہ رووے   دریا دریا بہاؤں کب تک
سینے سے تو جوے خوں رواں ہے   زخم پنہاں چھپاؤں کب تک
یا رب دل ہے اسے بچالے   غم سے اس کو بچاؤں کب تک
کیوں[2] غم ترے دل میں یوں نہ آیا   ایسے دل کو کڑھاؤں کب تک
کہتا ہوں اب تو سوز سے میں
یہ غم نہ اسے سناؤں کب تک

لخت[3] جگر جو آنکھ سے نکلے اٹک اٹک   بے چین کر دیا مرے دل کو کھٹک کھٹک
میری بھی مشت خاک کا ٹک پاس ہے ضرور   اے جامہ زیب جلیو نہ دامن جھٹک جھٹک
یہ ناز اور کرشمہ کہاں ہے تدرو میں   چلتا ہے جس ادا سے وہ پیارا اٹک لٹک
نکلا چمن کی سیر کو وقت سحر کبھی   زلفوں کی لی صبا نے بلائیں چٹک چٹک
کیفیت شراب سے سرخوش نہیں ہیں ہم   پیتے ہیں خون دل کی صراحی غٹک غٹک
غارت کرے جہاں کو تری چشم ترک بدر   عاشق سے دل چھنالے وہ ابرو مٹک مٹک
توڑیں گے کوہ غم کو صنم کی مدد سے سوز
فرہاد ہم نہیں جو مریں سر پٹک پٹک

---

[1] ع، کیونکر دیکھوں گا پھر اسے میں   [2] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔
[3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اشک کب ہوں ترے مستانے کے خشک　　کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
چوری چوری تیرے منہ شاید لگا　　ہونٹھ یوہیں ہیں گے پیمانے کے خشک
اب کے دل میں ہے کہ گوہر رویئے　　ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک
زلف[1] کی .... میں کیا جا کر پھنسی　　یا الٰہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
سوز معشوقوں[2] میں ہے ہاں دیکھ لو
شمع گریاں چشم پروانے کے خشک

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک　　تیرے غم[3] سے نہیں ہوں سینہ چاک
تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ　　دود اس کا نہیں ہے تا افلاک
تو نے میرا نہیں چرایا دل　　ڈالتا کیوں ہو میری آنکھوں میں خاک
روز محشر تو دیکھیو ظالم　　یہ مرا سر ہے اور ترا فتراک
واں بھی یہ ظلم تو مگر جاناں　　کیا لگے ہے تو ایسا ہی بیباک
کہیو ظالم[4] کہ سوز جھوٹا ہے　　میں کہوں گا کہ سچ ہے روحی فداک

میرے نالے سے ہے جہاں تاریک　　ہے زمیں تا بہ آسماں تاریک
صفحۂ ہستی پہ مرا جوں مہر　　نام روشن ہے تو نشاں تاریک
اس میں باوصف ہے چراغ دل　　تو بھی[5] ہے زلف گلرخاں تاریک
کیا ہوا شمع سر سے ہے روشن　　لیک ہے پائے شمع واں تاریک
خط کے آنے[6] سے ہو گیا اے سوز[7]
چشم عشاق میں جہاں تاریک

---

[1] یہ فقرہ ع میں نہیں ہے　[2] م، سوز محبوبوں میں ہے تم دیکھ لو　[3] ع، میں غمناک　[4] م، یارب
[5] م، تس پہ ہے زلف مہوشاں تاریک　[6] م، آتے ہی　[7] م، اے یار

مجھ کو مت تہمت لگا بہرِ خدا تو اے فلک
ہاتھ بھی پہنچا نہیں اب تک مرا[1] دامن تلک
ہاں مگر تقصیر یہ کی ہے کہ یک شب باغ میں
رخنۂ دیوار سے دیکھی ہے ظالم[2] کی جھلک
اس گنہ پر جو ترے دل میں ہو سو تو کر سلوک
لے گیا[3] تھا اس شرابی کے لیے دل[4] کی گزک
اور[5] بھی اک بات یاد آئی ہے ہاں جھوٹا نہ ہوں
جوں گیا میں پاس اس کے، اُٹھ چلا دامن جھٹک
اتنی[6] بے ادبی ہوئی مجھ سے کہ میں پیچھے لگا
یعنی دل کو ہاتھ سے، اس کے میں لے بھاگا اچک
دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دُور
اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پانو آگے چل سرک
رہ[7] گیا اپنا سا منہ لے کر قدم پیچھے پڑا
ہر قدم پہ مارے حیرت کے میں رہتا تھا ٹھٹھک
اس[8] گنہ پر جو ترے جی میں ہو اے چرخِ کہن
اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ میں رکھ[9] یا پٹک
اور[10] تو جتنی ادائیں اس کی ہیں میں کیا کہوں
پر قیامت تک نہ اس کی بھولے گی دو دت اور بکا

---

[1] ع، کسی
[2] ع، تک اس کی
[3] م، لے گیا ہوں
[4] م، دل میں
[5] [6] یہ شعر ع میں نہیں ہیں
[7] ع، آہ کیا
[8] ع، اس خطا پر جو مرے حق میں ہو اے چرخ کہن
[9] ع، لے
[10] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[۱]میں سکھاؤں تم کو یارو گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانے کو اس زلف کی زنجیر ایک
دل دھڑکتا ہے مبادا جل نہ جاوے یہ قفس
ورنہ اے صیاد کرتے نالۂ شبگیر ایک
[۲]کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
[۳]یار ثابت کر تو مجھ پر تو بھلا تقصیر ایک
[۴]اس چمن کی سیر میں اے جا بسر تو اس طرح
چاہیے ہووے نہ تیرا خار دامن گیر ایک
بزم میں تیری تو یوں آزردہ خاطر ہیں بہت
پر نہ دیکھا سوز سا ہم نے کوئی دلگیر ایک

---

[۵]جانا نہیں مشکل ہے جو اس حور لقا تک
جو آپ سے جاوے تو چلا جائے خدا تک

---

[۶]سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چاروں ایک
غمزۂ و ناز و ادا جنبش لب چاروں ایک
دیکھیے کیونکے بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں
تجھ بن اب درد و غم و رنج و تعب چاروں ایک
صبح و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
ہیں کسب کرنے میں یہ نور کا اب چاروں ایک (کذا)
باتیں دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی
لب پہ کر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک
شعلہ و صاعقہ و برق و خوے یار اے سوز
رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

---

[۱] م: میں بتاؤں تم کو یارو تم کرو [۲] ع: کیوں دکھاتا ہے مجھے تیغے کو ہر دم [۳] ع: کوئی تو ثابت کرو مجھ پر بھلا [۴] ع: اس چمن کی سیر کو لے دل تو اس عنواں سے جا [۵] یہ شعر م میں نہیں ہے۔
[۶] یہ غزل ع میں نہیں ہے۔

ل

اے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال   آنکھ تو کھول چونک میرے لال
کس نے بے خود کیا تجھے پیارے   کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال
کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق   پہ مری جان مت لے یہ جنجال
بیوفا ہیں جہاں کے سب محبوب   بے مروت ہیں یہ زبون خصال
پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر   پیچھے کرتے ہیں جان کا یہ سوال
میرے کہنے کو مان لے پیارے   ورنہ کہہ دوں گا سوز سے سب[۱] حال
اے لو آیا ہے اب خدا حافظ
مرحبا مرحبا تعال تعال

کوچۂ[۲] یار میں ہر ایک کو جانا مشکل   جیتے جی واں سے ہر رستم کو پھر آنا مشکل
نقش پا ہو کے میں کوچے میں پڑا ہوں تیرے   جز فنا مجھ کو تو اے یار اٹھانا مشکل
بے گنہ قتل کیے ہم سے ہزاروں ان نے   ایسے قاتل سے دل و جان بچانا مشکل
یار[۳] کے پاس میں کس طرح سے بھیجوں قاصد   پہنچنا اس تلک آسان ہے پر آنا مشکل
سوز[۴] گر اپنے تئیں بھولے تو بھولے لیکن
یاد کو تیری مری جان بھلانا مشکل

---

[۱] م، فی الحال
[۲] ع، کوے دلدار
[۳] ع، شوخ کے پاس تجھے بھیجوں میں کیونکے قاتل
[۴] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

کس[1] کنے جا کے کہوں آہ گرفتاری دل   اب بجز نالہ کرے کون مددگاری دل
گریۂ زار[2] پہ میرے نہ اسے آوے رحم   کام بے مہری پہ اس کی نہ کرے زاری دل
ہم[3] مسیحا سے کبھو منت بے جا نہ کریں   یار بن رو بہ بھی لاوے نہ بیماری دل
شکوہ کیا اس کے سلوکوں سے کروں اے محرم   ذلت اپنی میں کہوں خلق میں یا خواری دل
چھڑکے[5] پانی مری تربت پہ جو وہ شوخ اے سوز
خاک سے آوے مری بوے وفاداری دل

کون بخشائے مری اس سے گنہ گاری دل   غیر حاضر میں رہا باعث بیماری دل
موبہ مو شانے کو اپنا ہے کیا محرم راز   زلف کی جانے بلا کیا ہو گرفتاری دل
مجھ سے تو کہہ کے گیا شام تلک آتا ہوں   صبح تک پھر نہ پھرا دیکھیو عیاری دل
جس[4] کو دیکھا سو گرفتار اسی کا دیکھا   اب بھلا کس کو میں دکھلاؤں گرفتاری دل
سوز تو بے خبر بادۂ غفلت ہے پڑا
آہ اب کون کرے آکے خبرداری دل

مرا لگتا نہیں اے باغباں تیرے چمن میں دل   لگے کیوں کر کسی کا یار بن سرو سمن میں دل
جلے ہم شام سے تا صبح ہم بزموں میں یوں[6] اپنے   جلے ہے شمع کا جس طرح تیری انجمن میں دل
کہا مت کر مجھے حرف درشت اے شوخ سنتا ہے   نظر آیا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن میں دل

---

[1] م، آہ کس جاے کہوں اپنی میں ناچاری دل
[2] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[3] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[4] م، چشم
[5] ع، چھڑکے ماٹی پہ شراب آکے جو
[6] ع، تیرے یوں

جو تو سیرِ چمن میں ساتھ رہتا ہے تو شادی سے   سماتا ہی نہیں جوں غنچہ اپنے پیرہن میں دل

نہیں وہ سوز جو مرنے کے بعد از بھی تجھے بھولے
پڑا تڑپھے گا تیری یاد میں اس کا کفن میں دل

دیکھیو[1] قدرت کو بیٹھے تھے جنھوں میں مل کے مل   زیبِ دستارِ ستم کیشاں ہے ان کے گل کے گل
با قدِ خم گشتہ اب تک ہے اُمیدِ زندگی   چونک اے غافل کہ تیرے سر پہ آیا پل کے پل
چٹ کرے دنیا کو بے کام و دہن اک آن میں   مرگ وہ پر خور ہے لقمہ میں جس آ کل کے کل
ہوگا اس ...... پاسنگ اعمالِ جہاں   حشر میں بیٹھیں گے جب مقتول اور قاتل کے تل

سوز کو کہتے ہیں سب کل سے کیا نقلِ مکاں
ہم بھی جاویں گے خبر تو کب ہیں اس عاقل کے قل

آتا ہے وہ مستِ حیا، مینائے صہبا در بغل   لیتا ہو دل اس کی بلا، با صد تولا در بغل
احوال میرا یہ ہوا، پرواہ کچھ اس کو نہیں   رکھتا ہے اپنے لب میں وہ لاکھوں مسیحا در بغل
اے ابر تو مت گڑگڑا، گو قطرہ ہو تیرا گہر   ہر قطرہ میرے اشک کا رکھتا ہو دریا در بغل
آتا ہو وہ حوری[2] لقا، گر دیکھنا ہے دیکھ لو   جس کے ہر اک غمزے میں ہے سو سو تماشا در بغل
کیا قیس اور فرہاد تھا، تم عشق بو تو سوز کو   ہر ہر قدم میں جس کے ہے سو کوہ و صحرا در بغل
ہوں[3] ... خاموشی میں میں گریاں ہر یک ابرِ تر   روتا نہیں تو کیا ہوا رکھتا ہوں دریا در بغل
گاہے ترا گلزار ہے گہ بو سے بھی بیزار ہے   گہ غنچہ ہے گاہے صبا دل یا تماشا در بغل
ہوں گرچہ میں تنگ حوصلہ پر دل میں جی کچھ ہے سو ہے   .... ہے ریگِ صحرا در بغل

ہے پاس تیرا دل ربا ملتا نہیں کیوں اس سے جا
اے سوز تجکو کیا ہوا مت رکھ تمنا در بغل

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] ع، غلماں [3] یہاں سے ۲ شعر م میں نہیں ہیں۔

اب[1] تو ہے سینے میں حسرت جائے دل   تو کدھر جاتا رہا ہے ہائے دل
شیخ کو مسجد مبارک ہو مجھے   بارگاہِ حضرت والائے دل
ذرے ذرے میں ہے تو ہی جلوہ گر   چور ہے گو غم سیتی مینائے دل
کون لے وے گا اسے کیا بیچیے   ہے متاعِ قلب یہ سودائے دل
دور ہو ناصح کہیں یہ جائے گا   جوش میں ہے اس گھڑی دریائے دل
کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ ڈھنگ   داغ کا اب تو وہ ہے بالائے دل
بس غزالو اب یہاں سے رم کرو   میرے مجنوں کی ہے جا صحرائے دل
کچھ نہ کی تاثیر میرے سوز نے
لوٹتا ہوں گرچہ زیرِ پائے دل

اُٹھ سوز، وہ دیکھ، آتا ہے قاتل[2]   ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل
دین و دل و جاں، صبر و تحمل   سب کچھ لیا لوٹ اس پر ہے بیدل
کس کس کو روؤں میں یاد کر کر (قطعہ)   ہے چشم، بے اشک، ہے آہ، بے دل
ناصح عبث تو دیتا ہے تکلیف   تیری نصیحت ہے زہرِ قاتل
کچھ میں ہی تنہا عاشق نہیں ہوں   دوکھی سے میری کیا تجھ کو حاصل
کوچے میں اس کے لاکھوں پڑے ہیں   مجروح مذبوح مقتول بسمل

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[2] م، دل

یارو تم کو کہیں ملا ہے دل   سچ کہو کس طرف گیا ہے دل
وہ تو چھاتی تلے ہی رہتا تھا   کسی گلی سے نکل گیا ہے دل
پوچھیو آنے جانے والوں سے   کون سے دیس جا بسا ہے دل

صاحبو تم دعائے میر پڑھو
سوزؔ کا آج گم ہوا ہے دل

* * *

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل   کہاں جاتا رہا ہے[1] مرا دل
ملا جا آپ تنہا مجھ کو چھوڑا   یو نہیں ہوتا ہے دنیا میں بھلا دل
سنو[2] یارو ذرا سمجھاؤ اس کو   ہوا کیوں بیوفا کا آشنا دل
نہیں ہے اس زمانے میں کچھ امید   میں کہتا تھا لے ہے یہ مرا دل
سو مجھ سے ایک دن ملتا نہیں ہے   بھلا دل آفریں دل مرحبا دل
نہ آیا[3] دو بدو میرے وہ گاہے   تمنا میں اسی کی مر گیا دل
یہی حیران ہوں وہ شوخ کیوں کر   بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل
عزیزو[4] دل کا مت احوال پوچھو   کہوں کیا تم سے ہے کس جا مرا دل
پڑا ہے ایک کونے میں اکیلا   وہ صاحب زادہ میرا میرزا دل
بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھو کر   اب آیا چین ظالم لے گیا دل

---

[1] م، ہے گا

[2] ع، ارے

[3] ع، نہ آیا ایک دن بھی میرے پاس

[4] ع، عزیزو کیا کہوں مت حال پوچھو۔

[1]
نہ کر ناصح نصیحت مجکو چل دور ترے ہاتھوں سے جلتا ہے مرا دل
میں[2] اپنا جانتا تھا اس کو افسوس گیا کیسی طرح دے کر دغا دل
گیا قاتل کنے[3] سینہ سپر کر
نہ[4] صاحب سوز کا بھی[5] ہے بڑا دل

* * *

نہ یاں دکھلائی دیتا ہے نہ واں دل کہاں میں اور کہاں وہ اور کہاں دل
سنو[6] صاحب سنو میری سنو بات مجھے[7] لے جاؤ اس جا ہو جہاں دل
خدا جانے بنی کیا شوخ سے آج اے میرے لال میرے بے زباں دل
تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل
تجھے کچھ بد کہا یا تند بولا تو کیوں آزردہ ہے اتنا میاں دل
بھلا[8] میں سوز سے پچھوا منگاؤں
کہ تو نے کیوں لیا نامہرباں دل

* * *

کبھی کا لے گیا وہ دلربا دل نہ پوچھو میں کہاں اب اور کجا دل
کروں کس منہ سے میں تعریف اس کی کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل
نہ چھوڑا مرتے مرتے پاس اس کا (قطعہ) خوشا دل آفریں دل مرحبا دل
ارے[9] میاں سوز تجھ میں یہ بری خو لگا تا تو پھرے ہے جا بجا دل

[1-2] یہ شعر م میں نہیں ہیں
[3] ع: کے تئیں
[4] ع: نہ پایا
[5] ع: ہے گا
[6] ع: ارے صاحب دلو
[7] ع: مجھے لے جاؤ تم ہے گا جہاں دل
[8] یہ شعر م میں نہیں ہے۔
[9] یہاں سے ۵ شعر م میں نہیں ہیں

جسے دیکھا وہیں بیٹھے ہوئے بس　　کسی کا ہو نہ ایسا بھربھرا دل
نہ صاحب عشق کے میں پاؤں پوجوں　　جو عاشق ہیں انھیں کا ہو بڑا دل
میں بے چارہ نحیف و ناتواں ہاں　　ہیں کیا اور کون سا ایسا مرا دل
کہ عاشق ہوں کسی بانکے صنم کا　　وہ کیا کھا کر کرے گا بے مزا دل

شتابی[1] چل مرے مخمور آ پی لے شراب دل　　میں تیرے واسطے بھونے ہیں کیا اچھے کباب دل
یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں کہتا　　والا نہ اٹھا سکتا ہے کوئی پیچ و تاب دل
تل وپر ہوں زمین و آسماں یک آن میں دو ہیں　　اگر ظاہر کروں عالم میں اپنا اضطراب دل
ہمیشہ میری آہ و سوز سے جلتا ہی پھرتا ہے
الٰہی حشر کو کس منہ سے میں دوں گا جواب دل

اے غم[2] یار تو مت کیجیو اندیشۂ دل　　ٹھیس لگ جائے گی نازک ہے بہت شیشۂ دل
ایسے میدان میں آہوے حرم کا کیا کام　　اسد اللہ کے میداں کا ہے یہ بیشۂ دل
تو ہی کر لذت شیریں کی کوہ کنی (کذا)
ناخن دست حنائی ہے یہاں تیشۂ دل

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آج کل　　چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل
کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیر وصل　　مرتا ہے تیرے غم میں یہ بیمار آج کل
گر زمزمہ یہی ہے ہمارا[3] تو ہم صفیر　　ہوتے ہیں اس چمن میں گرفتار آج کل

[1-2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں　　[3] ع، تمھارا

تسبیح گر یہی ہے جو[1] رکھتا ہے شیخ شہر　　لے[2] یار ہم تو[3] پہنیں گے زنار آج کل
عرصہ کچھ بہار کا ساقی تو پہنچ شتاب　　جاتے ہیں اس چمن سے یہ گلزار آج کل
گر ہے[4] یہی سلوک ترا ہم سے اے صنم　　بت سے کرے گا برہمن انکار آج کل
خنجر مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابرواں　　مجروح کس سے ہو یہ دل زار آج کل
مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے　　مل ڈالے گی جہاں کو یہ رفتار آج کل
تیری[5] زباں سے عہدہ بر آ کیونکے ہو کوئی
اے سوز ہی جو کچھ تری گفتار آج کل

* * *

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل　　بلبل نے گل کو دے کے تجھے لی رسید گل
آنے کی تیرے باغ میں ہو آج یہ خوشی　　نوروز عندلیب کہوں یا میں عید گل
ساقی تلاش بادہ میں مطرب بہ فکر ساز　　بلبل ہے غرق زمزمہ سن کر نوید گل
جوں لالہ داغ داغ ہے دل تس پہ ابھی　　رکھنے کی اس چمن سے ہے سر برامید گل
جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اس جگہ　　لائق نہیں جو کیجیے گفت و شنید گل
بندہ میں بے درم ہوں ترا اس کو جانے　　بلبل چمن میں دہر کے ہے زر خرید گل
نسبت نہ کر تو مرغ چمن ساتھ سوز کو
بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

---

[1] ع: کر پڑھتا ہے　[2] ع: واللہ　[3] م: ہم نہ پہنیں گے
[4] ع: گر ہے ترا سلوک یہی تو اے بدگماں
[5] ع: تیری زباں کے عہدے سے بر آوے کیا کوئی۔

[1]پاتا نہیں ہوں آج میں یا رو دماغ گل   آیا ہو گلعذار مگر سیر باغ گل
گل دیکھے ..... رشک کی آتش سے آج تو   روشن ہے عندلیب کے گھر میں چراغ گل
ہمرنگ بھی ہوا نہ گیا دل ستی حسد   لالہ کے دل میں رشک سے .... ہے داغ گل
آتا ہے کس طرف ستی جاتا ہے کس طرف   پایا نہیں کسو نے جہاں میں سراغ گل
باصد ہزار خار ہے خندان و شاد شاد
اے سوز خوب تو ہے معاش فراغ گل

کیا[2] جانیے ہوا ہے یہ کس کا شکار دل   غم کشتہ دل۔ ستم زدہ دل ۔ بیقرار دل
اے عشق لے نہ جائیو اس کو کہ ہے بہت   افسردہ دل۔ پری زدہ دل۔ زار زار دل
لے جا کے کیا کرے گا یہ کچھ کام کا نہیں   خوں گشتہ دل۔ فلک زدہ دل۔ جان فگار دل
اے دل تو سوچ آپ میں ڈھونڈھے ہے یاں کسے   بے ہوش دل۔ جنون زدہ دل۔ فگار دل
یہ سوز تیری یاد میں رہتا ہے نت غمیں
اے میرے یار دل مرے باغ و بہار دل

خداوندا کدھر گم ہو گیا دل   گیا کیا آپ مجھ کو کھو گیا دل
یہ[3] دل تھا یا کہ یہ ابر کرم تھا   کہ چلتے چلتے مجھ پہ رو گیا دل
عجب اعجاز تم[4] نے دل کا دیکھا   کہ جو قطرہ گرا سو ہو گیا دل
خدا[5] کے واسطے مت ہٹ کیا کر   کبھی کا کوئی چھپ کر لے گیا دل

---

[1] [2] یہ دونوں غزلیں م، میں نہیں ہیں۔   [3] ع، نہ دل تھا بلکہ یہ

[4] ع، اس کا مینے   [5] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

بہت محنت سے آیا ہے مرے ہات   بندھی مٹھی نہ کھوبو ہو گیا دل
پڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے   اب آیا چین اے ظالم[۱] گیا دل
نہ آہ سرد ہے نے نالۂ گرم   کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل

[۲]کہاں پھرتا ہے واہی ہر گھڑی تو کو بجو اے دل
کہیں اور جائے تو تو ہووے جھگڑا ایک سو اے دل
یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے
تو ایسی چال چل جس میں رہے کچھ آبرو اے دل
تجھے سمجھائیے جتنا سو دونا تو بگڑتا ہے
ہے میری آرزو تو یہ تو ہووے نیکخو اے دل
نہ دن کو پاس آتا ہے نہ شب کو کیا کروں بھائی
جو تو نچلا کہیں بیٹھے تو کیجے گفتگو اے دل
پھرو جب تک تمھارے پاؤں میں طاقت بہت اچھا
کبھی تو سوز کے بھی جاؤگے تم روبرو اے دل

[۳]دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھاتا ہے گل   بلبلوں کو غل سے کیا کیا جی میں شرماتا ہے گل
بے تصنع میں نے پوچھا ہے پناہ برگ میں   دیکھ تیری شان کو دہشت سے چھپ جاتا ہے گل
– شبنم منہ میں پانی بھر رہا ہے شوق سے   دیکھ تیرے رو کو خمیازے پر اکتاتا ہے گل
– الفت مجکو آتی ہے چمن سے آج کیوں   گلبدن کو دیکھ کر شادی سے کھل جاتا ہے گل

---

[۱] م، کیوں بدخو

[۲، ۳] یہ دونوں غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

— تیرے سبب سے باغباں ہم نے لیا ——— مجکو کیا بھاتا ہے گل
عندلیبوں کا مچا ہے غل خبر لیجو شتاب   دیکھیو کس طرح کے رنگ سے آتا ہے گل
اے عزیزو سوز کو تکلیف مت دو باغ کی
اپنے گلرو کا ہے عاشق اس کو کب بھاتا ہے گل

میاں[۱] دل، بھائی دل، اور مہرباں دل
مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل
نہ جا تو پاس سے میرے مری جان
اے میرے دوست میرے مہرباں دل
خدا جانے کہاں تو گر رہے گا،
نکل سینے سے مت اور ناتواں دل
یقیں میرا ہے تیری دوستی پر
تو مجھ سے کیوں پھرا او بدگماں دل
نہ ڈھنڈوا چھوڑ تو پہلو میں دل کو
وہ پہنچا ہے کبھی کا لامکاں دل
عبث تو ہر گھڑی مت سوز سے پوچھ
کہاں (وہ) اور کہاں میں اور کہاں دل

تو[۲] تیری یا تفنگی اے دل اے دل   دیا کام نہنگی اے دل اے دل
دے مارا بنا نگذاشتی آہ   مگر قید فرنگی اے دل اے دل

[۱، ۲] یہ دونوں غزلیں ع ۱ میں نہیں ہیں۔

م

[۱]
گر گر پڑیں بہ وضع شرابی یہ گام گام گر طفل اشک کو نہ رکھوں اپنے تھام تھام
شاید کہیں وہ دید ہوا ہے نظر پڑی خورشید اپنے واسطے بھرتا ہے جام جام
زنار جس نے اپنی رگ جان سے کیا اس برہمن کو میری طرف سے (ہو) رام رام
ان عاشقاں کا ہائے کبھی امتحاں کرے تو جوں کباب ان میں نکل آئیں خام خام
جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کباب
سو سوز دونو ہاتھوں سے ملتا ہے جام جام

اندوہ سے تیرے مر گئے ہم کیوں کر رو دیں نہ گھر گئے ہم
دل تھا سو تجھ کو پوج بیٹھے ق لے جان سے بھی گزر گئے ہم
کاہے کو گھورتا ہے ظالم کچھ لے کے ترا مکر گئے ہم
بس بس آنکھیں نکال مت واہ ایسے غصے سے ڈر گئے ہم
راتوں رو رو کے سوز کی طرح
دن زیست کے اپنی بھر گئے ہم

نہ مجھ کو خاص سے مطلب[۲] ہے کچھ نہ عام سے کام کوئی ہزار کہو مجھ کو اپنے کام سے کام
رقیب اب تو ہیں سرگرم تیری خدمت میں کبھو[۳] تو ہووے گا ہم کو بھی اس غلام سے کام
یہ ننگ و نام مبارک رہے[۴] تجھے اے شیخ مجھے نہ ننگ سے ہے ننگ کچھ نہ نام سے کام

---

[۱] یہ غزل م، میں نہیں ہے
[۲] ع، بہ کچھ مدعا
[۳] ع، کبھی پڑے گا میاں تم کو اس
[۴] ع، رہے تمھیں یارو

میں[1] اپنی وضع کو کاہے کو چھوڑ دوں کہ نہ لے   وہ منہ پھرا لے کہ دیکھے مجھے سلام سے کام

دید کر یے جہان کا یک دم   پھر تو آگے ہے سیر ملک عدم
تیرے من[2] میں ہے تیرے تن میں ہے   تجھ سے باہر نہیں ہے ایک[3] قدم
یار[4] کو تو جدا نہ آپ سے جان   وہ تو ہوتا نہیں جدا اک دم
آئنہ ساں صفا تو دل کو کر   دیکھ[5] تو اس میں کون ہے ہمدم
وہ ہی کہتا ہے فارسی میں سن   من درون دل تو می باشم
جھانک ٹک دل کو اپنے یار عزیز   تیرے دل میں ہی دونوں ہیں عالم
ڈھونڈتا ہے جسے تمام جہان   سوز[6] کو مفت مل گیا جسم جم
بات میری سمجھیو مت واہی
جھوٹ کہتا نہیں ہوں[7] تیری قسم

ٹکرائیں[8] سنگ سے سر ہو ہم کنار ہم تم   روئیں گلے گلے لگ اے آبشار ہم تم
دیکھیں[8] تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم   آنسو بہائیں بد بد ابر بہار ہم تم
میرا بھی سرو مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری   نالہ کریں نہ یکجا ہیں سوگوار ہم تم
دیکھیں[9] تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ   اے لالہ آج کر لیں مل کر شمار ہم تم

---

[1] ع، میں اپنا قاعدہ
[2] م، تن
[3] م، نامحرم
[4] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔
[5] م، تجھ سے ہوتا نہیں جدا اک دم
[6] م، ہیں کو
[7] ع، خدا کی قسم
[8] یہ شعر م میں نہیں ہے
[9] ع، دیکھیں زیادہ کس کے نکلیں گے داغ سینہ

تو میرے دل کو دیکھ اب میں تیرے دل کو دیکھوں   دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
تم تو چلے گئے پر [1]یہ سوز ہے اکیلا
اے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

جب سے ہوا ہے ناز تمھارا مشیر چشم   مرتے ہیں بے اجل وہ جو ہیں گے اسیر چشم
جو ہے سو مانگتا ہے کہ دے بھیک اک نگہ   آفاق ہو گیا ہے پیارے فقیر چشم
آنکھوں میں تھا غبار مری دور ہو گیا   جوں سرمہ خاک پا ہے تری دستگیر چشم
بچا رکھ آپ کو نظر بد سے غیر کی   مرہم پذیر یار نہیں زخم تیر چشم
آتا ہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہووے غرق   اٹھے ہیں تیرے غم سے جو ابر مطیر چشم
ہم چشم تیری نرگس شہلا ہے باغ میں   آب رواں چمن میں ہے میرا نظیر چشم
جب سے ہے اس کے پنجۂ مژگاں میں دل مرا
اے سوز مجھ پہ رہتی ہے کیا دار و گیر چشم

سنا ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم
لکھا ہو وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم
ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق میں
جفائے صبر یہ دل پر ہو جوں ایوب دیکھیں ہم
ہوئے ہیں غرق ہم جس طرح آب چشم میں اپنے
بھلا اے ابر یوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

---

[1] ع: پر بیٹھا رہا یہ دلسوز۔

لکھی ہے شرحِ سوزِ دل بجز پروانہ اے ظالم
تجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم
.... نگہ کرتے ہو تم آئینے پر یک سر
مزاج آیا ہوا ایدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم
خدا وہ دن کرے ہووے جو کوئی تند خو تجھ سا
ترا دل راغب اس پہ وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم
ترے در سے تو اٹھ جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جس سے
جفا کے سامنے اپنی وفا مجوب دیکھیں ہم
[1]نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے
جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم
خوشی ہو سوز کو کب حور کی نسبت سے اے واعظ
وہ دن ہو دختِ رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

* * *

پیتا ہوں یادِ دوست میں ہر صبح و شام جام
بے یادِ دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام
[2]اے شمع سرکشی نہ کر اتنی فروغ پر
ہے کلبۂ فقیر کا بدرِ تمام جام
کیوں شیخ اس کو منہ نہ لگاؤں میں کس لیے
لاتا ہے لبِ یار کے ہر دم پیام جام
رہتا مثالِ جام دہن وا تمام عمر
دیتا نہ زخمِ دل کو اگر التیام جام
ویراں ہوئی تھی مملکتِ جسم بے ستم
کرتا نہ جلد آن کے گر انتظام جام
تھے وقتِ نزع منتظرِ کلمہ سوز سے
جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے جام جام

---

[1] یہ شعر ’ع‘ میں نہیں ہے

[2] یہ شعر ’م‘ میں نہیں ہے۔

ہٹا ہے دل پہ توے تجھ کو میرے جی کی قسم
میاں خفا نہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم
خدا کے واسطے اک جام اور دے ساقی
چرا نہ آنکھ تجھے مرتضی علی کی قسم
دل اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مدہوش
فدا سنبھل تو تجھے میری بے خودی کی قسم
نہ مان یار رقیبوں کا تو کہا ہرگز
میں با وفا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم
جواب کے سوز مرا جی بچے ترے ہاتھوں
تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشقی کی قسم

دل میں کھٹکے ہے پڑا اے یار میرے خار غم
سینۂ مجروح میں پھولا ہے اب گلزار غم
آج سے دنیا میں کچھ ہے وہ ہمارا روشناس
چشم وا خواب عدم سے کی سوئے دیدار غم
اس سوا مونس نہیں رکھتے ہم آپس میں کوئی
غم مرا غمخوار عالم میں ہے میں غمخوار غم
کہہ رہا ہر چند میں دل کو نہ باندھ اس زلف سے
پر یہ کافر سن کے چھوٹے تھا کوئی زنار غم
پھر نہ کھینچے سوز کے دل کو سوئے عیش و طرب
گر تو سمجھے ناصحا یک ذرہ بھی اسرار غم

خموش[1] ..... کی مجلس میں خصم جاں ہیں تمام
مثال شمع جلانے کو یک زباں ہیں تمام
جنھوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی
ہمارے عیب کے چننے کو نکتہ داں ہیں تمام
میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ
نہیں ہے غیر کوئی میرے مہرباں ہیں تمام

خدا کے واسطے اے تند خو نہ ہو بدنام
یہ خون بے گنہاں کر کے تو نہ ہو بدنام
جہاں میں ہوگی خبر میرے خون کی ناحق
یہ حرف مان لے آ کو بہ کو نہ ہو بدنام

---

[1] یہ غزل م: میں نہیں ہے

لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک جا اب بس　　ستم کی سیف کو کر شست شو نہ ہو بد نام
نہیں ہے خوب میاں قتل عاشق بیدل　　اٹھا دے دل سے تو یہ آرزو نہ ہو بد نام
برا کہیں ہیں تجھے قتل میں وضیع و شریف
قبول سوز کی کر گفتگو نہ ہو بد نام

ناصحو دل کس کنے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم
کیوں دوانے ہو گئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم
مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہیں پیتا شراب
میں تمھارا دوست یا دشمن کر شرماتے ہو تم
اور جو بیٹھے رہیں تو ان سے تم مخطوظ ہو
جب ہمیں آتے ہیں تو گھبرا کے اٹھ جاتے ہو تم
لو جی اب آرام سے بیٹھے رہو جاتے ہیں ہم
پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو جھنجھلاتے ہو تم
رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے
جھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم
منہ بنا میری طرف آئینے کا بوسہ لیا
واہ واہ اچھی طرح سے روز ڈھکاتے ہو تم
ایک[1] تو میں آپ ہوں بیزار اپنی جان سے
دوسرے بک بک کے میرے جی کو گھبراتے ہو تم

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

اے کبوتر، اے صبا، اے نالہ، اے فریاد آج
کہیو دلبر سے اگر کوچے تلک جاتے ہو تم
سوز کا دل خوش تو ہو جاتا ہے وعدوں سے میاں
پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

آہ[۱] پلکیں تو خون سے گئیں جم   وصل میں یہ مرا لگا ہے غم
مت کرو بات پہ تکرار   اس کے غصے کا زور ہے عالم
کس سے یارب کہوں حقیقت دل   غیر نالہ نہیں کوئی ہمدم
بعد الحمد دیکھیو قرآں   ہے الف لام میم یعنی الم
آخر اس کے ہے سوز غور سے پڑھ
سورۂ عم لکھی بصورت غم

واعظ[۲] نہ کر تو بے ادبی سے کلام جام   دھو پہلے منہ گلاب سے تب لے تو نام جام
انصاف کر کے دیکھ تو کس کس کے منہ لگا   عزت ہی سے بسر ہوئی ہے صبح و شام جام
ہر دم نکل کے شیشے سے آتی ہے پیشوا   یاں تک کرے ہے دختر رز احترام جام
بزم جہاں میں اس کی ہے توقیر اس قدر   اب ست گلرخاں پہ ہے ہر دم خرام جام
اس کا زیادہ کیا میں کہوں اس سے مرتبہ
جس کو کہے ہے سوز کہ ہم ہیں غلام جام

---

[۱] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[۲] یہ غزل ع، میں نہیں ہے۔

[۱] اے گل صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم   پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن میں ہم
شیشے کی طرح شام سے رو رو کے تا سحر   خالی کریں ہیں دل کو تری انجمن میں ہم
فانوس زیچ شمع جلے جس طرح سے سوز   جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم
کرنے کو وصف طول تری زلفوں کا صنم   ... خدا ہی چاہے جو فکر سخن میں ہم
شعلہ اٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو بھی سوز
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم

ن

[۲] کیا کہوں کیسا حال ہے تجھ بن   زندگانی وبال ہے تجھ بن
وہ جو تھے روز شوق و ذوق کہاں   رنج و درد و ملال ہے تجھ بن
اس کے کوچے میں جا کے ذبح کرد   یہی سب سے سوال ہے تجھ بن
اپنی ہستی کو اب دہو لائی (؟)   بس کہ تغیر حال ہے تجھ بن
قصہ کوتاہ سوز کو اب تو
زندگانی محال ہے تجھ بن

[۳] ترے جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں   دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں
سنا تھا کہ بیت الحرم دل ہے لیکن   ہم اپنا تو بیت الصنم دیکھتے ہیں
نشا اور کچھ دل کو بھایا ہے شاید   کچھ آنکھوں میں اب کیف کم دیکھتے ہیں

---

[۱] یہ غزل ح' میں نہیں ہے   [۲، ۳] یہ غزلیں م' میں نہیں ہیں۔

کوئی کوچۂ یار میں جا کے دیکھو   سر ہی ہیں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں
نجومی سے کیا پوچھنا آؤ ۔ لو پوچھو
دلِ سوز کو جامِ جم دیکھتے ہیں

کب[۱] تلک میں راہ اس بیرحم کی دیکھا کروں   حال پر میرے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں
سوز دل تو جوش کھا کر غم سے ....   اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں
تو ہی اس طرف اب اے کشتیِ لختِ جگر   اس کی خاطر میں بھی سیرِ موجۂ دریا کروں
موج میں آوے تو شاید دیکھ لے میری طرف   کب تلک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں
آہ وہ دل سوز میرا یعنی پیارا میر سوز
آج میرے ساتھ ہوتے پر کہاں ڈھونڈھا کروں

دل[۲] تو کہتا ہے کہ یارب مرا دلدار کہاں   میں نہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل افگار کہاں
اس خرابات میں مدہوش ہوئے سب آکر   کس سے اس بھید کو پوچھوں کہ خبردار کہاں
عشق کی روگ تو کہتے ہیں دوا کوئی نہیں   یاں مسیحا ہے ولے عشق کا بیمار کہاں
لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنی نثار   دور سے کوئی دکھاوے وہ طرح دار کہاں
صاحبو اہلِ دلو بہرِ خدا بتلا دو
سوز پر سوز کا یار وہ دل زار کہاں

---

[۱] یہ غزل م میں نہیں ہے ۔

[۲] یہ غزل م، میں نہیں ہے ۔

خوف ہووے نہ رقیبوں کا سو دلدار کہاں   سچ ہے یہ بات[۱] جہاں میں گلِ بے خار کہاں
طور پر جا کے تجلّی کو بھی دیکھے موسیٰ   میرے[۲] صاحب کے سے پر طالع بیدار کہاں
گو کہ سر پھوڑ کے جو خوں کی بہائے فرہاد   لیک مجنوں سے ترے دیدۂ خوں بار کہاں
پوچھیے کس سے رہ و رسم عدم مے خوار و   لیسے مے خانے میں سچ کہیے تو ہشیار کہاں
جو گنہ گار[۳] سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ   ـــــ ستار کے بندوں میں گنہ گار کہاں

[۴] سب ہیں کہ ہمیں سوز سے واقف ہیں ملے
ـــــ سب ہیں دلے واقف اسرار کہاں

آہ میں بے قرار کس کا ہوں   کشتۂ انتظار کس کا ہوں
تیر سا دل میں کچھ کھٹکتا ہے   دیکھیو میں شکار کس کا ہوں
دل ہے یا میں ہوں میں غمیں یا دل ہے   اور اب ہم کنار کس کا ہوں
چین آتا نہیں مجھے یارو[۵]   دل پر اضطرار کس کا ہوں
چاک[۶] ہے مثل گل تمام بدن   یارب اتنا فگار کس کا ہوں

سوز میں جو کہا کہاں تھا یار
بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

سُنا[۷] ہے کوئی اب ہے طبع کا مرغوب ہم دیکھیں
مرے محبوب تیرا بھی بھلا محبوب ہم دیکھیں

---

[۱] ع، راست کہتے ہیں
[۲] ع، میرے محبوب سے
[۳] [۴] یہ شعر م، میں نہیں ہیں
[۵] ع، یارب
[۶] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔
[۷] ع، تمہارا بھی کوئی سنتے ہیں ہے محبوب ہم دیکھیں

وہ تیری ہی طرح عاشق پہ اپنے ناز کرتا ہے
بھلا آپس میں ملنے کا تو کچھ اسلوب ہم دیکھیں
تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب بات اس کی
بھلا قاصد سے کہہ دے یک نظر مکتوب ہم دیکھیں
خدا کی باتیں ہیں خورشید تھا جاروب کش جس کا
سو وہ پلکوں سے یوں دیتا پھرے جاروب ہم دیکھیں
جو[1] ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برچھیاں چلتیں
تمھاری انکھڑیوں پر کیا ہوا آشوب ہم دیکھیں
یہی ہے سوز تیرا آشنا ٹک اس طرف ہونا
بہت اچھا مبارک واہ واہ کیا خوب ہم دیکھیں

من مانتی کرتا ہے تو مجھ پر جفا میں کیا کہوں — مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعا میں کیا کہوں
کہنے سے بن آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی — چھب[2] دیکھتے ہی مر گیا ہر اے ادا میں کیا کہوں
تھا[3] جی میں آج اچھی طرح شکوہ کروں گا روبرو — منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں
اے صاحبو بو ذرا ایسے سے کیا بس چل سکے — دیکھے ہی دیکھے آن کر دل لے گیا میں کیا کہوں
ہمت ہی سب یہ سوز پر ملتا ہی کب اوروں سے ہاں — جھمک سا را ترے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[2] م، منہ دیکھتے ہی دوُر سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں

[3] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

دل[1] کو مرے ہوائے جاہ نہیں
عرش تک بھی مجھے نگاہ نہیں
آپ سے آپ آملے تو ملے
اس کے ملنے کی کوئی راہ نہیں
کب کیا نالہ مت لگا تہمت
کیا کروں کوئی یاں گواہ نہیں
نالہ اور ناتواں سے، سچ ہو
یاں تو میرے جگر میں آہ نہیں
جان کس شوق سے دیا ہم نے
واں تو عزت بقدر کاہ نہیں
جی کے بدلے تو کون جی دے گا
اور[2] تو اور منہ میں واہ نہیں
سوز کو بیکس جس طرح چاہے
یاں کوئی اس کا داد خواہ نہیں

ایسے ستم شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں
ڈر ہوں کہیں کہ زہر کھاؤں یا مروں کہ کیا کروں
مرنے پہ میں تو راضی تھا موت کو موت آگئی
زندگی اب گلے پڑی اس کی میں کیا دوا کروں
ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہوں دروغ گو
کب تئیں درد دل سے جان آہ موا موا کروں
صبر و قرار و عقل و ہوش سب[3] یہ کنارہ کر گئے
غرق ہوں بحر فکر میں کس کو اب آشنا کروں
تب نہ ہوا ہزار حیف کہتے تھے جب کہ میر میر
اب جو کہو ہو سوز سوز یعنی سدا جلا کروں

کب تلک کوچہ و بازار میں رسوا ہوں میں
مار ڈالے گا بھلا آج تو ملتا ہوں میں
غم کے آتے ہی گیا دل سے نکل صبر و قرار
کیا کروں بس نہیں چلتا ہے اکیلا ہوں میں
دُر ہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ
ایسی ہمت نہ ہوئی ایک ہو دریا ہوں میں

---

[1] ع، اب تو دل میں
[2] ع، تیرے منہ سے تو واہ واہ نہیں
[3] ع، یہ تو

کس[1] کو . . . . پیالا   جوش کھا کھا کے ابھی صہبا ہوں میں (؟)

اتنی مدت میں لیا نام سو اس عنوان سے
آج یہ منہ سے کہا سوز سے روٹھا ہوں میں

کون سا دن ہو کہ میں وہ رُخ زیبا دیکھوں   ناز کا اس کے بھلا[2] میں تو تماشا دیکھوں
کوئی[3] ایسی بھی گھڑی ہوگی کبھو یا مولا   وہ کرے چہچلے اور میں اسے بیٹھا دیکھوں
کیوں[4] مری جان یونہیں ڈرتی رہی ساری عمر   کبھی دل میں نہ ہوا سہول کہ دریا دیکھوں (؟)
دل مرا لے کے گئے لوگ بہ تقریب فروخت   یوں[5] نہ پوچھا کہ بھلا لائیے اچھا دیکھوں
تیرے[6] ہی غم میں سوز الی کیوں بیدید (کذا)
یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

تجھ[7] بنا میں زندگانی کیا کروں   اے قضائے آسمانی کیا کروں
برق کی[8] مانند جاتا ہے نکل   ایسے دل کی پاسبانی کیا کروں
دل تلک پھائے کا کیا مذکور ہے   مرہم زخم نہانی کیا کروں
ہے جگر میں زخم آکر دیکھ لے   تو ہی بتلا میری جانی کیا کروں
اب نہ دل ہے پاس نہ لختِ جگر
سوز اس کی میہمانی کیا کروں

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[2] ع، کھڑا رہ کے

[3] م، کون سی وہ بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم

[4] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[5] ع، یہ نہ بولا

[6] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[7] ع، یار بن

[8] ع، برق سے بھی جلد

کب[1] تلک عشق کو چھپاؤں میں   آہ جیوڑا یونہیں جلاؤں میں
مار ڈالے تو غم سے چھپ جاؤں   آج کوچے تلک تو جاؤں میں

دل کو اس غم سے گھلاؤں کیا کروں   آنکھیں رو رو کر سجاؤں کیا کروں
ہائے آنکھوں نے مجھے رسوا کیا   آنکھوں میں تکلے چھپاؤں کیا کروں
حب تن نے مجکو زنداں میں دیا   آگ اس تن کو لگاؤں کیا کروں
وہ چری بن آہ یہ رہتا نہیں (؟)
سوز کا میں منہ جلاؤں کیا کروں

بس جی کھاؤ نہ قسم جانتے ہیں   جیسے تم ہو تمھیں ہم جانتے ہیں
وہ بھی کیا لوگ ہیں اللہ اللہ[2]   ناز کو تیرے[3] ستم جانتے ہیں
جو جفا کرتے ہو عشاق[4] پہ تم   اس[5] کو وہ لطف و کرم جانتے ہیں
پوچھتا[6] کیا ہے تو ہر دم ناصح   میرے آنسو کوئی تھم جانتے ہیں
غیر[7] کے سامنے گو سچے ہو   جھوٹے صاحب تمھیں ہم جانتے ہیں
کعبۂ دل کو وہی سمجھے سوز
دیر کو بھی جو حرم جانتے ہیں

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے

[2] م، سبحان اللہ

[3] م، ناز تیرا جو

[4] ع، تم بندے پہ

[5] ع، ہم اسے

[6] ع، ناصحا آستیں کر اپنی دور

[7] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

کھب گیا حسنِ یار آنکھوں میں   کیا ہے پھولی بہار آنکھوں میں
تو نہ جا یار ورنہ آوے گا   گریۂ بے اختیار آنکھوں میں
ایک دو ہو تو کوئی اس کو گنے   کیا کروں میں شمار آنکھوں میں
کٹ گئیں انتظار کی راتیں   قطعہ   ایک دو تین چار آنکھوں میں
کٹ[1] گئیں راتیں ....   رہ گیا انتظار آنکھوں میں
بزمِ خوباں میں سوز جا نکلا   یار سے ہو کے چار آنکھوں میں
کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں   بول اٹھی چشمِ یار آنکھوں میں

جگر[2] کے میں چیلوں کو تکے کھلا دوں   دیا دل کے پرزے ہوا پر اڑا دوں
کسی طرح اس کو تسلی ہو یا رب   گر آگ اس بھونڈے دل کو لگا دوں
یہی مجکو حیرت ہے اے ہم نشینوں   میں کیوں کر اسے حالتِ دل دکھا دوں
وہی ایک دل تھا سو زلفوں میں اُلجھا   جو وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو کیا دوں
جفا کے عوض ہے وفا اپنا شیوہ   جو وہ گالیاں دے میں اس کو دعا دوں
سنو سوز کو اپنے در پہ جو دیکھا   اٹھا کہہ کے جا کے میں اس کو اٹھا دوں
کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں بے   مزا تجھ کو اب عاشقی کا چکھا دوں

روبرو[3] جا کے یہ کہوں صاحب   کبھی اتنا تو بار پاؤں میں
سن کے گر چپ رہے تو عرض کروں   کہ قدم بوس تک تو آؤں میں
اور جو سن کے مار ہی ڈالے   تو عذابوں سے چھوٹ جاؤں میں

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[2-3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

یا الٰہی کہیں سے تعوذ آجائے　　تو یہ تدبیر اسے سناؤں میں
یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں　　روبرو اُس کے پڑھ سناؤں میں

حسن[1] کی گر زکات پاؤں میں　　تو بھکاری ترا کہاؤں میں
ایک بوسہ دو دوسرا توبہ　　پھر جو مانگو تو مار کھاؤں میں
اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے　　ہونٹ سے مونہہ گر ملاؤں میں
شہر کو چھوڑ کر نکل جاؤں　　ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

مجھے[2] چاہ کر تو نے رسوا کیا ہے　　بھلا میر صاحب تمہیں کیا دعا دوں
یہی جی میں رہ رہ کے آتا ہے اب تو　　کہ تیرے گلے پر چھری ہی چلا دوں

برق طپیدہ یا شرر برجہیدہ ہوں　　جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض از خود رسیدہ[3] ہوں
عنقا ہوں در ہما ہوں وگر ہوں مسیح و خضر　　آبادی جہان سے عزلت گزیدہ ہوں
منت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار　　جوں سرو باغ دہر میں دامن کشیدہ ہوں
پہلو نشیں کے غم سے جگر میں ہے خار خار　　مانند گل کے بسمل در خوں تپیدہ ہوں
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے　　تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں
اے اشک و آہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں　　بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر جریدہ ہوں
غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں
میاں اہلِ[4] دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

[1، 2] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔ [3] ع، آفت رسیدہ [4] ع، اں

ہر پیالے[1] پر دل مانگو ہو اور تو اب تیار نہیں
لا دیتا میں دل البتہ دل کا یہاں بازار نہیں
اب کیا جانے پاؤ گے تم آج اچھوتے جاؤ گے
ہاں صاحب فرمائیے اب کرتے تھے کیوں ہر بار نہیں
یوں تو روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا
ظاہر میں تو ملتا ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں
سوز میاں کچھ بات کہو کیوں ...... ہو تم آج
ایسے کیوں لاگے ہو چپکے منہ میں کیا گفتار نہیں

ہر چند[2] میں جہاں میں گل .... لیکن بہ رنگ بسمل در خوں طپیدہ ہوں
آہ و فغان و نالہ و حسرت و دریغ کیا قافلہ یہ مفت ....
اے مے کشو .... مجھے خوں میں غرق دیکھ مینا نہیں ہوں میں تو گلوئے بریدہ ہوں
.... مست ہوں بے اختیار ہوں تم کچھ کہو غلام لبانِ مکیدہ ہوں
تکلیف کوہ و دشت نہ کر اے جنوں مجھے .... آرمیدہ ہوں
کام مجکو .... آفاق سے رہا عنقا نہیں ہوں گوشۂ عزلت گزیدہ ہوں

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں
کیوں ساکنانِ دنیا آرام دو گے یک شب بچھڑا ہوں دوستوں سے گم کردہ آشیاں ہوں
ہاں اہلِ بزم میں بھی آؤں پر ایک سن لو تنہا نہیں ہوں بھائی با نالہ و فغاں ہوں
آتا ہے[3] جان تازہ ہر زخم کے الم سے ہے سو جان سے ہوں فرما ہر چند نیم جاں ہوں (کذا

[1،2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

[3] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

سر مانگتا ہے قاتل قاصد شتاب لے جا اتنی سبک سری پہ کاہے کو سرگراں ہوں
نام و نشاں نے یارب رسوا کیا ہے مجھ کو اب چاہتا ہوں حق سے بے نام بے نشاں ہوں
قاتل پکارتا ہے کوئی بھی کشتنی ہے
چپکا ہی کیوں تو اے سوز کچھ بول اٹھ کہ ہاں ہوں

کون سا منہ لے کے دیکھے خاکسار آئینہ میں
خوف ہے بیٹھے نہ یہ مشتِ غبار آئینہ میں
کوئی کہتا ہے کہ مو ہے کوئی کہتا ہے کہاں
یوں نظر پڑتا ہے میرا جسم زار آئینہ میں
جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کبھو
وو ہیں نظر آتی ہے زلفِ تابدار آئینہ میں
دیکھ لیتا بیٹھ پرے چھپ کے اس کا منہ و لے
عکس نے پایا نہ شوخی سے قرار آئینہ میں
ایک جا ٹھہرے تو کوئی اس کا نظارہ کرے
کہہ کے ناجا باہر شوخی سے پکار آئینہ میں (کذا)
یوں تو محجوبی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں
عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں
آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پنہاں کیا
ہوگیا[1] تو رات کا قول و قرار آئینہ میں

---

[1] ع، رات کو تو ہوگیا

آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشم اشک بار
دیکھتا ہوں اپنے ساون کی بہار آئینہ میں
دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا یک آب چشم
سوز نے دیکھا جو روے سوگوار آئینہ میں

تری[1] بو کے لیے جوں گل تمام آغوش ہو جاؤں   کلیجے سے لگا لوں غنچہ ساں خاموش ہو جاؤں

جان قدموں تلے جب اہل وفا[2] دیتے ہیں   حسرتیں دل کی سب اس وقت مٹا دیتے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں   گالیاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں
پور پور ان کی میں اعجاز مسیحائی ہے   چٹکیاں لے کے مردے کو جلا دیتے ہیں
سو اداؤں سے لگا لیتے ہیں دل اپنے ساتھ   نہیں لگتا ہے تو پھر غم کو لگا دیتے ہیں
اور تو کچھ[3] نہیں چلتا ہے رقیبوں کا وے
سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

دل آشفتۂ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں   سر کی دستار کہیں پانو کی پاپوش کہیں
بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہے   میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
بے بہا سے بھی ترے کان کا موتی روشن   ایسی دیکھی ہے بھلا صبح بنا گوش کہیں

---

[1] یہ شعر م میں نہیں ہے   [2] م: اہلِ صفا

[3] اس مقطع سے پہلے م میں صرف ایک یہ مصرع لکھا ہوا ہے اور پہلے مصرع کی جگہ خالی چھوٹی ہوئی ہے۔ ؏ بیٹھ جاتا ہوں تو محفل سے اٹھا دیتے ہیں۔

تیغِ[۱] ابرو سے مرے دل کو یہی دھڑکا ہے   جی نکلتا ہے میاں کھول دے آغوش کہیں
آج میں سوز کو دیکھا تو اچنبھے میں رہا
سر کہیں، پانو کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

سرخوشِ جوشِ بہار[۲] نرگسِ مستانہ ہوں   آپ ہی مینائے مے ہوں آپ ہی پیمانہ ہوں
گاہ خارستان ہوں اور گاہ ہوں رشکِ چمن   گاہ شمعِ بزم ہوں میں گاہ خود پروانہ ہوں
گاہ جوں شیر و شکر آمیختہ ہوں خلق سے   گاہ جوں جانِ[۳] رمیدہ سب سے میں بیگانہ ہوں
گاہ روم و ہند سے آباد تر ہوں خلق میں   گاہ دشتِ کربلا سا رشکِ[۴] صد ویرانہ ہوں
گاہ سوزِ عاشقاں ہوں ہر دلِ صد چاک میں
گاہ لینے کو بلا زلفِ بتاں کا شانہ ہوں

نام و نشاں تھا جن کا بڑا آن شان میں   نام و نشان اُن[۵] کا نہیں اب جہان میں
اے سگ ذرا سنبھال کے منہ ڈالیو ادھر   پیکاں بھرے[۶] ہیں میرے ہر اک استخوان میں
بلبل[۷] کدھر تو بھولتی پھرتی ہے شاخ شاخ   گل نے لگائی آگ ترے آشیان میں
کچھ اعتبارِ قحبۂ دنیا کا مت کرو   کرتی ہے لاکھ ناز یہ ہر ایک آن میں
آئینہ[۸] ساں غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ   وہ تہ بہ تہ دبے ہیں اسی خاکدان میں
اپنی زباں کو بند کر اے سوز مت جلا
کیسا شرارِ عشق ہے تیری زبان میں

---

[۱] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے

[۲] ع ، فیضِ نگاہ

[۳] م ، طیرِ رمیدہ

[۴] م ، دہر میں ویرانہ ہوں

[۵] ع ، نہیں ہے انھوں کا

[۶] ع ، بھر رہے ہیں

[۷] م ، بلبل کدھر تو پھرتی ہے غافل خبر ہے جلد

[۸] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے۔

گرچہ[1] میں سارے جہاں کی وضع سے بیگانہ ہوں   پر تمھاری سج کا اے بے الفتو دیوانہ ہوں
گرچہ کونے میں بٹھا رکھا ہے ساقی نے مجھے   پر میں اپنی چشم تر میں رشک صد پیمانہ ہوں
گرچہ جیتے جی زباں زد خلق کا ایسا نہیں   پر سمجھتا ہوں کہ بعد از مرگ میں افسانہ ہوں
شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلس افروز جہاں   اپنے دل میں تو کسی کے طور کا پروانہ ہوں
گرچہ کہتے ہیں بہت نامرد مجھ کو واہ واہ   لیک جی دینے میں ان ساروں کے میں مردانہ ہوں
گرچہ بکتا ہوں بہت سا لغو بے ہوشی کے بیچ   .... خردمنداں مجھے تم بخشیو مستانہ ہوں
.... پر دیتا ہوں اپنا جان کاش   ...... میں خشت در میخانہ ہوں
.... بیکسی وضع کی ہے .... کی   .... اگر کبھو تو بس مدانہ ہوں
...... رفیق و دوست کچھ رکھتے نہیں   ...... آئینہ باطن میں میں ہمخانہ ہوں
..... دل پھٹا تو چشم دیکھو کچھ نہیں
..... شوز ہوں ہم صحبت جانانہ ہوں

آنکھیں تو بیٹھیں تھک کے نہ آیا نظر کہیں
ہاں لے سرشک لیجیو دل کی خبر کہیں
میں دانت ناپنے کو ملاتے ہیں لب سے لب
پیارے[2] بہانہ مانیو اس بات پر کہیں

کہیں ناگاہ ملتے ہیں جو دو ہمدرد آپس میں
تو منہ کو دیکھ کر بھرتے ہیں آہ سرد آپس میں
زمیں ہو کر بگولا گر اڑے سوئے فلک تو بھی
ملے ہرگز نہ رند و پارسا کی گرد آپس میں

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے
[2] م، جانی

جو دو شخص خنداں بہم دیکھتے ہیں   فلک کی طرف رو کے ہم دیکھتے ہیں

شہد میں جیسے مگس ہم حرص کے پابند ہیں   وائے غفلت اس سیہ زنداں میں کیا خرسند ہیں
رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے   تس پر اپنی صورتوں سے روز حاجتمند ہیں
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز   یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار   سو جھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں
جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ یہ دکھ دیکھے گا یار
مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

کہتے[لہ] ہیں لوگ یار ہمارا ....   میں نے تو اس میاں کی نہ دیکھی کمر کہیں
ہوتی ہے وقتِ ازم بھی ....   چلتا ہے خود کدھر ....
سینہ تو میں نے جان میں ....   پھرتا ہوں ....
گا ہے یہاں ہے گاہ وہاں ....   اس شوخ کا بتاوے کوئی مجکو گھر کہیں
جاؤں میں اس کے کوچے میں جو جان آپ سے   پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں
پرواز مور پہ چلوں آہ مار کر   ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے اثر کہیں
قاتل تو اس قدر ہے اگر گھر میں پوچھیے   کہتے ہیں سب گیا ہے کمر باندھ کر کہیں
ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ   دل میں کہا کہ جائیے جینے سے مر کہیں
میں بھی تو سامنے ہوا دیکھوں نصیب کو   غصے میں آکے پھینک دی تیغ و سپر کہیں
تب تو کہا ہے اس سے کہ اے دشمنی پسند   خوباں کریں ہیں جور دلے اس قدر کہیں
میں نے سنا نہیں ہے کہ عاشق غریب سے   بر وقت قتل کوئی کرے درگزر کہیں

[لہ] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

الا نہ ایک تو ہی نرالا نظر پڑا   مارے حسد کے خوں سے نہ کی تیغ تر کہیں
باغ جہاں کو دیکھ ...... بہار ہے   آیا نہ دوستی کے شجر میں ثمر کہیں
بوسہ لیا ہے تو بھی ——   ——

چلئے[1] اب کس طرف یکبارگی منہ موڑ کر جاناں
یہ کس مذہب میں ہے.... کو روتا چھوڑ کر جاناں
جو بیداری میں جاؤ گے تو بس میں جی چکا ہی ہے
اگر جانا بھی ہے مجھ کو تو سوتا چھوڑ کر جاناں
جو دل ہے سو تمھارے ساتھ جاوے گا رہیں آنکھیں
انھوں کی بھیک کا یہ بھی پیارے چھوڑ کر جاناں
تمنا آرزو امید حسرت پیش کش تیری
رہا اک رشتۂ الفت اسے مت توڑ کر جاناں
بوقت نزع بولا سوز مر کر تجھ کو کھووے گا
اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے ہو کر جاناں

یہی[2] میں پوچھتا ہوں تجھ سے جاناں   کہ سوتوں کو ہے کیا حاصل جگاناں
پڑا سونے دے تا روزِ قیامت   جو چونکا یہ جگائی سے دیوانا
تو اپنے سر کو ٹکرائے گا اُٹھتے   نہ دیکھے گا یہ اپنا نہ بیگانا
کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے   کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
کسی کے پانوں پر سر رکھ کہے گا   کہ مجھ کو ذبح کر کر یہاں سے جانا

---

[1] [2] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

تماشا یہ تجھے اچھا لگے گا   بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا
بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان
کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

* * *

بھلا بے عشق تیری شوکت و شان   بھائی میرے تو اُڑ گئے اوسان
ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے   دوسرے غم نے کھائی میری جان
بس غم یار ایک دن دو دن   اس سے زیادہ نہ ہو جیے مہمان
نہ کہ بیٹھے ہیں پانو پھیلا کر   اپنے گھر جا نہ خانہ آبادان
عارضی حسن پر نہ ہو مغرور   میرے پیارے یہ گو ہے یہ میدان
یہی نہ زلف و خال زیرِ زلف   چار دن تو بھی کھیل لے چوگان
اور[1] تو اور کہہ کے دو بیتیں
سوز کہلایا صاحبِ دیوان

* * *

مت جانیو کہ میں بھی ہم عشق بلبلاں ہوں   گلزار ڈھونڈھتا ہوں گم کردہ آشیاں ہوں

* * *

دیکھا تو کچھ نہ آ کے جہان خراب میں   کیوں زندگی خلل ہی کیا تو نے خواب میں
تر دامنی ہے باعثِ آرام عاصیاں   کیا پھیل پھیل سوئیں گے کل آفتاب میں
کب تک درازیِ شبِ ہجراں کروں بیاں   جوں زلفِ یار عمر گئی پیچتاب میں
شرمندہ ہوں میں اپنے دلِ جور کش سے آہ   دوں گا جواب کیا اسے یوم الحساب میں

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

[۱] محجوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب   کیونکر بسے گی اس پر اضطراب میں اکتا
[۲] در تک تو اپنے تیغ لے آیا ہے آج شوخ   دیکھیں تو کیا کرے گی قضا میرے باب میں
پیری میں غیر گریہ بھلا اور کیا ہے ہنوز
دریا کی سیر ہے تو شب ماہتاب میں

اک عمر غم دوست سے ہم خانہ رہا میں   جب تک وہ رہا آپ سے بیگانہ رہا میں
ہمسایہ میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی ہائے   افسوس یہی ہے کہ ادھر جا نہ رہا میں
دنیا میں تو یوں آن کے محروم چلا حیف   مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں
[۳] سچ کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے واللہ   جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں
[۴] عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں رہتے
اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جا نہ رہا میں

---

[۵] مت کر پیارے تو ہاتھ دل پہ نہ رکھ   کوئی چبھ جاوے گا ابھی پیکان
ناصحا مجھ کو مت لگا تہمت   میں کہاں وہ کہاں کہاں دامان
یہ قیامت کہ میں ہوں دامن گیر   تو بھی تو ہے بڑا کوئی شیطان
میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں ،   کچھ بھی اس بات کا ہے سان گمان
ہاں مگر ہو کہ خاک بعد از مرگ   میں اسی کے لگوں گا دامن آن
اے فلک بھرتا در بدر ہوں   مجکوں اتنا نہ کر تو سرگردان

[۱،۲] یہ دونوں شعر ع، میں نہیں ہیں   [۳] ع۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اسے غمکدہ سچ ہے۔
[۴] ع۔ عالم کے گماں یوں ہے کہ اس میں نہیں رہتا   [۵] یہ غزل م، میں نہیں ہے

کوئی مہمان کو ستاتا ہے   ایک دو دن کا میں بھی ہوں مہمان
جان کی آشنائی جھوٹی ہے   کل کو سُن لیجیو وہ نکل گئی جان
اور تو اور کہہ کے دو باتیں   سوزؔ کہلایا صاحبِ دیوان

ضعف سے نالہ بھی اب دل سے نکل سکتا نہیں   اشک آنکھوں میں بھرا ہی منہ پہ ڈھل سکتا نہیں
ناتواں[1] سے ناتوانی کا نہ پوچھو کچھ بیاں   دل میں حسرت تھی وُلے ہاتھوں کو مل سکتا نہیں
واہ واہ جاتے ہیں یاں تو اجل کے بھی حواس   دم تو میرا آبہ لب تن سے نکل سکتا نہیں
ناتوانی[2] سے مری بدنامی اس کی ٹل گئی   زخم تو کاری ہے لیکن خوں اُبل سکتا نہیں
یاں[3] تلک تو ناتوانی ہے مرے گھر پہ محیط   آگ میں اسپند ڈالو تو اچھل سکتا نہیں
جس[4] نے دیکھی ناتوانی آہ حیراں رہ گیا   شمع کا شعلہ بھی یاں حیرت سے ہل سکتا نہیں
میرے[5] گھر کی آگ بھی یاں تک ہوئی اے یار و ضعیف   تودۂ بارود گر ڈالو تو جل سکتا نہیں
سخت مشکل ہے کہ ظالم سانس سے بجھلے ہے اور
بن عصا اے آہ سوزؔ اب جا سے ہل سکتا نہیں

کچھ[6] آپ ہی آپ میرا آج دل ڈرتا ہے کیا جانیں
دمی کی طرح رہ رہ کے یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو سمجھا دے
بسانِ طفلِ ناگویا یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بتلا دوں
الٰہی یارو یہ کس محبوب پر مرتا ہے کیا جانیں

---

[1] یہ شعر م میں نہیں ہے
[2] م، ناتوانی کے سبب مستور شہرے سے رہا
[3] [4] [5] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں
[6] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

کبھی تو کھکھا ہنستا ہے گاہے زار روتا ہے
سبھوں کے پانوں پڑتا ہے یہ کیا کرتا ہے کیا جانیں
اچنبھا مجکو رہ رہ کے یہی آتا ہے سنتے ہو
کہ ناحق سوز یہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانیں

* * *

غمزۂ چشم شرمسار کہاں   سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
زلف اور رو میں صرف کر شب و روز   پھر یہ لیل یہ نہار کہاں
گل[1] بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب   پر گریبان تار تار کہاں
ہو غزالوں کو اس سے ہم چشمی   تیکھی چتون کہاں خمار کہاں
عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا   ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
ایک دن ایک شخص نے پوچھا   میر صاحب تمہارا یار کہاں
میں نے اس سے کہا کہ سن[2] بھائی   اب مجھے اس تلک ہے بار کہاں
گاہ گاہے سلام کرتا ہوں   پر وہ باتیں کہاں پیار کہاں
زندگی میں جفا، غنیمت[3] جان
سوز پھر ظلم بار بار کہاں

* * *

شعر[4] کہنے کا اب فراغ کہاں   کیا کہوں دل کہاں دماغ کہاں
داغ دل سے ہے روشنی اس کی   ورنہ عاشق کے گھر چراغ کہاں

---

[1] یہ شعر م میں نہیں ہے

[2] ع، سن اے عزیز

[3] ع، جفائیں سہہ لے سوز

[4] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

گزر گئے اس جہاں سے یارب فقیر و امرا و شاہ لاکھوں
طریق پر کوئی کوئی آیا وگرنہ بھٹکے گمراہ لاکھوں
بلا تردد، بلا تامل، بلا تصنّع ، بلا تانّی
امید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں تب سے گناہ لاکھوں
قتیلِ مژگاں کی گور پر کل نظر پڑا دور سے نیستاں
جو پاس جا کر کیا تفحص نکلتے تھے نالہ آہ لاکھوں
یہ گیروا پوش کیوں پھریں ہیں کوئی تو ان پاس جا کے پوچھے
مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں دادخواہ لاکھوں
اِدھر سے آتا ہو تیغ در دست اُدھر سے جاتا ہوں میں بھی بدمست
اِدھر کرے قتل کا وہ ساماں اُدھر[1] سے ہوں دادخواہ لاکھوں
زبان اپنی سنبھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے
مجھے نہیں ایک کا تحمل سنا نہ تو خواہ نخواہ لاکھوں
[2] اسیرِ الفت، شہیدِ ابرو، فگارِ مژگاں، خرابِ گیسو
جو تو ہی آوے تو جیت جاویں... ہیں تجھ پہ نگاہ لاکھوں
کسی نے اس کو جگا کے پوچھا کہ دیکھیو سوز کیا یہی ہے
مجھے جو دیکھا تو ہنس[3] کے بولا یہ پھرے ہیں ایسے تباہ لاکھوں

---

[1] م، اُدھر ہوں عذرخواہ لاکھوں

[2] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[3] ع، تو کہنے لگا

شہید[۱] عشق کے مسجود یا امام حسین   امید وار کے مقصود یا امام حسین
نہیں ہوا کوئی تم سا شہید تا شاہد   تمہیں ہو شاہد و مشہود یا امام حسین
زبان سوز کہاں اور تمہاری مدح کہاں   تمہیں ہو حامد و محمود یا امام حسین
گناہگار تمہارا بہت پریشاں ہے   اسے نوازہی دو زود یا امام حسین
رہے جہاں میں جب تک تو باوقار رہے   بحق غربت معبود یا امام حسین
... کریم کے آگے کوئی کہے کیوں کر   محامد کرم وجود یا امام حسین
دگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں   تو یہ کہے وہیں موجود یا امام حسین

تو منہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں   صدقے ترے ہو کے میں نہ مر جاؤں
دل تھا سو چھین لے گیا تو   تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
رہ رہ کر جی میں آئے ہے یہ   چپکے سے زہر کھا کے مر جاؤں
پر کیا کروں بات ہی کڈھب ہے   ورنہ میں موت سے یوں ڈر جاؤں

گر دوا کرنی ہے کر لے یار دن دو چار میں   ورنہ مر جاوے گا یہ بیمار دن دو چار میں
جسم کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیل اشک   بیٹھ ہی جاوے گی یہ دیوار دن دو چار میں
اب تو گل کھانے لگے ہیں لوگ[۲] تیرے نام پہ   دیکھیو پھولے ہے یہ گلزار دن دو چار میں
جو چلن چلتے ہو تم ہم کو ہے سب اس کی خبر   اس چلن پہ چلتی ہے تلوار دن دو چار میں
چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کوچے کے بیچ   لوٹتے دیکھے گا تو دو چار دن دو چار میں
پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ   ہو گی گنبد سے بڑی دستار دن دو چار میں

---

[۱] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[۲] ع، یار

جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ وصل[1] کا پورا کرو — ہے یہی اس شوخ[2] کی گفتار دن دو چار میں
لیکن[3] اس کے قول کو اے سوزؔ یوں جانوں ہوں میں — یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار میں
جو[4] مرض مہلک ہوا بولے تشفی کو طبیب — دور ہو جائے گا یہ آزار دن دو چار میں

---

[5]
دل آشفتۂ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں — سر کی دستار کہیں پانو کی پاپوش کہیں
بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہوں — میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
ہے سہانے بھی نپٹ کان کا موتی روشن — ایسی دیکھی (ہی) بھلا صبح بنا گوش کہیں
تیغ ابرو سے مری دل کو لگا ہے دھڑکا — جی نکلتا ہے ابے کھول دے آغوش کہیں

آج میں سوزؔ کو دیکھا تو اچنبھے میں رہا
سر کہیں پانو کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

کون کہتا ہے کہ میں ہشیار ہوں یا بیہوش ہوں — افترائے خلق کے ہاتھوں سے میں خاموش ہوں
ساقیا فردا کے وعدے پر متاع عقل[6] رکھ — جام بے ہوشی پلا تیرا میں دردی نوش ہوں
ناصحا[7] بیزار میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر — چل بہت بک بک نہ کر او بے ادب خاموش ہوں
تو جو کہتا ہے کہ میری بات کا دے کچھ جواب — اس تری افسانہ گوئی پر کرے پاپوش ہوں

[8]
. . . .
تو گلے پڑ کر کسی عنواں تو ہم آغوش ہوں

---

[1] ع، سوز   [2] ع، راز   [3-4] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

[5] یہ غزل م، میں نہیں ہے   [6] ع، متاع دل کو رکھ

[7] ع، ناصحا اب وعظ کے سننے کا یاں کس کو دماغ — بس بہت بک بک نہ کر . . . .

[8] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

بستیاں بستی ہیں اور اجڑے نگر آباد ہیں
وہ نہیں[1] جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں

اپنے[2] اپنے عیش میں ہر یک بدل مصروف ہیں
بول مت سالک یہ سب مجذوب مادر زاد ہیں

نام کو محبوب صورت مہر و مہ سے بھی دوچند
گر گل[3] دیکھو تو پھانسی گیر یا جلاد ہیں

فرق[4] اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے میں غلام
آدمی حوّا نہیں سب ایک کی اولاد ہیں

سوز[5] تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے
جو برائے بیت شاعر ہیں وہی استاد ہیں

ایک[6] دم چپکے رہو تک ...... میاں اپنی ....
یوں تو کچھ کم پانچ سو بھولے بھلائے یاد ہیں

کان رکھ کر سنیو اس ڈھب کی سخن کہتا ہے سوز
حالت غم میں بھی جس کو شوخیاں یہ یاد ہیں

کیا نیا عاشق ہوں جو ہنس کر پھرا لیتے ہو منہ
ہمنشیں یہ ہر گھڑی کیسی مبارک باد ہیں

کہوں[7] اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں
مجھے قربان ہونے دے ترے قرباں ہو جاؤں

ہوئے[8] ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں
حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں
تو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پاوے گا
سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

---

[1] م، وہ کہاں

[2] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[3] ع، غور کر دیکھو

[4] [5] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[6] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[۱] نہ ہو اے بے مروت مجھ سے ناخوشنود اٹھتا ہوں عبث ہوتا ہی کیوں مجھ پہ عتاب آلود اٹھتا ہوں
نہ دے تکلیف اپنے خنجر و شمشیر کوں ظالم میں اپنے اشکِ خوں پالا کے خوں آلود اٹھتا ہوں
اگرچہ بزم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن رقیبِ بے حیا کے واسطے میں زود اٹھتا ہوں
دہر آتا ہے مجھے کیوں عشق بیٹھا ہوں بھرے در پہ میں تیرے سامنے مرنے کو ہوں موجود اٹھتا ہوں
سنے سب شاعروں کے شعر سبے خوش ہوا لیکن
سنوں ہوں سوز کے جب شعر تب یوں کود اٹھتا ہوں

---

[۲] کیا کروں دل کو اب قرار نہیں اس میں کچھ میرا اختیار نہیں
[۳] میرے پہلو سے دور ہو لے دل تجھ سے صحبت مری برآر نہیں
[۴] تشنہ لب کب سیں میں ترستا ہوں کیا تری تیغ آبدار نہیں
[۵] تو جو کہتا ہے آہ چوکا تیر دیکھ تو دل کے وار پار نہیں
ہر گھڑی وعدے [۶] ہی پہ بہلانا ہاں جی ایسا تو میں گنوار نہیں
[۷] دولت حسن پر نہ ہو مغرور عارضی مال پہ قرار نہیں
[۸] کوئی ہمدم نہیں غریبوں کا آہ بھی ناتواں کی یار نہیں
بے قراری نہ کر خدا سے ڈر
سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

---

[۱] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[۲] [۳] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[۴] م، تشنہ لب کب تلک پڑا نہ رہوں

[۵] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[۶] م، ہر گھڑی وعدہ کرکے بہلانا

[۷] [۸] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[۱] دیدۂ خشک آفتاب کہاں چشم گریاں کہاں سحاب کہاں
گئی گردن کشی بھی حسن کے ساتھ آہ وہ مالک رقاب کہاں
شیخ جی مے کشوں میں آئے پر آپ کے ورد کی کتاب کہاں
یہ جلے روز و شب وہ ایک گھڑی دل عاشق کہاں کباب کہاں
ایسی ہوتی ہے مے میں کیفیت لب مے گوں کہاں شراب کہاں
تیری زلفوں نے دل کو بند کیا سوز کے دل کو اتنی تاب کہاں

آنکھیں جو نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں
طفلی ہی عجب کچھ تھی کیا کہیے جوانی کو گر عشق یہی کچھ تھا ہشیار نہ ہوتا میں (کذا)
[۲] داماں سے ترے پیارے ......! ہے خواب سمجھتا تو بیدار نہ ہوتا میں
[۳] اک روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں جو مجکو نہ ہوتا ڈر تو یار نہ ہوتا میں
[۴] گر مجھ کو خبر ہوتی بیداری میں آفت (ہے) سویا ہی پڑا رہتا بیدار نہ ہوتا میں
[۵] پر سوز ترا جلنا کیا مجکو جلاتا ہے
ہاں تو نہ اگر ہوتا بیزار نہ ہوتا میں

---

[۶] کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں کون سا روز کہ میں دست بہ فریاد نہیں
کیوں نہ ہو وحشت جنوں خوں سے ہمارے گلگوں کون سا خار کہ یاں نشتر جلاد نہیں
مسکراتا ہے کبھی رو کے ڈراتا ہے کبھی کون سا شیوۂ بیداد اسے یاد نہیں

---

[۱] یہ غزل م، میں نہیں ہے

[۲] [۳] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[۴] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[۵] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

[۶] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

کچھ نہ تاثیر کیا سنگ دلوں کو یارب   کون سا نالۂ جاں کاہ کہ برباد نہیں
دونوں عالم ہوں ترے حسن سے معمور تو کیا
سوز کا کلبۂ احزان تو آباد نہیں

خوب[1] دیکھا ہے جہاں کو ہم نے   سوز کا کوئی دل افگار نہیں

تو[2] منہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں   صدقے ترے ہو کے میں مرجاؤں (؟)
اتنی فرصت دے مجکوں ظالم   جو اپنے جی سے میں گزر جاؤں
اک دل تھا سو چھین لے گیا تو   تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
رہ رہ کے جی میں آتی ہے یہ   چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں
پر کیا کروں بات ہی کڈھب ہے   ...... اور موت سے ڈر جاؤں

دل[3] محزون عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں   نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
ستمگر جنگ جو ظالم وفا دشمن بہت سے تھے   تغافل کا غضب تو نے کیا ایجاد دنیا میں

بند[4] میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہوں   میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں

آہ[5] میں بیقرار کس کا ہوں   اس قدر خوار زار کس کا ہوں
سوز نے جوں کہا کہ میرے یار   بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

---

[1] [2] [3] [4] [5] یہ اشعار اور غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

چین کب اس کو جو دیکھے دل کی یہ بے تابیاں
نیند بھی جاتی رہی سن سن مری بد خوابیاں
مردمک یوں چشم تر میں سیر کرتے ہیں مدام
جس طرح پانی میں پھرتی ہیں پڑی مُرغابیاں
شیر کی خوراک خوں ہو یا کوئی لختِ جگر
عشق نے تیرے تو میری ہڈیاں بھی چابیاں
دخترِ رز کا پیا تو نے لہو چھپتا ہے کیا
آج تیری انکھڑیاں تو زور ہیں عنابیاں
برہمن کیا شیخ جو دیکھے سو سجدے کو جھکے
قہر ہیں لے شوخ الٹی پتیاں محرابیاں

بندگی سے تری کچھ عار نہیں[لہ]   پر میاں تو ہی وفا دار نہیں
ایک ہیں عالمِ وحدت میں سب   عاشقوں میں کوئی اغیار نہیں
کس کی آنکھوں سے تجھے دیکھوں میں   کون تجھ چشم کا بیمار نہیں
قتل کو میرے نہ کر اتنا فکر   میاں ایسا تو گنہ گار نہیں
تشنہ لب کب سے ترستا ہوں پڑا   کیا ترے ہاتھ میں تلوار نہیں
خوبرویوں کو جہاں کے دیکھا   تجھ سوا اور دل آزار نہیں
صفِ مژگاں کو ابھی رو کہ یہاں (؟)   غیر دل کوئی سپر دار نہیں
خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے
سوز سا کوئی دل افگار نہیں

[لہ] یہ غزل م: میں نہیں ہے۔

جو ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کروں   تو بے تکلف اُسی[1] آن جاں تمام کروں
خرد[2] پہ اپنی بڑا ہے گھمنڈ ناصح کو   جو اس کے روبرو بولے تو میں سلام کروں
خراب کیوں ہو تو اے سوز غم کے ہاتھوں سے   ق   کہا تو مان مرا آئیو[3] ایک کام کروں
علم فراز پیمبر کی جب سواری ہو   تو لے[4] کے ساتھ تجھے یہ بھی ایک نام کروں
کہوں کہ عہد وفا دار بیچتا ہوں میں   بڑا[5] مزا ہو کہے لا اسے غلام کروں

دل[6] کو میرے ہوائے باغ نہیں   دور ہو بوئے گل دماغ نہیں
شب ہجراں کو تیرے عاشق کی   غیر داغ جگر چراغ نہیں
کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو   ہائے اتنا مجھے فراغ نہیں
تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت   مست ہوں نشۂ ایاغ نہیں
ایک بیٹھا نہیں ہے سوز جلا
تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

کب[7] تلک قیدی رہوں میں جسم کے زندان میں   اب نہیں باقی رہی اللہ میری جان میں
کس طرح گھوڑا اکڑا بیٹھو مرے چوگان باز   سر ہے میرا دیکھیو افتادہ اس میدان میں
کیا مزا لیتا ہے دل جب سے لگا ہے اس کو تیر   شہد کیا تو نے بھرے تیر کے پیکان میں
لوگ جلتے ہیں ترے شعروں کو سن کر اے عزیز   تو نے انگارے بھرے کیوں سوز اس دیوان میں
آنسو و دریا کوئی تم سا نہیں ہے پر خروش   یہ تلاطم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں

---

[1] ع، اسی وقت
[2] ع، نصیحتوں پہ بہت ہے
[3] م، آنہ
[4] ع، تو تیرا ہاتھ پکڑا
[5] ع، عجب مزا ہے
[6] [7] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں

کون[۱] ہے جس پاس جا فریاد و واویلا کروں
ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا میں کیا کروں

میں[۲] ڈوب گیا کدھر گیا دن
کیوں شام فراق مر گیا دن

آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آیا
روتے ہی میں گزر گیا دن

چپکا رہتا ہوں جب کبھی میں
کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن

کیا روزِ ازل کیا تھا وعدہ
وہ بھول گیا بسر گیا دن

رونا یا سر کے تیں پٹکنا
یہ سوز تو یوں ہی بھر گیا دن

دشنام[۳] بھی لبوں سے تو ہم نے سنی نہیں
بولے گا جی کی بات ابھی جی میں جی نہیں

مصحف کو رو کے دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں
کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت سہی نہیں

ناصح کے حق بطرف ہو گر پند و وعظ بند
اس کی بھی جانے جوتی کہ وسکو لگی نہیں

ساقی خدا کے واسطے اک جام اور دے
ایسی شراب ناب کہیں ہم نے پی نہیں

اے سوز ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا
کیا کیجیے جہاں میں محبت رہی نہیں

نہ کچھ میں نے رو رو کے تر کی ہیں آنکھیں
یہ دھو دھا کے میں نے نذر کی ہیں آنکھیں

ملے گا و لیکن رقیب اس کے ہمرہ
کہ یکبار گی دونوں پھر کی ہیں آنکھیں

ذرا دیکھیو تم ڈھٹائی صنم کی
مجھے دیکھتے ہی کدھر کی ہیں آنکھیں

---

[۱] [۲] [۳] یہ شعر اور غزلیں م میں نہیں ہیں۔

مجھ کو کہتا ہے کہ تیری خو مجھے بھاتی نہیں — چھوڑ پیچھا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں
اچھے فربہ صید کو صیاد کرتا ہے شکار — مجھ سے بھنگے کو بھلا کیوں موت لے جاتی نہیں
[1]ہر گھڑی کرتا ہے کیوں تو نا کسوں سے اختلاط — ایسے لوگوں[2] سے طبیعت تیری گھبراتی نہیں
[3]مجھ کو کہتا ہے نہ مل اور اس سے کہتا ہے نہ چھٹو — تو ہی کہہ ناصح بھلا تیری یہ بد ذاتی نہیں

تیرے جو دل میں ہو سو لے میں نہیں کہنے کا کچھ
ایسی باتیں سوز کے کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں — کون سا شخص کہ وہ دست بفریاد نہیں
کچھ نہ تاثیر ہوا سنگ دلوں کو یا رب — کون سا نالۂ جاں کاہ کہ برباد نہیں
کیوں نہ ہو دشت جنوں خوں سے ہمارے گلگوں — کون سا خار کہ یاں نشتر فصاد نہیں
مسکراتا ہے کبھی رو کے کڑھاتا ہے کبھی — کون سا غمزۂ بیداد[4] اسے یاد نہیں

[5]دونو عالم ہیں ترے حسن سے معمور تو ہوں
سوز کا کلبۂ احزان تو آباد نہیں

دل مغموم عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں — نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
صنم کے غم غریبوں بیکسوں کے مونس و ہمدم — الٰہی تا قیامت تو رہے آباد دنیا میں
نہ الفت نے محبت نے تواضع نہ مدارا ہے — دلِ ناشاد ہو پھر کس طرح سے شاد دنیا میں

---

[1] ع، ہر کہیں کرتا ہے تو اب
[2] ع، ایسے لچوں سے طبیعت تیری شرماتی نہیں۔
[3] ع، مجھ سے کہتا ہے نہ مل اور اس سے کہتا ہے کہ لے
[4] ع، چالاک
[5] م، دونو عالم ہے ترے حسن سے معمور بھلا

جسے دیکھا جہاں میں سو اسیر دام الفت ہے | مگر یہ گھر بسا ناصح رہا آزاد دنیا میں
مگر جنگ جو ظالم دغا دشمن بہت سے تھے | تغافل کا کیا[1] تو نے غضب ایجاد دنیا میں
ملنسار اور غریب اور بے زباں اور دوست کا مفتوں
رہے گا سوز ہی[2] یارو بہت سا یاد دنیا میں

غبار خاک رہ دلبر چالاک آنکھوں میں | اگر سرمے سے بہتر میں جانوں خاک آنکھوں میں
حباب[3] پیالہ جب سے میں نے راست کہتا ہوں | حباب آسا نظر آتے ہیں یہ افلاک آنکھوں میں
بغل میں گھس کے لیجاوے تو ڈھب سے کوئی کمے | چرالیتا ہے وہ عاشق کا دل بیباک آنکھوں میں
ادھر سے یا اُدھر سے شاید آجاوے مرا میکش | سحر سے شام تک اب تو لگی ہے تاک آنکھوں میں
تبر یا تیر یا تلوار سے مارے کوئی دیکھو | کرے ہے قتل اک عالم کو وہ سفاک آنکھوں میں
نہ چھیڑو اس گھڑی تم سوز کو ہرگز نہ بولے گا
نہیں آیا ہے اس کو نشۂ تریاک آنکھوں میں

کرے[4] نہ باغ میں بلبل کبھی سخن تجھ بن | کھلیں نہ غنچوں کے اے گلبدن دہن تجھ بن
ترے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا | کہ روح خوش نہ کرے آشیان تن تجھ بن
تجھے مدام نشاط و سرور عیش و طرب | مجھے یہ جامۂ تن ہو گیا کفن تجھ بن
کہاں شراب کہاں جام اور کہاں ساقی
بسان مجلس ماتم ہے انجمن تجھ بن

---

[1] ع، تغافل کا نیا تو نے کیا ایجاد

[2] ع، کیوں صاحب

[3] یہ شعر م میں نہیں ہے

[4] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

غمزۂ[۱] چشم شرمسار کہاں   سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب   پر گریباں سا تار تار کہاں
ہو غزالوں کو اس سے ہم چشمی   تیکھی چتون کہاں خمار کہاں
عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا   ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
ایک دن ایک شخص نے پوچھا   میر صاحب تمہارا یار کہاں
میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی   اب مجھے اس تلک ہے بار کہاں
گاہ گاہے سلام کرتا ہے   پر وہ باتیں کہاں پیار کہاں

زندگی تک ستم تو سہ لے سوز
پھر تو یہ ظلم بار بار کہاں

ان[۲] جفاؤں پہ بھلا اب غم نہ کھاؤں کیا کروں
کوہ و صحرا میں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں
آشنا ناآشنا سب ہو گئے اے وائے بخت
وحشیوں سے جا کے اب .... کیا کروں
نوک سوزن وار اب جاگہ نہیں ہے دل میں وائے
سوزن عیسیٰ سے چاک دل سلاؤں کیا کروں
یوں تو میں مرتا نہیں اور جی نکلتا بھی نہیں
روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں
وہ مرا دل سوز بھی آتا نہیں اے یا نصیب
حالت سوز دروں کس کو سناؤں کیا کروں

---

[۱] [۲] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

زلف[1] و کاکل نے کیا میرا جگر خوں کیا کروں
مارا رستم کا نہیں آتا ہے افسوں کیا کروں
گو کہ رونے سے بھی ....
کس طرح دیکھوں گا پھر آنکھوں کو پرخوں کیا کروں

میں[2] آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں
کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں اور ہوں سو ہوں کیا میں
کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سوختن قابل
کبھی جوش دروں سے موجزن ہوں مثل دریا میں
کبھی نقش قدم سے پست تر ہوں راہ دنیا میں
کبھی تو عرش اعظم سے بھی ہوں میں جاے اعلا میں
کبھی کہتا ہوں میں کیا چیز ہوں حیران ہوں یارب
کبھی تو مرگ کے ہم رنگ ہو اُٹھتا ہوں جیتا میں
غرض سوز درونی ہے مرا جان و جگر جھلسا
کباب خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ کیا ہوں میں

آدم[3] سے لگا سوز جگر خوں ہوے کتنیں — اس لیلیٰ روشن کے بھی تو مجنوں ہوے کتنیں
یک طالعی اپنی کا نہ کیجے کبھی شکوہ — گن جاؤ بھلا بخت ہمایوں ہوے کتنیں
سب صورت محسوس کے مفتوں ہوے واللہ — بتلاؤ بھلا عاشق ــــ ں ہوے کتنیں

---

[1] [2] [3] یہ اشعار اور غزلیں م، میں نہیں ہیں

وہ سرو ہے میرا چمن دہر میں موزوں   دکھلاؤ بھلا اور یہ موزوں ہوئے کتنیں
مجنوں کو تمہیں دشت کشی رہیو مالک (کذا)
میاں سوز سے آوارۂ ہاموں ہوئے کتنیں

گو[1] کہ اے دل تجھے سرور نہیں   شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں
گر ہوس تجھ کو داد خواہی کی   کل قیامت بھی ایسی دور نہیں
شیخ جنت تجھے مبارک ہو   مجھ کو کچھ اشتیاق حور نہیں
میں تجلّی دکھاوتا موسیٰ   حیف اس وقت کوہ طور نہیں
کوستا ہوں میں میر کہ دل کو
مجھ کو اس نام کا غرور نہیں

جس نے دیکھی ہوں تری مہر و وفا کی آنکھیں   اس کو دکھلائیے یوں جور و جفا کی آنکھیں
دیکھ لے آنکھ اٹھا کر تو کبھی حالِ غریب   یوں تو لاریب کہ تیری ہیں حیا کی آنکھیں
چشمِ نرگس کو تری چشم سے کیا ہم چشمی   ماہ و خورشید کی تجھ پر ہے فدا کی آنکھیں
ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر ناصح   کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو ادا کی آنکھیں
میں تو روتا نہیں کس[2] واسطے ہوتا ہے خفا   یوں ہیں پر خون ہیں میری تو سدا کی آنکھیں
دل چرا کر کے نکالے ہے تو آنکھیں الٹی   ہاں جی چھپتی تو نہیں یہ ہم سے دغا کی آنکھیں
نہیں تو سوز کو پہچانوگے سبحان اللہ
کبھی دیکھی بھی ہیں اے شاہ گدا کی آنکھیں

---

[1] یہ غزل ا،م میں نہیں ہے

[2] ر،ع: تو کس لیے

کب توقع تھی کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہمیں | آن بیٹھیں گے جھنجلا گے اُٹھاؤ گے ہمیں
حالِ دل تم سے کہیں گے تو سنو گے توبہ | اور منہ[۱] پھیر کے صلوات سناؤ گے ہمیں
گر تمنائے قدم بوس کریں گے گاہے | تو یقیں ہے وہیں پاپوش دکھاؤ گے ہمیں
اتنی گر بات کہیں گے کہ لگی کو[۲] تو بجھاؤ | ہے یہ امید کہ[۳] دونا ہی جلاؤ گے ہمیں
سوز کا نام جو مجلس میں تمھاری لیں گے
تو [۴]مقرر ہے کہ پھر منہ نہ دکھاؤ گے ہمیں

* * *

[۵]یہ تو معلوم کہ تم ملنے کو آؤ گے ہمیں | پر یہ فرماؤ کسی روز بلاؤ گے ہمیں
آنکھیں مندنے سے توقع ہے فقط اتنی اب | پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤ گے ہمیں
جان کے جانے سے اس واسطے ہی ہم کو خوشی | پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہمیں
یاں تو سنتے تھے بھلا غیر نہ کہتے تھے کچھ | واں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہمیں
ہم کو معلوم ہوا تم نہ ملو گے ہرگز | ہاں مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤ گے ہمیں
زیست کا لطف نہیں جان اٹھا لو یاں سے | تا کجا چشم خلائق سے گراؤ گے ہمیں
یہ توقع نہ تھی دلسوز کو مہدی صاحب
جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے آؤ گے ہمیں

* * *

[۶]یہ خامی ہے کہ سوزِ عشق سے فریاد کرتا ہوں | میں اس دولت کے محروموں کو جل جل یاد کرتا ہوں
فلک نے لالچی جانا تھا مجھ کو تو ہی ڈہکایا | میں اس کے وعدے او دیراب ملک دل شاد کرتا ہوں
شب و روز اس طرح کٹتا ہے تیرے جور سے قاتل | گھڑی فریاد کرتا ہوں گھڑی بیداد کرتا ہوں

---

[۱] م، اور منہ موڑ کے
[۲] ع، کہ گلے تو لگ جاؤ
[۳] ع، کہ طوفان لگاؤ گے ہمیں
[۴] ع، تیقن
[۵] [۶] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

قبول ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم   میں کس کس ڈول سیتی منت جلاد کرتا ہوں
یہ حسرت رہ گئی دل میں کبھی اس بیمروت نے
نہ پوچھا سوز کوں اتنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

---

[۱] زخم جتنے چاہیں میرے بدن میں کم نہیں   یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مرہم نہیں
ایک دم اپنا تھا وہ بھی آخرش دم کھا رہا   درد دل کس سے کہیں یاں کوئی اب ہمدم نہیں

---

[۲] حضرت عشق سے پھر مجکو بہر دلنیں   سر کو جور کی برقع میں چھپایا دلنیں (کذا)
شکوۂ عشق وہ کرتا نہیں وہ صاحب ہو   دلنیں دلنیں مجھے سرپانو سے کھایا دلنیں
نہ شرارہ ہے نہ یہ برق نہ یہ انگارا   جل گیا جل گیا اے وائے جلایا دلنیں
کس کی فریاد کروں ہائے نہیں کوئی غیر   صاحبو داد کو پہنچو کہ ستایا دلنیں
کیا ہی دلسوز تھا میں اس کو نہ پوچھا صد حیف
سوز کو پیار سے سینے میں چھپایا دلنیں

---

[۳] ہمیں کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں
نہ تو کوئی آدمی جانے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں
نہ تو علم اپنے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لیے
اسی کو جو کہتے ہیں زندگی سو تو جسم کے ہے عذاب میں
یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو یہی وضع ہے جسے گھورو ہو
جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالم خواب میں

---

[۱] [۲] [۳] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

میں خلاف تم سے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم
میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا میں کہ ملا ہوں اس کی جناب میں
نہ سنوگے سوز کی گفتگو جو پھروگے ڈھونڈنے کو بہ کو
یہ نشا ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشا (ہی) شراب میں

---

[۱] گئے ڈھونڈھتے ہو بغل میں میاں   گیا دل کبھی کا کہاں سے کہاں
اسے دل کہیں جو ہے عرش خدا   اسے دل کہیں جو ہے جنت مکاں
یہ دل جس کو ہے صاحب دل ہر دہ   یہ دل جس کا ہے سو ہے روح رواں
یہی دل ہے گلزار فردوس کا   یہی دل ہے معمورۂ عاشقاں
یہی دل ہے پرسوز پر درد و داغ
یہی دل ہے سلطان کون و مکاں

---

[۲] صنم کے ذکر سوا اور قیل و قال نہیں   جناب دل سے مرا اور کچھ سوال نہیں
تو سر سے کر کے تصدق مرا تو دل دے ڈال   کہ میرے پاس بجز اس کے اور مال نہیں
کہاں تلک میں تجھے حال زار دکھلاؤں   تو حال آکے مجھے دیکھ مجھ میں حال نہیں
میں ایک رات تجھے جان خواب میں دیکھا   سوائے خواب کے اب اور کچھ خیال نہیں
یہی ہے سوز جسے جانتے ہیں سب دلسوز
بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں

---

[۱] [۲] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

کینے سے مہر ٹلے افلاک ایک پل میں
بھر جاوے ان کی طینت جوں خاک ایک پل میں
نازاں نہ ہو تو ہووے گر تجھ کو شادمانی
کر دے فلک دل خوش غمناک ایک پل میں
اکسیر سے نہیں کم کچھ منکسر کی صحبت
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل میں
نالہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا
کر دے ہے سرد چشم نمناک ایک پل میں
بچتا ہے مرغ دل اس صیاد سے کہ جن نے
صید حرم کو باندھا فتراک ایک پل میں
دم اس کی نازکی میں مت مار ناشتابی
کاٹوں گا ورنہ تیری میں ناک ایک پل میں
دامن کشاں چمن سے گزرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریباں صد چاک ایک پل میں
کوچے میں یار تیرے ہاں وہم کے برابر
پہنچے جو ہووے قاصد چالاک ایک پل میں
واعظ نے مے یہ پی ہے چھپ چھپ کے سوز اس کی
مسواک گاڑ دیں تو ہو تاک ایک پل میں

دلربا[1] اے سوز کیوں تیری طرف مائل نہیں
دل ترا داغی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں
قدر ہر یک دل کی ہے معلوم ہر دلدار کو
دل دکھاؤں کس کو ہے ہے کوئی صاحب دل نہیں
خود نمائی پر ہے میرا دل کوئی خواہاں بھی ہو
کس کو دکھلاؤں کہ اس دم خنجر قاتل نہیں
دوستاں میں بھی مسافر ہوں غنیمت جان لو
میر منزل ہوں یہ دنیا کچھ منزل نہیں (؟)
بعد اس کے سوز کو تکلیف مت رہنے کی دو
کون سے دل سے رہوں (میں) وہ مرا اب دل نہیں

امید وصل جز طمع خام کچھ نہیں
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہیں
وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن میں ہمیں کام کچھ نہیں

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے ۔

اس شوخ بیوفا و فراموش کار سے   مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں
نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا   وہ تو اسیر زلف سیہ فام کچھ نہیں
سمجھاؤں اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو   بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہیں
طاقت نہیں ہے اتنی کہ بے طاقتی کروں   موجب مرے سکون کا آرام کچھ نہیں
دیکھا نہ تو نے عشق کے کوچے میں حال سوز
اے دل[1] تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

* * *

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان   یکساں نہیں رہے گا ترا[2] مان مان مان
آئینہ ٹک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو   کیا کیا بنائی صورت انسان سان سان
گزرا ہے تو چمن سے کہ جائے ترا نہ آج   کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان
دشنام دے کے ہائے وہ جمدھر کا کھینچنا   چبھتی ہے میرے دل میں ہی آن آن آن
پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

* * *

باندھ[3] لیتا کیوں نہیں سر کو مرے فتراک میں   تجھ کو یہ غیرت نہیں جو لوٹتا ہوں خاک میں
جو پرائے دل کو آزردہ کرے بے ہیچ آہ   کب خدا مسکن کرے ایسے دل بیباک میں
ایک جاگہ سے کبھی جو ثابت نہ ہو ——   کیونکے رہ سکتا ہے عشق ایسے دل صد چاک میں
آہ اس غم کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھڑی   یاد دلوا کرکے لایا جان میری ناک میں
سوز کی رندی تو دیکھو شیخ بن بیٹھے ہیں اب
ہر گھڑی الجھا رہے ہے شانہ و مسواک میں

---

[1] ع، اے عشق   [2] م، مرا   [3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اے سوز تو کہاں وہ دلِ ناتواں کہاں   ہم ڈھونڈھ لائیں اس کو بتا تو مکاں کہاں
نہ زلف میں نہ گوشۂ ابروے[1] یار میں   ڈھونڈھا ہے تیرے دل کو دوانے کہاں کہاں
خانہ بدوش روزِ ازل سے غریب تھا   دل کا بتاؤں تم[2] کو بھلا آشیاں کہاں
پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو سبھی جہاں
اُس[3] کا سا لیک صاحبِ لطفِ زباں کہاں

بچھڑے[4] تھی فوج بلبل جب چمن میں   تو کیا گل پھولتے تھے من ہی من میں
کدھر جاتے رہے یہ یار یا رب   کوئی باقی نہیں ہے انجمن میں
سلامِ شوق پہنچا دے ہمارا   کسی کا ہو گزارا گر عدن میں
کہ اے بے دید بے پرواے یاراں   گئے تم کوچ کر جلدی وطن میں
وے جوں اخگرِ افسردہ یہ سوز
پڑا دھکے ہے اب اپنے کفن میں

دل[5] کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں   بس گریبان صبر پارہ کریں
غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے   کیا اسے چھوڑ کر کنارہ کریں
اس ضعیفی میں گر وہ بوسہ دیں   پھر جوانی تو ہم دوبارہ کریں
کب تلک کونے میں چھپے رہیے   آپ کو اب تو آشکارہ کریں
لوگ کہتے ہیں لوٹتا ہے چلو
سوز کا دور سے نظارہ کریں

---

[1] ع، ابرو میں کیا ہوا

[2] ع، میں بھلا اب آشیاں

[3] ع، وہ اس کا سا یہ صاحبِ لطفِ بیاں کہاں

[4] [5] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

گرچہ[1] میرے مضطرب دل کو شکیبائی نہیں
پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہرجائی نہیں
دل پھنسا ہی تیری زلفوں میں نہ کیجو فکر دام
یہ سگ کوئی ترا آہوے ہرجائی نہیں
مسکراتے ہیں ..... لیتے ہیں لوگ
دل کے لینے کی طرح پیارے تجھے آئی نہیں
مجھ سیتی مت بول اعدا کی لگائی سے میاں
مینے تجھ سے روٹھ رہنے کی قسم کھائی نہیں
سوز کو دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی

……

زباں[2] سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہناں
مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ واہ کہناں
سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد واویلا
جو اس کے کو تلک پہنچو تو میری بھی دعا کہناں
قیامت تک نہ بھولے گی میاں اس آن کی لذّت
ہمارا ہنس کے جی دینا وہ تیرا مرحبا کہناں
سن اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہیو
جو تجھ سے سب حقیقت کہ نہ آوے کچھ تو جا کہناں
سبھوں کے روبرو کہنا کہ میرا سوز عاشق ہے
مناسب نہیں ہے پیارے ایسی باتیں برملا کہناں

* * *

حمد[3] میں تیری اے خداے سخن
اس زباں سے کہا نہ جائے سخن
باتیں سارے بناتے ہیں لیکن
کوئی یہ لائے آشناے سخن
کوئی صاحب سخن نہیں مرتا
ہے قیامت تلک بقاے سخن

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

زیست انساں کی نہ پوچھو کچھ اکل و یا شرب ہی بجائے سخن
سوزؔ خاموش رہ کے کیا لے گا
زندگانی تو ہے برائے سخن

بہار[1] اس کو نہیں لگتی ہے یک پا سنگ آنکھوں میں
بتاں کی ہم نے دیکھی ہے مے گلرنگ آنکھوں میں
ہے جب تک اس کے تو حائل وہ باہر آ نہیں سکتا
نکل لخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں
چمن کی سیر کو جاتا تو ہے یہ مجھ کو خطرہ ہے
نہ ہو گلشن میں نرگس سے کہیں اب جنگ آنکھوں میں
کہاں طاقت جو اُٹھیے یاں سے چلنے کے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجھ کو یک قدم فرسنگ آنکھوں میں
نہ دی فرصت کسی نے خون یک قطرہ کے بہنے کی
وگرنہ ہم تو رکھتے ہیں چمن اور گنگ آنکھوں میں
نہیں ہرگز تری چشمِ سیہ محتاج سرمے کی
لگے ہے شوخ تیرے دشمنوں کی سنگ آنکھوں میں
نشے سے جھک گیا اے سوزؔ دیکھ اس خطِ سبزہ کو
رکھے ہے زور کیفیت یہ کافر بنگ آنکھوں میں

---

[1] یہ غزل ع میں نہیں ہے۔

آنکھوں کو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہیں راہیں بھنے مسافروں کو دیتی نہیں نگاہیں
کیا حسن و عشق میں اب بگڑی ہے بے طرح سے تیرِ نگہ تو واں ہے یاں برچھیاں ہیں آہیں
آوے جو سیر کرنے یکبار وہ چمن میں گل آسماں پہ اپنی پھینکیں سدا کلاہیں
اس دل میں گو ہمارے الفت نہیں رہی اب اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہیں
ٹک مہر دے خدایا کافر بتوں کے دل میں یا عاشقوں کے جی (سے) کھو دے انھوں کی چاہیں
فریاد گر کسی سے چاہیں سو داد کیونکر گردن ہی مارتے ہیں ذرہ جو ہم کراہیں
اے سوز عاشقوں میں ثابت قدم رہنا (کذا)
فرقے میں عاشقوں کے تا سب تجھے سراہیں

عاشق ترے ہم نے کیے معلوم بہت ہیں ظالم تو ہیں دُنیا میں پہ مظلوم بہت ہیں
گل دیکھے جو سو، غنچے نظر آئے ہزاروں دل خوش ہیں کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں
موجود ہے اک آدھ ہی مجھ سا سو بُرے حال تجھ عشق میں جو ہو گئے معدوم بہت ہیں
آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیرے محرم تو وہی ایک ہے محروم بہت ہیں
دل چاہے تھا بوسے کو جو تم سے یہ کہا میں مت مانگ وہ دینے کے تئیں شوم بہت ہیں
مجھ جیسے جو خادم کی ہے خدمت سے تمہیں عار تو خوش رہو مجھ کو بھی مخدوم بہت ہیں
شہرت کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو دو چار بھی کرنے کے لیے دھوم بہت ہیں
مضمون ترا سا نہ کسی بیت میں اے سوز
یوں شعر تو موزونوں کے منظوم بہت ہیں

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آنند آتش میں
سمندر رات دن رہتا ہے جوں خورسند آتش میں

ہوا آئینہ حیراں دیکھ کر خال اس کے عارض پر
کہ یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں
بجھے سینے کی تف میرے نہ ہرگز ایک دم یارو
کیا پی پی کے آنسو آب ہیں ہر چند آتش میں
برہ کی آگ سے کیونکر ..... ہوے اے ناصح
ازل سے ہم ہیں شعلے کی طرح پابند آتش میں
ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہیں ہرگز
پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش میں
شرر سے شعلہ، شعلے سے شرر یک پل میں کرتی ہر
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں
ملی جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خویاں سے
ہوا اے سوز اس وصلت سے تب پیوند آتش میں

سوز کو سمجھے ہے تو ناداں کہ وہ دانا نہیں
حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں
گر کہوں میں حال اپنا سن کے غافل ہو دو چند
درد دل میرا تو اس کو پیش از افسانا نہیں
عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے منظور واں سر سے گزر جانا نہیں
زلف میں شانے کو دی جاگہ تو اس کا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے
پھر پھر اس گلشن میں اے غافل تجھے آنا نہیں
سنگ سے بیت الحرم کے شیخ اٹھا ......
آئنہ دل کا مجھے اس گھر میں ٹھلانا نہیں
ناصحا بالیں سے میری اُٹھ خدا کے واسطے
جان کھانی اس کو کہتے ہیں یہ سمجھانا نہیں
وعدۂ کوثر پہ واعظ کیجے ترک جام مے
نقد کو نسیہ پہ کھونا کار فرزانا نہیں
شیشۂ دل سے کوئی دیتا خبر اس سوز کو
سوز تجھ سا بھی کوئی دنیا (میں) مستانا نہیں

قیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہوں
ورنہ لیلی ہے ہر اک محمل میں سمجھو تو کہوں
چشم کم سے خلق کو آپس میں مت دیکھا کرو
زور ہی جھمکا ہے مشت گل میں سمجھو تو کہوں
مے کدے اور کعبے میں ہے کیا تفاوت شیخ جی
شیشہ ہے پتھر کی ہر یک سل میں سمجھو تو کہوں
ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہوں
جانتے ہو عیش تم دنیا میں جس کو سو نہیں
عیش ہے دنیا کی جو محفل میں سمجھو تو کہوں

کرتے ہو ہر دم جو وصفِ چشمۂ آبِ حیات
آب ہے جو خنجرِ قاتل میں سمجھو تو کہوں
تم جو پوچھو ہو بھڑک میں دل کی کیا لذت ہے سوزؔ
جوں تڑپ کا ہے مزہ بسمل میں سمجھو تو کہوں

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسوائے بتاں   خوار بازار ملامت ہے بسودائے بتاں
کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت بیزار   درمیاں کیا کہوں اے شیخ کہ ہے پائے بتاں
الفت و مہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو بو   کاش دیتا میں کسی سنگ کو دل جائے بتاں
دل سی تم جنس کو بے قدر کیے رکھتے ہو   کیا میں تم سے کہوں افسوس بتاں ہائے بتاں
مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یوں ہی لیجے   تم دیے دام اور میں بھر پائے بتاں
اب خدا ہی تمہیں سمجھائے مرے دل کا درد
تم سمجھتے ہو کوئی سوزؔ کے سمجھائے بتاں

آنکھیں بھی اس کی آنکھوں سے گر ٹک ملا کریں   تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گلا کریں
گر جوش مارے خط کی ترے چہرے پر بہار   غنچے دلوں کے گل کی طرح سے کھلا کریں
کیونکر نہ چشم و ابرو سے دل قتل ہو مرا   دو ترک مست لے کے جو تیغِ بلا کریں
بار دگر بہار نے مارا ہے جوش اب   برپا جنون اپنے کا ہم سلسلا کریں
آئینے کا عبث ہے سکندر یہ تعبیہ   بہتر ہے دور اس سے جو دل کو جلا کریں
ہے معتبر انھیں کی جہاں میں ہوسی   جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کریں
اے سوزؔ میں بدوں نتھی ان کی قرار دل (کذا)
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کریں

خون عشاق سے تو بھرے پیارے دامن   روز محشر ہے مرا ہاتھ تمھارے دامن
نازکا اس کے ہو کشتہ جو کہے ذبح کے وقت   داغ سے خوں کے مرا تو جو نہ جھاڑے دامن
ہم تو مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے   جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو پسارے دامن
تشنہ لب اشک سے خاک مری رو نہ سحاب (کذا)   گاہ بے گاہ نچوڑے تو بے بارے دامن
رنگ پیراہن گل جسم ہے پیارے لیکن   وہ بھی بچ دیکھ قبا کی تری وارے دامن
رنگ گل کیوں نہ صبا تجھ سے چمن میں ڈ ل کے   آگ دبکے ہے جو اس پر کوئی مارے دامن

جامہ زیبوں کی خوشامد نہیں درکار اے سوز
کیا ہے حاجت کوئی گل کا جو سنوارے دامن

جب اپنی جاں کنی تک پہنچے یارو کام دنیا میں   ملے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں
جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا   بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں
جو پہنچے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے   قبول خاطر اس کے پھر نہ ہو اسلام دنیا میں
بغیر از مرنے جلنے کچھ نہ دیکھا بزم دنیا میں   کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں
لیا دل کو نہ تھا جب تک مری کیا کیا خوشامد تھی   نہ ہوگا کوئی تم سا بھی میاں خودکام دنیا میں
دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے   یہی ہوتا ہے ناداں عشق کا انجام دنیا میں

نہ کر اے سوز شکوہ ہم سے دل کی بے قراری کا
محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرام دنیا میں

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل میں   رہا کرے ہے تمنا اسیر سی دل میں
خدا کے واسطے خاموش ناصح بیدرد   لگی ہے بات ترے دل کی تیر سی دل میں
نہ جانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو   ہے نالہ مرغ چمن کے صفیر سی دل میں

کس کے ابرو و مژگاں نے دی ہے دل کو شکست   کہ اشک پھرتے ہیں لوٹی بہیر سی دل میں
وفورِ یار کی یاں تک ہے سرد مہری کا   کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل میں
کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ   لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیر سی دل میں
اگرچہ دخترِ رز کو کہیں ہیں تسوز. جوان
لگے ہے پنبۂ مینا میں پیر سی دل میں

مجھے معلوم یوں ہوتا ہے میری ہی تہسی آنکھیں
کسی کی دیکھ کر شاید جہاں میں ہمسی آنکھیں (کذا)
خدا جانے کدھر کو دیکھ کر تجھ کو نکل جائیں
بزور اپنی میاں ڈوروں سے ہم نے اب کسی آنکھیں
ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ رہتا ہے
بسانِ دستۂ نرگس زسر تا پا بسی آنکھیں
نقاب اب دُور کر چہرے سے کس منہ سے چھپایا ہے
قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم (کی) گھسی آنکھیں
ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے
پلٹ کر پھر طرف گدی کے ہی اس کی دھنسی آنکھیں
مرے رونے کا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
دکھاتی ہیں اسے اے تسوز اپنی بے کسی آنکھیں

بلبل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں   اکٹھے یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہیں
کب تک یہ سرکشی مرے شمشاد کے حضور   اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سے خم کہیں

گرداں پھرے حباب کی صورت بہا بہا　　آجاوے موج پر جو مری چشم نم کہیں
لے کر چلے ہیں مہر بتاں ہم سوئے حرم　　ہو جائے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہیں
آہو کو خو کر رام کیا ایک عمر میں　　ہر آن ہے یہ خوف نہ ہو جائے رم کہیں
درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضر راہ　　کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہیں
گر آہ متصل یوں ہی آتی رہے گی سوز
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہیں　　ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہیں
جز سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے　　سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں
سچا تو ہو سو وعدے میں کس طرح ہم سے یار　　وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہیں
ترا .... دل ہی .....　　ہوتا نہیں ہے ...... نادان ہر کہیں
جو جو ستم ہیں ہم پہ کیے اس کے برخلاف　　کرتے ہیں ہم بیاں ترا احسان ہر کہیں
معمورہ پھر قلمرو امکاں میں رہ چکا　　یوں ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں
کعبے سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض　　کرتا ہے دید سوز یہ اک آن ہر کہیں

یاد میاں اب دل میں تیرے وہ باتیں نہیں آتی ہیں
کس ہوش کی چاہ کری جو آنکھیں بھی شرماتی ہیں
گھڑی گھڑی کی وہ جو ادائیں جنھوں سے میں دکھ پاتا تھا
گلہ اب اس کا مجھ سے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہیں
کیوں نہ مکافات اس کی پیارے ہمسے نہ تیری سوک ٹو (کذا)
لے کر پہلے دل عاشق کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں

خون ہمارے دل کا پیویں جس صورت سے پاویں وہ
بس کب چل سکتا ہے ان سے جو انکھیاں بہلاتی ہیں
پھنسواتی ہیں دل کو میرے زلفیں ہر اک مہرو کی
آنکھیں میری مجھ سے یارو ناحق روگ لساتی ہیں (کذا)
جب سے گیا ہے بر سے میرے تو آرام جان و تن
آنکھیں طفل اشک کو تب سے گودی میں بھسلاتی ہیں
گئے وہ دن جب تلخ تمھارے منہ سے میٹھا لگتا تھا
سنو ہو پیارے اب وہ باتیں تم کو نہیں سہاتی ہیں
گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانیں سب عشاق کی پیارے سینوں میں گھبراتی ہیں
ریختہ کہہ کہہ سوز ہوا جو دیوانہ تو کیا ہے عجب
عشق کی باتیں افلاطوں کی پل میں مت بوراتی ہیں

اس سرو قد کی دوستی میں کچھ ثمر نہیں   نخل محبت آہ مرا بار ور نہیں
اس سنگدل کو حال پر آیا نہ میرے رحم   اے آہ و نالہ حیف کہ تم میں اثر نہیں
یاقوت لعل یار سے بہتر نہیں ولے   ہر جوہری کو اس کی پرکھ کی نظر نہیں
کیوں مجھ سے بے گناہ کو ناحق کرے ہے قتل   اے یار تیرے دل میں خدا کا بھی ڈر نہیں
قاصد کی کیا مجال کہ اس کو میں جا سکے   جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہیں
میری طرف سے دیجو صبا گل کو یہ پیام   آؤں قفس بھی توڑ کے تو بال و پر نہیں
ہرگز نہ مان سوز تو واعظ کی گفتگو
ذرہ بھی اس کو اصل سخن سے خبر نہیں

لڑیں کیوں ہیں ترے مژگان و ابرو یار آپس میں
ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپس میں
لگا دل چھین لے تو جس گھڑی آئینہ رویوں کا
رہے حیراں ترا منہ دیکھ اے خونخوار آپس میں
دل و جاں دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہیں
رہے ہیں منتظر پیارے کئی بیمار آپس میں
ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہیں یہ غمخوار آپس میں
چکے انصاف حسن و عشق کا تب جس گھڑی جھگڑا
اکیلے بیٹھ کر ہم تم کریں گفتار آپس میں
تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے
سنا ہے شیخ ہم کو الفت زنار آپس میں
وہیں مارے ہے سنگ تفرقہ لے توڑ یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک دو چار آپس میں

جاتا ہوں ترے در سے بس اے یار رہا میں   نظروں میں رقیبوں کی بہت خوار رہا میں
میں جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک   ذلت کا ہی ہر وقت سزاوار رہا میں
آئے تھے سبھی ہم نفس اک بار تہِ دام   آزاد ہوئے اور گرفتار رہا میں
پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے   آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں
تجھ حسن کی اس واسطے ہے گرمی بازار   اے شوخ ترا بس کہ خریدار رہا میں
اک دم نہ تھما خوں مری آنکھوں سے کبھو یار   از بس ترے ہاتھوں سے دل افگار رہا میں

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہوں اے تسوز
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا میں

دل کو یہ آرزو ہے ہے کوئے یار میں   ہمراہ تیرے پہنچے مل غبار میں (کذا)
میں وہ درخت خشک ہوں اس باغ میں صبا   جس کو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار میں
ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نوبہار   دیتی ہے زہر مجھ کو مے خوشگوار میں
خنجر پکڑ کسو سے یہ مژگاں نہ پھیریں منہ   تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں
اے تسوز دخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا
تکلیف پائے گا بہت اس کے خمار میں

کہاں نصیب ہے، اس شوخ سے کلام کروں   جو حال دل ہے اسے کہہ کے میں تمام کروں
نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ مجھ کو صبر   جیوں میں کیونکے بسر اپنی صبح و شام کروں
نہ رکھ نماز سے محروم اے مجھے ساقی   شراب اتنی کہ میں سجدہ سوے جام کروں
ہمیشہ مل کے رقیبوں سے جب تو ہو بدنام   میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں
خدا خدا کی (کذا) اب اس سے ہوئی ہے یہ اُمید   کہ رام ہو وہ مرا گر میں اس کو رام کروں
کہے تھا شوخ مجھے بزم عیش میں اے تسوز   بغیر اس کے نہ میں روبروے جام کروں
مرے سلام نہ لینے سے ہو گیا ناخوش
اگر وہ پھر ادھر آوے تو میں سلام کروں

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گماں ترتے ہیں   ڈوبے گرداب محبت کے کہاں ترتے ہیں
اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم   تہ کے بیٹھے ہوے مر کر بھی میاں ترتے ہیں

لخت دل یوں ہیں مرے سیر چمن میں تجھ بن   برگ گل جوں بروئے آب رواں ترتے ہیں
وصل کی رات بھی محروم ہیں اک بوسہ کے   آب حیواں میں ترے تشنہ دہاں ترتے ہیں
یاد کر مستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا   آج اک بار بط مے تری واں ترتے ہیں
منہ میں تیرے سے جو رکھتے ہیں سوا ہاتھ زبان   بحر مواج سخن میں وہ جواں ترتے ہیں
صاحب فہم اسے کہتے ہیں جو ہر اے سوز
دست و پا مار کے یہ لنگ جہاں ترتے ہیں

کرے جو چاہے سو، یہ حسن جوانی پھر کہاں   ملک میں خوبی کے پیارے حکمرانی پھر کہاں
آج اگر چاہے تو سن لے مجھ سے میرا درد دل   کل سنا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں
جب تلک ہے حسن تجھ پر کرتے ہیں سب جی نثار   خط کو ٹک بڑھنے دے اب کی جانفشانی پھر کہاں
تارک الدنیا ہو کر چاہے کہ خوش گزرے تری   جب پڑا دھندے میں اس کے شادمانی پھر کہاں
سوز کا جینا غنیمت جان مت مل غیر سے
جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

اب تو ایسا میں ناتواں ہوں   جو کہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں
اے صاحبو تم تو راست بولو   مردہ ہوں میں یا کہ نیم جاں ہوں
ایسا تو سبک ہوا ہوں ہے ہے   جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں
دشمن سے نہیں ہے مجھ کو رنجش   آزردۂ طعن دوستاں ہوں
اے کاش موا نہ اس کے غم میں   میں کشتۂ رشک کشتگاں ہوں
میں نے ہی کوہِ غم اُٹھایا   یوں تو اک مشت استخواں ہوں
اب اتنی ہی آرزو ہے باقی   جو اس کا خاک آستاں ہوں

ظاہر بینوں نے پیر جانا
میں تو وہی سوز نوجواں ہوں

کوچۂ عشق میں جو اہل نظر جاتے ہیں
کاٹ کے سر کو کف دست پہ دھر جاتے ہیں
تولتے کیا ہوں میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم
ہم تو ہل جانے میں ابروہی کے مرجاتے ہیں
اے سمندر جو نچوڑیں گے کبھی ہم دامن
دجلے تالاب کئی آن میں بھر جاتے ہیں
جا کے ہم عشق کے کوچے سے پھریں کب ناصح
خوب جاتے ہیں جدھر اہل بصر جاتے ہیں
دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جسے تو اے سوز
عاشقی میں تو میاں جی سے گذر جاتے ہیں

سن کے بے تابی مری سیماب ڈھل جاوے وہیں
برق دیکھے آگ گر دل کی تو جل جاوے وہیں
میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال
رستم اس کے روبرو ہووے تو ٹل جاوے وہیں
وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر
ثابت و سیّار آنسو ہو کے ڈھل جاوے وہیں
شعر ہی سُن کر پڑے روتے ہیں روز و شب یہ لوگ
کود بھاگیں تو انھوں کا جی نکل جاوے وہیں
وہ جو سکھڑے ہیں بلائیں لیتے ہیں ہر بات پر
سن کے میرے شعر کو گواری اودھل جاوے وہیں (کذا)

اشک بھی آتے نہیں اب کیا کروں   آہ دل جلتا ہے یارب کیا کروں
ہائے میری بات وہ سنتا نہیں   حال دل کہتا ہے مطلب کیا کروں
دل میں آتا ہے کہ مر رہیے کہیں   پر نظر آتا نہیں ڈھب کیا کروں
شمع کی مانند اے اہل نظر   سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کروں
مت تو اب دکھلا مجھے اس شوخ کو
دل اٹک جاوے کہیں تب کیا کروں

دل کو دینا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں   غم تو ہر آن میں موجود ہے غمخوار کہاں
دلِ صد چاک سے میرے نہیں گل کو نسبت   شانۂ زلف کجا، طرۂ دستار کہاں
سرو کب قابل دستار . . . . ہوتے   آگے اس قامت رعنا کے اسے بار کہاں
بلبلو مار تو اب چہچہے اس باغ میں تم   پھر کوئی روز کو ڈھونڈھو گی تو گلزار کہاں
سوزؔ فردوس کا ہووے نہ طلبگار کہ واں
تیرے گھر کا سا اسے سایۂ دیوار کہاں

یہ میں بھی سمجھوں ہوں ناصح وہ یار یار نہیں   کروں میں کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہیں
عبث تو ہر گھڑی سر کی مرے قسم مت کھا   قسم خدا کی تجھے دل میں اب وہ پیار نہیں
میں وہ ہوں نخل کہ جس نخل کو قیامت تک   بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں
جہاں کے بیچ غم و دکھ سو میں کہوں کس سے   سوائے غم کے مرا اور غمگسار نہیں
ہزار قول کرے یہ نباہ کا اے سوزؔ
مجھے بتاں کی محبت کا اعتبار نہیں

جن کے تئیں کہ عاشق محبوب جانتے ہیں   پوچھو ہمارے دل سے ہم خوب جانتے ہیں
ذرہ نہیں ہیں واقف اطوار دلبری سے   دل لے کے جور کرنا محبوب جانتے ہیں
ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتاں کا   غیرت جنھیں دی حق نے معیوب جانتے ہیں
سمجھو ہو شمع جس کو خلوت میں اپنی پیارے   ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں
آفاق میں جنھوں کو کہتے ہیں سوز رندے
تقوے کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہیں   ہم نے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
صد شکر کہ مرنے کا خلش اُٹھ گیا دل سے   جب سے ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں
اس باغ میں ہم سے نہ ملے سود کسی کو   نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
کاوش نہ مرے دل سے ہے مژگاں میں ....   ابرو بھی کجی میں صف مژگاں سے پرے ہیں
لے اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ (کذا)   کیسا ہی وہ کھوٹا ہو وے ہم تو کھرے ہیں

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ پھٹ جاویں   یہ شمع رو جو ہیں مانند شمع کٹ جاویں
تو اس چمن میں ہے گل پہ نہیں ہیں ہم شبنم   وگرنہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاویں
ہزار طرح جو ملیے بتاں سے ہو کر صاف   پر ان کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاویں
مرا دل اس صف مژگاں سے کب اٹھتا تھا   ولے میں کیا کروں طالع ہی جب اُلٹ جاویں
ہوئے غبار نہ دامن تک اس کے پہنچے سوز
پر اب کے ہو کے حنا پانو سے لپٹ جاویں

چشم عشاق آبشارِ چمن   سینہ داغوں سے لالہ زار چمن

جب سے دیکھا میں تجھ کو اے گلرو   نہیں نظروں میں اعتبارِ چمن
رخ سے رخ مت ملا تو عاشق کے   نہ خزاں سے لٹا بہارِ چمن
مت ستا عندلیب کو صیاد   ہے وہی ایک یادگارِ چمن
لیے ہیں ہمرہوں نے گل سے گل   سونت سونت اب کے شاخسارِ چمن
میری آنکھوں کی طرح سے نہ بہی   دیکھی مدت میں جوئبارِ چمن
دیکھ تو ٹک نسیم کو اے سوز
کوئی ایسا ہے بے قرارِ چمن

سبھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں   سمجھتا ہوں یہ بہلانے کی باتیں
کبھو ہنسنا کبھو گھبرا کے رونا   کوئی دیکھو تو دیوانے کی باتیں
مجھے مت دیکھ کر تیوری چڑھا جان   ہمارے ہیں یہ مرجانے کی باتیں
ہم آپہی دیر ہیں آپہی برہمن   کہو مت ہم سے بت خانے کی باتیں
تمھاری دمبدم کھینچیں ہیں زلفیں   پیارے دیکھیو شانے کی باتیں
کہا میں نے یہ اس سے تیری خاطر   سنوں ہوں اپنے بیگانے کی باتیں
لگا کہنے کہ مت کر چوچلا سوز
یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

کہیں ہیں لالہ کو صاحب طبع ہے (وہ) چشم و چراغ گلشن
وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر یہ رکھتا ہے داغ گلشن
شتاب لے کر صراحی و جام مجھ تک آ پہنچ ساقیا میں
مثال غنچے کی تنگ میرے نہ کر تو دل یہ فراغ گلشن

خزاں نے اس سال آکے ساقی یہ باغ ایسا ہی کھو دیا ہے
بہار کیسا ہی ڈھونڈھے رکھیو نہ پاوے سراغ گلشن (کذا)
بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیے ہے
گلوں پہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں خوں سے ایاغ گلشن
کیا ہے اے سوز جب سے اس نے خرام ناز آکے اس چمن میں
غرورِ گل سے یہی ہے پیدا فلک کو..... دماغ گلشن

بھری تھی فوج بلبل جب چمن میں   تو گل کیا پھولتے تھے من ہی من میں
کدھر جاتے رہے یہ یار یارب   کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں
سلام شوق پہنچانا ہمارا   کسی کا گر گذارا ہو عدن میں
کہ اے بے دید بے پرواہ یارو   گئے تم کوچ کر اپنے وطن میں
دلے چوں اخگر افسردہ یہ سوز
پڑا دیکھے ہے اپنے من ہی من میں

دل کو میں غم میں جلا دوں کیا کروں   آنکھیں رو رو کر سجا دوں کیا کروں
دل مجھے کہتا ہے دلبر کو دکھا   کیوں جی سچ اس کو دکھا دوں کیا کروں
آہ آنکھوں نے اسے شیدا کیا   آنکھوں میں نکلی (کذا) چھپا دوں کیا کروں
حب کی تن نے مجھ کو زنداں میں دیا   آگ اس تن کو لگا دوں کیا کروں
اس کو چڑ، یہ آہ بن رہتا نہیں
سوز کا منہ میں جلا دوں کیا کروں

اس پاس پھر گیا دل گمراہ کیا کروں   دم مارنے کی تاب نہیں آہ کیا کروں
بستی (میں) ہے نہ چین نہ جنگل میں ہے قرار   گھبرا گیا ہوں کیوں مرے اللہ کیا کروں
آوے گا یا نہ آوے گا شب تو گذر رہی (کذا)   دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں

دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا
اس حال سے میں سوز کو آگاہ کیا کروں

یہی ہے دل میں کچھ اب زہر کھا کر آج مر جاؤں
کوئی اب زہر بھی دیتا نہیں یارب کدھر جاؤں
جلاتا ہے تو تجھ کو میں ترے قربان ہو جاؤں
میں پروانہ نہیں جو ایک پل میں جل کے مر جاؤں
عدو کے ہاتھ سے کونا نہیں ملتا ہے چھپنے کو
زمیں پر تو نہ چھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

و

طلب کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی پیماں گسل دل کو
کہاں دل کس طرح کا دل کسے کہتے ہیں دل دل کو
غم دلبر جو تجھ کو جان ہے مطلوب تو لے جا
نہ دوں گا دل نہ دوں گا دل کہ پالا ہے بدل دل کو
نہ کعبہ میں نہ بتخانہ میں ملتا ہے خدا طالب
نہ پاوے گا نہ پاوے گا جو ہے جویا تو مل دل کو

جو تو چاہے کہ میں[1] آنسو کا یوں نالہ بہاؤں گا
نہ روؤں گا نہ روؤں گا کرے غم مضمحل دل کو
ہلاتے جس طرح تلقین کو ہیں گور میں مردہ
جھنجھوڑے ہے مروڑے ہے ترا غم متصل دل کو
اسی منہ پر کیا تھا وعدہ بوسے کا تو پھر بیٹھے
نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا نہ کر ظالم خجل دل کو
وہی اس سوز کے معنی کو سمجھے جو جلا ہووے
کہ صورت سے ہو صورت کو مزا اور ذوق دل دل کو

کس طرح روتے ہوئے دیدۂ تر دیکھیں تو   کس طرح بہتے ہوئے لخت جگر دیکھیں تو
خوش تو ہوتا ہے گلا دیکھ کے تشنگی کی عالم   ہوش اڑ جائے گلا تیری اگر دیکھیں تو دک
نوک مژگان پہ تو آجاؤ جھمک کر پیارے   لخت دل آج تمہارا بھی ہنر دیکھیں تو
خواب[2] غفلت سے تو نالے نے جگایا ہے اسے   کیا اثر کرتی ہو اب آہ سحر دیکھیں تو
قطرۂ اشک سے موتی ہوئے پرسوز کے اشک
کس طرح ہوتے ہو تم سلک گہر دیکھیں تو

نصیحت میری تم منظور رکھیو   کہ میرے دل کو مت رنجور رکھیو
جلا کر مجھ کو وہ یاں سے گیا ہے   اسے تم آپ سے بھی دور رکھیو
بہت ہیں اس کے لے جانے کے درپے   دلوں کی بھیڑ سے مستور رکھیو

---

[1] ع، میں آنسو ٹپکاؤں تا کہ رسوا ہو
[2] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

چرالے گا کوئی دیکھا جو ثابت   اسے تو غم سے چکنا چور رکھیو
دوانا ہے جو کچھ بولا تو بولا
میاں[۱] اس سوزؔ کو معذور رکھیو

جس[۲] پر مرے صنم کو کرم کی نگاہ ہو   باللہ عاشقوں کے وہی بادشاہ ہو
یہ عاشقی ہے خانۂ خالا نہیں میاں   سر دے تو پہلے راہ میں تب سربراہ ہو
آنکھوں میں نم نہیں ہے کہاں سے بہے سرشک   طاقت نہیں ہے کون سی قوت ——
رکھتا ہوں عرض تم سے سنو مردمانِ راز   رونے کے میرے حشر تلک تم گواہ ہو
اے دل خدا کے واسطے ٹک صبر کر ذرا   ہاتھوں سے تیرے کوئی کہاں دادخواہ ہو
تیرے بھی حق بطرف ہے میں کیا کروں بیاں   جانے وہی جسے کسی ظالم کی چاہ ہو
امیدوار رحمت حق سوزؔ ہے ولے
ملتی ہے اس کو جو کہ بہت پرگناہ ہو

مرا جان جاتا ہے یارو سنبھالو   کلیجے میں کانٹا لگا ہے نکالو
نہ بھائی مجھے زندگانی نہ بھائی   مجھے مار ڈالو، مجھے مار ڈالو
خدا کے لیے اے مرے ہم نشینو   یہ بانکا جو جاتا ہے اس کو بلا لو
نہ آوے اگر وہ تمھارے کہے سے   تو منت کرو گھیرے گھیرے بلا لو
اگر کچھ خفا ہو کے وہ گالیاں دے   تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو
کہو ایک بندہ تمھارا مرے ہے   اسے جان کندن سے چل کر بچا لو
جلوں کی بری آہ ہوتی ہے پیارے[۳]
تم اس سوزؔ کی اپنے حق میں دعا لو

---

[۱] ع، تم اس میں   [۲] یہ غزل م، میں نہیں ہے   [۳] ع، صاحب

رہنے دو اے محباں یکدم خموش مجکو   کرتا ہوں تم سے باتیں آنے دو ہوش مجکو
ایکی نگہ نے اس کی بے خود کیا ہی دل کو   لے جاؤ اے رفیقو گھر تک بدوش مجکو
ساغر کو کرکے لبریز منہ پاس میرے لاکر   ڈہکائے ہی پیاپے وہ بادہ نوش مجکو
آوے گا بیخودی میں گھر بھول کر وہ اپنا   آیا ہے آج یارو اب یہ سروش مجکو
عمامہ اور ردا تک ک جام پر دھروں گا
پہنچا دے سوز ہا ہا تا مے فروش مجکو

دلبر و خط سے نہ بگڑے کو ہم آغوش کرو   مجھ کو بھڑکاؤ نہ شعلہ کو نہ خس پوش کرو
بات تم سن کے رقیبوں کی پشیماں ہوگے   حرف میرا یہ گہر ہے جو کبھی گوش کرو
اہل مجلس نے کہا رات کو ساقی سے سوز   جام بھر بھر کے نہ دو جلد کہ بے ہوش کرو
ہنس کے بولا کہ تمہیں جام ملے گا اب کے   جس کو تم پی کے غم زیست فراموش کرو
[1] اپنی کھونبڑسی تو اے شیخ جی داڑھی کو منڈاؤ   کچھ یہ آئینہ نہیں جس کو نمد پوش کرو
[2] عشق منظور ہے باللہ عزیز و خود کو   خواہ جامے میں رکھو خواہ نمد پوش کرو
[3] آمد آمد ہے شہ عشق کی ملک دل میں   اے حواس و خرد و عقل تم اب ...... کرو
[4] یہ وہی سوز تمھارا ہے جسے بھولے ہو
حق دیرینۂ عاشق نہ فراموش کرو

رم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑیو   جی چلا جاتا ہے آنسو دوڑیو
ناوک چشم خدنگ انداز ہائے   ہوگیا دل میں ترازو دوڑیو

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[2] [3] [4] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

بلبلوں[1] کا غُل مچا ہے باغ میں   دیکھیو اے شوخ گلرو دوڑیو
دیکھ[2] کر میری نگاہ گرم ....طفل بدخو دوڑیو

سوز[3] نے افسوں بھرا ہے شعر میں
ایک دم اے چشم جادو دوڑیو

بات[4] کہتا ہوں تجھے مان لے بیزار نہ ہو   سر سے لے پانوں تلک درد ہو آزار نہ ہو
دل خراشی سے کوئی جرم نہیں بالاتر   گو دل انگار ہو لیکن تو دل انگار نہ ہو
ہو ریاضت سے ترا جسم بھی مانند ہلال   پر نموداری کی خاطر تو نمودار نہ ہو
ہے گرفتاری تن گرچہ بحکم تقدیر   او گرفتار بلا دیکھ گرفتار نہ ہو

بیخبر ایسی رہتا ای تری بیخبری (کذا)
سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہ ہو

حیف[5] دل تجھ میں گر مروت ہو   غیر[6] سے کیوں ہمیں شکایت ہو
جیب تک بھی نہیں رسائی دست   یارب اتنی تو دست قدرت ہو
ہر گھڑی گھر سے مت نکل پیارے   کوئی دیکھے تو کیا قیامت ہو
گالیاں تو بہت سنیں صاحب[7]   کبھی بوسہ کی بھی رعایت ہو
کچھ بری بات تو نہیں واللہ   چوم کرلیں اگر عنایت ہو
ایک[8] پل میں بہادوں عالم کو   گرچہ رونے کو مجکو رخصت ہو

اشک اپنے میں سوز ڈوب گیا
یا الٰہی غریق رحمت ہو

---

[1] [2] [3] یہ شعر م، میں نہیں ہیں   [4] یہ غزل م، میں نہیں ہے   [5] ع، آہ دل تجھ کو
[6] ع، کیوں بتوں سے   [7] ع، لیکن   [8] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

اب یہ دیوانہ مرے ہے کھول دو زنجیر کو   توڑ دو اے عاقلو سر رشتۂ تدبیر کو
دیکھیے عشاق میں کس کس کے دھڑ پر سر ہو   آج میں دیکھا چڑھاتے سنگ اسے شمشیر کو
گھر جنوں کا بیٹھ ہی یارو گیا تھا بعد قیس[1]   ہم اگر برپا نہ کرتے حناۂ زنجیر کو
شیخیاں کیسی ہی وہ اپنے مریدوں میں کرے   درد دل ہرگز نہیں ہے واعظ بے پیر کو
خشک تریکیاں ہیں دیکھا[2] سامنے اسکے میں سوز
عشق آتش ہے خبر کر دو جوان و پیر کو

---

[3]میں تو اب مرتا ہوں کھولو پانو سے زنجیر کو   کم کرو اے عاقلو تدبیر کی تدبیر کو
ہو چکا ہے گرچہ اے پیک اجل دم کا شمار   آنی ہے فرصت جواب لے لوں دم شمشیر کو
دل نہ اپنا رکھ سکا دم لینے کی فرصت نہیں   کیا کروں اللہ میں دنیا کی دار و گیر کو
کون تھا پھر جو بساتا کشور دیوانگی   میں اگر برپا نہ کرتا حناۂ زنجیر کو
منہ نہ موڑا تیغ سے جم جم اٹھائے زخم یار
آفریں ہے سوز صد رحمت ہر ....

سوز گردش سے خم گردوں کی مت دل تنگ ہو   جوں جوں آوے جوش توں توں بادۂ گلرنگ ہو
یاں تو گوشے سے نگہ کے دل ہوا جاتا ہے آب   بھر نظر دیکھے اسے جس کا کلیجا سنگ ہو
دل ہمارا ہو نہ دوراں سے مکدر کوئی طرح   یہ نہیں ممکن کہ اپنے آینہ پر زنگ ہو
کیا کروں دیکھی نہیں اے یار راہ کوے دوست
ورنہ پہنچوں میں اگر وہ لاکھ ہی فرسنگ ہو

---

[1] ع، مرگ   [2] ع، اس کے روبرو آ دیکھ سوز

[3] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

تری آنکھوں نے لوٹا کارواں کو
نہ چھوڑا زندہ[1] اک پیر و جواں کو
سنبھال اپنی زباں او بے ادب سوز
تو کیا بولا کہ کاٹوں اس زباں کو
کوئی محبوب کو دیتا ہے طعنے
کرے گو قتل وہ سارے جہاں کو
یہ[2] وہ ہیں اپنی کرنی پر گر آ دیں
اُلٹ ڈالیں زمین و آسماں کو
ذرا[3] خاموش ہو اے بلبل ہند
جلا دے گا وہ تیرے آشیاں کو
وہ تیرے زمزمے کیا ہو گئے آہ[4]
ہوا کیا اس ترے لطف بیاں کو
کوئی ایسی غزل پڑھ اب تو پیارے
رلا دے دیکھتا ہے کیا جہاں کو

چرا کر دل چلا اب تو کہاں کو
کھڑا رہ پھونکتا جا آشیاں کو
یہ تھو تھا جسم لے کر کیا کرے گا
جہاں جاتا ہے لیتا جا وہاں کو
گرا ہے تو پڑا رہنے دے مت چھیڑ
ارے کیوں بھیجتا ہے ناتواں کو
خدا کے واسطے ہٹ مت کیا کر
ستم پھلتا نہیں ہے نوجواں کو
ترے مژگان و ابرو ہیں کفایت
کرے[5] گا لے کے کیا تیر و کماں کو
اے میاں جانے والے میکدے کے
ذرا کہہ دیجیو پیر مغاں کو
کہ ساقی سوز کی کم ہو گئی کیف
پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو
کوئی[6] میری طرف سے آج جا کر
یہی کہہ دے مرے نازک میاں کو
خُدا[7] کے واسطے نیچی نگہ کر
کوئی دن اور جینے دے جہاں کو

---

[1] ع، سادہ [2] [3] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔ [4] ع، یار
[5] ع، اٹھاتا کیوں ہے اب [6] [7] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

سن لے پیک اجل جلدی سے آجا — مبادا ہو خبر اس نوجواں کو
[1]نہ مرنے دے گا آ میرا کہا مان — کہے گا چھوڑ جا اس ناتواں کو
[2]عزیزو سوزؔ کو دیکھو کہیں تو — گیا ہے چھوڑ اپنے خانماں کو
بوقت نزع بولا سوزؔ آخر[3] — سنا کر اپنے سب خرد و کلاں کو
سبھا کے صاحبو صاحب سلامت — چلے ہم سیدھے اب دارالاماں کو
یہ اپنا جھوپڑا رکھ او پڑوسن — نہ جاویں کیا کریں دیکھا جہاں کو
[4]ہمیشہ سوزؔ کے عیبوں کو گن کر — کرو گندی نہ تم اپنی زباں کو
نہ جانی تم نے قدر سوزؔ افسوس — بلے کیا قدر ہو نا قدرداں کو
ملے گا خاکسار ایسا نہ کوئی — اگر چھانو گے تم سارے جہاں کو
مجھے تو ننگ اپنے نام سے ہے — مرو تم شیخ جی نام و نشاں کو

بھلا یہ سوزؔ تو پر عیب ہے پر
تم اچھے ہو کسی کا عیب ڈھانکو

* * *

ستا مت اے نسیم صبح آکر بیقراروں کو — تیری بوے زلف یار ہوگی ہوشیاروں کو
جگر رکھتے ہیں ہم بھی سامنے ہو جائیں گے گاہے — لگاوے جا کے اے غماز تو خنجر گزاروں کو
نہ جا گلشن میں غل ہے تو خفا ہووے گا کہتا ہوں — کسی نے مصلحت گل کی سنا دی ہے ہزاروں کو
یہاں صید حرم گردن نکالے راہ تکتے ہیں — وہ تیر انداز کرتا ہے شکار اب شہسواروں کو
نکل جاتا ہے جن کا جان دم میں پھانس کے لگتے — وہ کیا دیکھیں گے خارستاں میں جا کر گلعذاروں کو
یہ ملک دل یونہی غارت ہوا ہے دل کے ہاتھوں سے — خبر لیتے نہیں گھر کی ہوا کیا تاجداروں کو

نہ چھیڑو سوزؔ کو یہ تمک نئی تم نے نکالی ہے
کوئی بھی دوکھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

---

[1] [2] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہیں
[3] 'ع'، رو کر
[4] یہ شعر 'م' میں نہیں ہے

مست تو پھرتا ہی راتوں کو کہیں بہتاں شہ ہو   اور تو تو جان لیکن سوز کا مہماں نہ ہو
میں ترے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے   ذبح بھی کرتا ہے پھر کہتا ہی ہاں قرباں نہ ہو
آپ دل لیتے ہو پھر کہتے ہو کوئی لے گیا   جان بوجھ ایسا بھی اے عیار تو ناداں نہ ہو
کوئی جھانکا تھا ابھی دیوار کے رخنے سے ہاں   دیکھیو تو میاں کہیں وہ ناصح شیطاں نہ ہو
جو تو چاہے میں بھی تیرے ساتھ سرگردان ہوں   یہ غلط سمجھا ہے اے گردوں تو سرگرداں نہ ہو
آئینہ ساں دل بنے تب اس میں دیکھے روئے یار
سوز منزل دور ہے آگے ہی سے حیراں نہ ہو

میں جانتا ہوں جان تمھاری پھند کو   زلفیں لپیٹو کھولو نہ اپنی کمند کو
بس ہاتھ اٹھا لے چھاتی سے او جان کے حریف   لگتی ہے ٹھیس آہ دل دردمند کو
لے آگ میں جلا نہ یہی چاہیے تو ہے   جلنے سے سربلندی ملی ہے سپند کو
ہے مو بمو خیال ترا میری جان میں   مت کر جدا تو میرے ہر اک بند بند کو
یہ سوز خاک ہو ترے کوچے میں ہے پڑا
گاہے کُدا نہ اس پہ تو اپنے سمند کو

سیم بر[۱] و ستم گر و ہوش ربا کہاں کے ہو   تنگ قبا و آفت و نغمہ سرا کہاں کے ہو
نور ہو یا تجلی ہو برق ہو یا شرارہ ہو   سر سے تو لے کے پانو تک جان جلا کہاں کے ہو
ذبح جو کرتے ہو کرو جان ہی لیتے ہو تو لو   پر یہ بتا دو میرے تئیں بہر خدا کہاں کے ہو
کون ہو کیا ہو سچ کہو حور ہو یا کہ ہو پری
سوز تمھارے عشق میں مر تو گیا کہاں کے ہو

---

[۱] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

چھڑا کر مجھ سے سارے خانماں کو   میاں دل لے چلا تو اب کہاں کو
بھلا[1] اتنی تو رخصت دے ہٹیلے   کہ رخصت کروں اپنے دوستاں کو
عزیزو خوش رہو اب تم کو سونپا   خداوند زمین و آسماں کو
خدا پھیرے گا تو تم سے ملیں گے   چلے ہیں اب تو سیدھے لامکاں کو
یہ کہہ دیجو اگر تم کو ملے سوز   کہ بابا صاف رکھیو آستاں کو
چلے ہیں ساتھ اب تو صبر و طاقت   لگا جنجال کیسا میری جاں کو
سدھارو بیوفاؤ کب رہو گے   کروں میں کیا فلانے[2] یہاں کو
میں صاحب دل نہ تھا تھا بندۂ دل
چلا جاؤں گا لے جا دے جہاں کو

آہ اس دل کو کیا ہوا یارو   کچھ کسی نے اسے کہا یارو
بولتا ہی نہیں ہے مجھ سے آج   وہی دل تم نے کچھ سنا یارو
جو مجھے اپنی جاں سمجھتا تھا   کیوں یہ ناآشنا ہوا یارو
چُپ لگی اس کو کیوں ہوا یہ کیا   کچھ تو اس کی کرو دوا یارو
میرے دل میری جان آنکھیں کھول   آنکھ بھی نہیں یہ کھولتا یارو
کچھ تو اس کا علاج بتلا دو   تم تو ششدر ہوئے بھلا یارو
سوز کو ڈھونڈھ لاؤ بس اُٹھو
مانو اتنا مرا کہا یارو

---

[1] م: بھلا اتنی تو فرصت دے زبردست   [2] ع: کیا جانے کہاں کو

دکھلا نہ غصے سے صنم اس روئے آتش ناک کو ہا ہا جلا مت دمبدم میرے دل صد چاک کو
حسن و جوانی و ادا حق نے عطا تجھ کو کیا ہاں شکر میں اس کے کبھی دل شاد کر غمناک کو
گر قتل کرنا ہے تجھے باہر نکل کوچے میں چل مت خون سے آلودہ کر اس آستان پاک کو
زلفوں کو ابرو سے جدا اپنے گلے سے رکھ لگا شمشیر بازی مت سکھا اس ہندوئے بیباک کو
ڈرتا ہوں میں اے سیم بر تجھ کو نہ لگ جاوے نظر چمکا نہ تو ہر بات پر اس ابروئے خمدار کو
لیتے نہیں مرزا منش جس چیز میں کچھ ہو خلش تو کیا کرے گا چھین کر میرے دل صد چاک کو
اب زہر کھاتے ہی بنے اس زندگی کے کیف سے
سو سوز نے رکھا ہے اپنے لیے تریاک کو (کذا)

میری طرف سے جا کہو اس دلبر خودکام کو جیتا تو رکھتا ہے بھلا کیوں سوز سے بدنام کو
کس کے بدن میں ہے لہو دھڑکوں ہی میں جاتا ہے جی یا رب[1] کبھی سیراب کر اس تیغ خوں آشام کو
اے آہ بس مت غل مچا اے نالہ مت فریاد کر زلفوں میں دل جو جا پھنسا سمجھا ہے کچھ انجام کو
شیخ و مشائخ سے کہو کچھ لوٹنا ہے لوٹ لیں دیتا ہوں اب تو آگ میں بازار ننگ و نام کو
اے سوز ابھی تو مت اٹھا اس آتش ہجراں سے دل
ناداں کوئی کیا لے وے گا ایسے کباب خام کو

جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں جس تس سے یاری کو
محبت اڑ گئی یا رب ہوا کیا دوستداری کو
دل مجروح جاں کندن کو اب سونپا ہے تجھے میں نے
کہ کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں اس زخم کاری کو

---

[1] م، یا رب کبھی تسکین ہو اس شوخ خوں آشام کو۔

ذرا تو ہونٹ پر تو ہونٹ رکھ دے پھر اٹھا لینا
یہ یاقوتی کرے ہشیار شاید اس خماری کو
کہیں گالی کہیں گھونسا کہیں دھپا کہیں جمدھر
نہ کیجو بند تو زنہار ایسی خیر جاری کو
دہل کر سوزؔ مر جاوے گا ہا ہا کام آوے گا
تری صدقے گیا یوں کھینچ مت ہر دم کٹاری کو

تو اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بدخو   کہ جا جا بیٹھتا ہے ہر گھڑی اس شوخ کے پہلو
چھپا کونے میں بیٹھا تھا جھجک کر کون ہے بولا   کہا میں نے کہ میں ہوں تو کہا اُس وقت میں! دور تو
بلا دربان کو بولا ابے سنیو تو اندھا تھا   کھلایا ہے تجھے کیا تیری جورو نے مگر الو
تو اپنے باپ کو کیوں آنے دیتا ہے یہاں اس دم   بچا میں ناک کاٹوں گا جو چھوٹے گا اے اب تو
نہیں تو جانتا یہ سوزؔ ہے آتش کا پرکالہ
وہ آتا ہے اسی خاطر کہ لگ جاوے کہیں قابو

ہاتھ میں لے رہا تو ہے ناوک سینہ دوز کو   دیکھ کماں کی چاشنی پہلے لگا نہ سوزؔ کو
شمع کی[1] طرز رات دن دل کو لگی ہے تیری لو   لیتے ہو ایک بوسے پر گوہر شب فروز کو
ایک تو پیالہ اور پی مکھڑے کو آفتاب کر   اور بھی آنچ چاہیے اس دل خام سوز کو
ایک پلک جھپکنے میں لاکھ اشارے کر گیا
بوجھے نہ بوجھے سوزؔ ہی اسکے چھپے رموز کو

---

[1] ع، کے رنگ

واللہ اب جو دل میں کچھ اور آرزو ہو   میری یہی دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو
اے دیدہ کوہ و صحرا تم نے ڈبائے لیکن   اس کی گلی میں آؤ اب تم کو آبرو ہو
یہ چاک جیب ہے کیا جو اس کو تو سیے گا   ناصح جگر پھٹا ہے چل بھاگ بے رفو ہو
دو چار پیالیوں میں ہوتا نہیں نشا کچھ   ہاں منہ تو جب جھٹالیں جب مے سبو سبو ہو
شہرت سے دل میں چیکر جھنجھلا کے مجھ سے بولا   کیا غل مچا رکھا ہے اور مجھ سے دو بدو ہو
بس مت جلا مجھے سوز اللہ کرے تو مر جائے
قصہ ہی برطرف ہو جھگڑا ہی ایک سو ہو

گر[1] چمن میں ہے تجھے مقدور ——   ایک دم کے واسطے اے راہرو گلچیں نہ ہو
بال و پر ہیں آشیاں گر لامکاں سے بھی پرے   اے ہما آرام کی خاطر پر بالیں نہ ہو
اب ہزاروں ——   اپنے داموں کے لیے اے باغباں ——
ایسی گزری اگر جلدی ملی تو ——   مان لے جان اب خدا کے واسطے ——

ہمیں[2] کہتے کیوں جان بجو رجبا لو   جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھنا لو
بھلا کون لچا ہے انصاف کیجے   بھلے آدمی ہو زباں ٹک سمھالو
مجھے کیا زباں تیری بگڑے گی واللہ   ادھر دیکھو میاں بات کو تو نہ ٹالو
عدالت کا دن کل ہی معلوم ہوگا
تم آج ان غریبوں کو اچھا ستالو

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو   راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو
سرِ حق دلق میں ہے ان کی ولے آنکھ کہاں   کوئی کیا جانے فقیروں کے ان اسراروں کو
بال باندھے جنھیں کہتے ہیں سو وہ عاشق ہیں   کیا چھڑا دے کوئی زلفوں کے گرفتاروں کو
اب تو غم آکے مجھے پیار لگا ہے کرنے   اے خدا کوئی خبر کر دے مرے پیاروں کو
جس[1] طرح پایا اسی طرح لیا دل کو چھین   یہ طرح کس نے سکھائی ہے طرح داروں کو
بالیں[2] سے پھنسنے زلف کے بالوں میں ہوں (کذا)   شانہ چھڑوائے گا کیا ایسے گرفتاروں کو
سوز[3] کا کوئی عمل عفو کے قابل تو نہیں   شاہ بخشا دیں مگر ایسے گنہ گاروں کو

سوز[4] کی جتنی سفارش کی نہ مانا اس نے
چھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہ گاروں کو

* * *

سینہ پہ جس کے عشق سے خوباں کے داغ ہو   وہ داغ اس کی گور کا روشن چراغ ہو
اے عندلیب کب تری فریاد وہ سنے   ہستی سے گل کی باغ میں جو بے دماغ ہو
کنج قفس میں فکر چمن ہے خیال خام   بلبل تو دل ہی دل میں پڑی بے دماغ ہو
لیجو خبر مرے دل گم گشتہ کی کہیں   قاصد نظر میں تیری گر اس کا سراغ ہو

لاکھوں ہی غنچے کھلتے ہیں یارب ہر ایک صبح
اس سوز کے بھی دل کو الٰہی فراغ ہو

* * *

قسم کھاتا ہوں ہردم[5] جو کروں ہرگز نہ یاری کو
ولے[6] رہتا نہیں دل کیا کروں بے اختیاری کو

---

[1]، [2]، [3] یہ شعر ع، ب میں نہیں ہیں   [4] یہ شعر م میں نہیں ہے۔
[5] ع، قسم کھاتا ہوں میں پھر جو کروں دور اس کی یاری کو   [6] م، نہیں رہتا ہوں لیکن کیا کروں

بتوں کی اس میں کیا[1] تقصیر ہے وہ کس سے ملتے ہیں
کسی کو دوست کیا دوں روؤں اپنی خامکاری کو
اجل تو جان لیتی ہے ولے ترسا کے بندے کا
وہ لگ سکتی نہیں اس کی چھری کی آبداری کو
سمجھتا ہوں میں اے ناصح جو فرماتے ہو تم مجھ سے
سدھارو اپنے گھر کیجیے[2] اس دوستداری کو
صنم آتا ہے تو زاب پاؤں اس کے تر نہ ہو جاویں
ذرا تو بند کر بہر خدا اس چشم جاری کو

بس منہ کو مت کھلاؤ میاں درگزر کرو
میں جانتا ہوں تم کو نہ آنکھوں میں گھر کرو
چاہو جو وصل دوست تو اور اک علاج ہے
زور شب فراق کو یارو سحر کرو

کون[3] ایسا ہے مجھ بن جو قفس میں شاد ہو
کون سا[4] وہ دل ہے جس کو خواہش بیداد ہو
کون[5] ہے ایسا جو تیرے جور کو سمجھے ہے لطف
کون ہے وہ یار جس کا نو ستم ایجاد ہو
کون[6] ہے ایسا کہ دے بوسہ تو جس کو دمبدم
کون ہے جس پر کہ تیری اس قدر امداد ہو
کون[7] ہے جو ہوئے تجھ نا آشنا سے آشنا
کون ایسا شخص جس کو یہ سلیقہ یاد ہو
کون[8] ہے اب مہرباں سا رند ہو جس کا خطاب
کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

---

[1] ع، کچھ تقصیر نہیں [2] ع، نہ کیجو ایسی دوستداری کو [3] ع، کون ایسا ہے جہاں میں [4] کون ایسا ہے کہ [5] کون ایسا ہے کہ تیرے جور کو سمجھے نہ لطف - کون ہے جس پر تمھارا اس قدر امداد ہو [6] [7] [8] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

کون[1] ایسا سوختہ ہے جس کو کہیے میر سوز
کون ایسا ہو کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

گلچیں خدا کرے کہ تو اب خوار و خستہ ہو   جاتے ہیں تیرے ہاتھ سے گل دستہ دستہ ہو
کیوں کر نہ جائیں در سے ترے بھر کے آہ ہم   جب رشتۂ امید ہی اپنا[2] گسستہ ہو
وہ کیوں[3] نہ پاوے دہر میں میری طرح شکست   جس کی کہ سرنوشت بہ خط شکستہ ہو
کٹ پس کے پائے یار سے کیا جا لگی حنا   صد آفریں ہے کام جو یوں دست بستہ ہو
سر مارتے پھریں تو نہ ہو ہم سے ایک بیت
سو شعر سوز تجھ سے تو یک جا نشستہ ہو

گر رکھا تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو   تیر مژگاں نے کیا غربال چار آئینہ کو
تیرے مشتاقوں کی حیرانی میں ہے ہم چشم یہ   بس کہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو
مان اے مشاطہ وہ مغرور ہووے گا دوچند   وقت آرائش نہ کر اس سے دوچار آئینہ کو
گرد خط سے یار کے چہرے پہ جمنے دو جلا   صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو
یار کے جب منہ کو وہ تکتا ہے سوز اس رشک سے
جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینہ کو

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[2] م، ہمارا

[3] م، وہ بھی نہ پائے دہر سے میری طرح شکست

دلا جوش اس قدر مار اپنے سینہ میں کہ صہبا ہو
نہ ہو ممنون ساغر کا نہ مست دار مینا ہو
فنا کر آپ کو تو جزو سے اے دل تو کل ہووے
گنوائے[1] جب حباب اپنے تئیں تب عین دریا ہو
ہمارا باغباں نے جرم نظارہ پہ جی مارا
جنھوں نے گل کو توڑا یا رب ان پر دیکھیے کیا ہو
دل و دیں لے کے پھر آیا ہے وہ غارت گر[2] ایماں
سوا جی دینے کے مجھ سے میسر اور اب کیا ہو
فقط منظور تیرا دیکھنا ہے سوز کو پیارے
ترے[3] سر کی قسم گر اور کچھ دل میں تمنا ہو

عاشق[4] صادق جو اک دم ——
بے تکلف مالک دل کا ——
جان تو لے گا ابھی تو لے دے حسرت ہے یار
وقت مرنے کے صنم کے ہاتھ میں پیمانہ ہو
—— خرد تجھ میں نہ ہوتی تو نہ ہو اور رقیب
ناصحا ہم سے ملا چاہے تو جا دیوانہ ہو
شیخ کے گر گھر کو جاوے کس کے ....
دل وہاں کھلتا ہے جس جا مجلس رندانہ ہو
قتل پہ عاشق کے تم ——
سوز کو کیوں بے طرح گھورو ہو ——

آیا[5] ہے سوز پاس ترے دست بستہ ہو
اب رحم ہی کرو کہ نہ خاطر شکستہ ہو
آخر گیا نہ کوسے ترے آہ مار کر
کیوں کر کوئی رہے جو تمنا گسستہ ہو
احوال دل کا مجھ سے عبث پوچھتے ہو تم
کس دل سے یاد آوے جو خاطر سے خستہ ہو
نرگس کو .... نظارہ کی تمام
وہ آنکھ اٹھا نہ دیکھے اگر دستہ دستہ ہو
دیکھا تھا کل کے روز ——

---

[1] ع، ڈبائے [2] م، ظالم [3] م، خدا کیسوں

[4] [5] یہ غزلیں ورق ۷۶ الف اور ۷۶ ب کے حاشیے پر درج ہیں۔ لیکن م میں نہیں ہیں۔

مت نام وفا کا لے تو اور وفا دور ہو
اُٹھ اُٹھ مرے پہلو سے کافر ہو جا دور ہو
جانا کہ ترے عاشق گل کھا کے دکھاتے ہیں
اس نام مقدس کو مت داغ لگا دور ہو
سنتا ہے بجا اب تو کہتا ہوں تجھے ہنس کر
پھر سامنے مت آنا دم داب کے جا دور ہو
ہلدی[۱] تو ذرا لے کر مکھڑے کو رنگو جھوندر
گالوں کی تو سرخی کو ٹک اپنی مٹا دور ہو
رونا[۲] جو نہیں آتا تو تیل لگا کڑوا
آنسو تو نہیں بہتے تسوے تو بہا دور ہو

نہ بت خانے کو اے یار نہ بیت اللہ کو پوجو
ہوا چاہو[۳] اگر کچھ تو دل آگاہ کو پوجو
بتان سنگدل ہوتے ہیں جب سے رام اے یارو
محبت کو سدا مانو دلوں کی چاہ کو پوجو
پرستش کے وہ لائق ہے جو مجھ جیسے کا دشمن[۴] ہو
قسم ہے دوستو تم کو مرے بدخواہ کو پوجو
پرستش کرکے تم خورشید کی ہوتے ہو کیوں کافر
ہنودوں[۵] سے کہے کوئی کہ میرے ماہ کو پوجو
خلافت[۶] آن کر اے سوز بولی یہ تجھے درجے میں
جو چاہو آخرت[۷] اپنی تو حضرت شاہ کو پوجو

کچھ[۸] اپنا حال تو لکھتا نہیں او دل کہاں ہے تو
شتابی مجھ سے آمل یا مجھے لے جا جہاں ہے تو
تجھے میں نے کبھی غصہ کیا یا کچھ دیا طعنہ
بھلا مجھ سے تو کہہ کس واسطے نامہرباں ہے تو
وہی میں بندہ مخلص ہوں تیرا او روٹھ مت پیارے
و لیکن کیا کہوں ہے ہے بڑا ہی بدگماں ہے تو
ادھر آ بھی نہیں پھرتا ہے کس نیں تجھکو بہکایا
یہ کس نے تجھکو سکھلایا ہے کس کا میہماں ہے تو
ابھی تو نوجواں ہے تجھکو طاقت عرش تک کی ہے
نہیں کیا سوز سا جانی ضعیف و ناتواں ہے تو

[۱، ۲] یہ شعر ع میں نہیں ہیں
[۳] ع، جو صاحبدل ہوا چاہو
[۴] م، عاشق
[۵] ع، کوئی سب سے یہی کہہ دے
[۶] ع، خلافت سچی آکر
[۷] ع، تم بنو صدیق
[۸] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

بھلا[1] دل تو لیا دل کی جگہ پہلو میں آ بیٹھو
یہاں کوئی نہیں ہے غیر کیوں ہو کر جدا بیٹھو
نہیں یہ وقت جانے کا کوئی دم کا ہوں میں مہماں
چلے تو جاؤ گے پر ایک ساعت جی لگا بیٹھو
ترا ارمان اپنے دل میں لے جاوے گا تا محشر
مرے بانکے مرے مرزا ترے صدقے کیا بیٹھو
چھری دیتے ہیں جلدی جانور کو جان کندن میں
ارے میں مفت مرتا ہوں اٹھو کاٹو گلا بیٹھو
جو تم دامن کے بھرنے سے کرو ہو موج توسن لو
چلاؤ دور سے برچھی نہیں تیغا لگا بیٹھو
چھری دیتے ہو عالم کے گلے پر روز و شب پیارے
یہ لگتے ہاتھ کر دو سوز کی گردن جدا بیٹھو

کیا[2] ہے صرف تعب اپنی نوجوانی کو
ملائی خاک میں غفلت سے زندگانی کو
گلے لگا ذرا پھسلا کے دل کو چھین لیا
عزیزو دیکھنا اس تازہ مہربانی کو
دلا نہ جائیو الفت نہیں عداوت ہے
کوئی بچا نہیں یہ کھا کے میہمانی کو
یہ ٹھگ نو دام محبت بچھا کے بیٹھے ہیں
حلال کرتے ہیں یہ دوستان جانی کو
چلا ہوں لخت جگر چھوڑ لو لو اسا دل (کذا)
برائے صبر تو رکھیو مری نشانی کو
مبادا چوٹ کرے چشم بد سے ڈرتے ہیں
بندھے ہی رکھتے ہیں آہوئے آستانی کو

حضرت[3] عشق بس نہ جی کھاؤ
خیر صلا ہے اپنے گھر جاؤ
دین و ایماں تو لے چکے بس خیر
کچھ تمھارا کیا ہے فرماؤ
ایک باری کہا سدھارو بس
کیا لگی آ بیٹھو ادھر جاؤ
یہی نہ غم سے مار ڈالوگے
کچھ کرامات اور دکھلاؤ

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

کہیں سونے دو مجکو نیند آئی
سوز آتا ہے اب سرک جاؤ

زباں[1] بند کر سوز کیا بک رہا ہے   یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

آگیا[2] میں جہاں تہاں دل کو   نہ لگا لے گیا جہاں دل کو
دوستو تم اسے کہیں لے جاؤ   بیچ لاؤ تم اس میاں دل کو
پھر یہیں سے پکارتے جاؤ   بیچتے ہیں یہ نیم جاں دل کو
گر کوئی آکرے خریداری   کہیو لایا ہوں ارمغاں دل کو
نام اس کا ہے سوز غم اندوز   کہتے ہیں آتشیں زباں دل کو

نہیں[3] ہوتا ہے اب تو آہ کا ہی کچھ اثر دل کو
بھلا کیوں کر جگا دے کوئی ایسے بے خبر دل کو
نظر بھر کر کبھی میری طرف دیکھا نہ حیرت ہے
مگر لے جاؤں اپنے ہاتھ پر رکھ کر نذر دل کو
بڑی مشکل ہے جس میں کچھ ادا دیکھی وہیں ٹھہری
جو باہر جاؤں تو اب چھوڑ جاؤں اپنے گھر دل کو
نہیں ہے سوز کا دل بھر بھرا جو جلد للچاوے
مگر لے جاؤ کاکل سے تم اپنے باندھ کر دل کو

---

[1] [2] [3] یہ شعر اور غزلیں م میں نہیں ہیں۔

لگا تو جس طرح دل چاہے تیغا ہاتھ میں تو ہے
کیا ہے میں نے جاں بازی سے اب سینہ سپر دل کو
خدا جانے بنے کیا جاے پر ہت چھٹ ہو وہ بانکا
چلا ہوں اب تو اس کے سامنے میں تھام کر دل کو

دلا[1] اہل دنیا سے مت آشنا ہو   یہ فانی ہے سب کچھ جو ان میں وفا ہو
بھلا فائدہ ایسی الفت کیے سے   الٰہی یہ اڑ جائے اس کا برا ہو
ستاتی ہے لمحہ بہ لمحہ یہ دل کو   جو موذی ہو اب ان میں پھر کیا مزا ہو
مرے آصف الدولہ اور ایک سے بھی   کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو
دیا اشک خونی سے روتا ہو کوئی   پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدا ہو
نہ بھائی برے لوگ ہیں ان سے ڈریے   وہ ملتا ہو ان سے جو خود بے وفا ہو
کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر   کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو
مگر ایک آقا محمد کہ جس نے   کہ اخوت کا دنیا میں صیغہ پڑھا ہو
سوا اس کو ہے غم وہ جسے کہیے غم ہے   کہ دق اس کی صورت نہ یوں بر ملا ہو
نہیں سوز دل سے کوئی بھی نہ رویا
پھر ان سے امید وفا کیا عجب ہو

اگر چاہو کہ اس ظالم کی کچھ بیداد سے پوچھو   مرا افسانہ مجنوں سے سنو فرہاد سے پوچھو
کتابوں میں نہ دیکھو قیس اور فرہاد کا قصہ   انھوں کا حال تم میرے دل ناشاد سے پوچھو
تعلق کس کو ہے ہر بات کیوں پوچھو ہو تم یارو   یہ بستر کا بکھیڑا جا کسی آزاد سے پوچھو

---

[1] یہ غزل م' میں نہیں ہے ۔

اگر میں[1] نے لوٹا تو کس کو اعتبار آیا (کذا)   مرے دل کی حقیقت خانماں برباد سے پوچھو
جلانا دل کا کیا آسان ہے جو مفت آوے گا
جلا چاہو تو جا کر سوز سے اُستاد سے پوچھو

بہت کچھ ان دنوں مغموم ہو غمخوار کس کے ہو   کسے اب گھورتے ہو دیدۂ خوں بار کس کے ہو
کسے تم پوچھتے ہو کون سا بُت تم سے بہتر ہے   بھلے ہو کس کے کافر در گلو زنار کس کے ہو
وہ شوخی وہ شرارت وہ ہر اک کا منہ چڑھا لینا   کدھر جاتا رہا اب سچ کہو بیمار کس کے ہو
نہ وہ جامہ کی ٹھیک ہے گی نہ وہ دستار کی بندش   نہ وہ اٹھکھیل کا چلنا یہ اتنے خوار کس کے ہو
جو تم ٹک سانس بھرتے تو کلیجے پر دھموکے تھے   تم اب سر پیٹتے ہو آہ ماتمدار کس کے ہو
یہ ٹھنڈی سانس ہر دم کس سے سیکھی کیا ہوا تم کو   بھلا ہم سے تو بولو تم طالب دیدار کس کے ہو
خدا کو مان پیارے آ کسی کا آشنا مت ہو   نہ ہوگا وہ تمھارا جس طرح تم یار کس کے ہو
ہمارا حال سنتے نیند آتی ہے تمھیں کیوں جی   یہ راتوں کا تڑپنا طالع بیدار کس کے ہو
نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم تھا
یہ مثل سوز اپنی جان سے بیزار کس کے ہو

خدا کے واسطے پہچان جانی دوست دشمن کو
چراغ کارواں مت کر تصور چشم رہزن کو
تماشا روشنی کا دیکھ آ کر او تماشائی
لگا دی اب تو میں نے آگ اپنے کلبۂ تن کو

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

تصور[١] میں اگر تصویر کھینچی تیرے وحشی کی
تو جھنجھلا کر چھڑاتے خواب میں ہو اپنے دامن کو
اگر زہرہ مرے اس طالع مجذوؤں[٢] میں آبیٹھے
بجائے دف زدن وہ سیکھ جاوے وضع شیون کو
غلط فہمی سے تیری سوز کا بھی ناک میں دم ہے
صنم تو سادگی سے جانتا ہے دوست دشمن کو

* * *

ہے عشق بلا کا تیر دیکھو
سنتے ہو جوان و پیر دیکھو
تنہا مجھے چھوڑ کر قفس میں
جاتے رہے ہم صفیر دیکھو
دی دل کو شکست فوج خط نے
لٹتی ہے پڑی بہیر دیکھو
اشکوں[٣] پہ ہماری چشم کے اب
مژگاں کی یہ دار و گیر دیکھو
حراف کہے تھا آپ کو سوز
زلفوں کا ہوا اسیر دیکھو

* * *

کوئی[٤] یہ جا کے اب کہے میرے حبیب کو
تو کیوں عبث ستاوے ہے مجھ سے غریب کو
عاشق[٥] نہیں کہ جس پہ نہ معشوق کی ہو چاہ
کیا شکوہ تم سے رویئے اپنے نصیب کو
کیا[٦] چہچہوں کو یاد نے تیری بھلا دیا
گر بال میں غلیلہ لگا عندلیب کو
یارو[٧] مریض عشق ترا اس سے کب بچے
بدنام لا کے مت کرو مجھ تک طبیب کو

---

[١] یہ شعر ع، میں نہیں ہے
[٢] ع، واڑدوں
[٣] یہ شعر ع میں نہیں ہے
[٤،٥] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں
[٦] ع، آزردہ کیوں کیا دل حسرت نصیب کو
[٧] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[1] اے شیخ سوز کی تو نصیحت سے باز آ   بے طرح ٹھونکتا ہے (وہ) اپنے ادیب کو
منبر پہ کیسے شور سے واعظ کہے ہے سچ   دیکھیں گے اب ملے ہے گا خانہ خطیب کو
اے سوز تیری باتوں پہ ہنستا ہے سب جہاں
ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

معشوق ہو اور باوفا ہو   حدری ہوں اور بڑا مزا ہو (کذا)
کیوں مشفق مہرباں کسی کے   ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو
مانو گے نہیں غرض یہ باتیں   تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو
اے مار سیاہ زلف سچ کہہ   بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
دیکھوں کنڈلی تلے نہ ہووے   کاٹا ہے اف ترا برا ہو
[2] کیا جرم کیا ہے کچھ بتاؤ   روٹھو جو میں نے کچھ کہا ہو
[3] دل تھا سو سوز سے لیا چھین
لو جان جو اس میں کچھ رہا ہو

وعدہ کیا جلد بھول جاتے ہو   جھوٹ ہی روز مسکراتے ہو
ہاتھ سینے سے بس اٹھا لیجے   دردمندوں کو کیوں دکھاتے ہو

کیا خفا کر دیا جوانی کو   کوسوں کس[4] منہ سے زندگانی کو
کیوں جی ہم بد نظر بھلا صاحب   آفریں تیری بدگمانی کو
بس میاں غم سدھارو اپنے گھر   مت کرو تنگ زندگانی کو

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے
[2] [3] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔
[4] ع: کوسوں کیا آہ ناتوانی کو

دیکھو نہ روز آکے دق کرنا   نہ کرو ایسی مہربانی کو
کوئی سنتا نہیں کہوں کس سے   اپنے دل کے غم نہانی کو
مجھ کو[1] تو نیند آئی جاتی ہی   کس کے آگے کہوں کہانی کو
سوز اب بھی رہا ہی کچھ باقی
چھوڑ دے بس سرائے فانی کو

رم[2] چلا ہے مجھ سے آہو دوڑ تو   دل چلا جاتا ہے آ تو دوڑ تو
ناوک چشم خدنگ انداز آہ   ہو گیا دل میں ترازو دوڑ تو

مردم آزاری نہ سکھلا نرگس خونخوار کو   کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو
ہر گھڑی تلوار دکھلا کر ڈراتا ہی مجھے   کیا کروں تیرے تئیں کھاؤں تری تلوار کو

سنو اے طالبو محبوب کے میرے کنے آؤ   مرا احوال آ کر دیکھ لو پھر دل کو سمجھاؤ
یہ حضرت عشق ہیں[3] اس نے کروڑوں پیش مارے ہیں   انھوں[4] کی داد نے فریاد تم اس راہ مت جاؤ
یہ ایسی راہ ہے جو سورما نامرد ہوتے ہیں   تم ایسے کون سے ساونت ہو بس گھر کو پھر جاؤ
ارے میاں مخلص[5] جانی ترا اس حال کو پہنچا   ابھی تو تم نئے عاشق ہو اپنا حال فرماؤ
تمہیں باور نہیں تو سوز کے احوال کو دیکھو
میں جی بازی لگاتا ہوں جو چلتے واں سے پھر آؤ

---

[1] ع، اس کو

[2] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[3] م، ہے

[4] م، نہ اس کی داد

[5] ع، مجھ سا مخلص جاں فدا

بہت[1] چاہا کہ پلکوں سے چھپاؤں اشک کو اپنے
خس و خاشاک سے روکے کوئی کس طرح طوفاں کو
گریباں چاک کرنے دے ذرا انصاف کر ظالم
کوئی کیونکر چھپاوے دل میں اس زخم نمایاں کو
خیال آتا ہے دلبر کا ذرا غم دل سے باہر ہو
ـگھر کی صاحب کے ہی دیوے آپ مہماں کو
شب ہجراں ہی لے باد صبا پہنچا شتابی سے
ہماری آہ کے مکتوب اس زلف پریشاں کو
بہت اپنا سا سر ٹپکا نہ مانا قول ناصح کا
بغیر از بت کیے کیا آرام آوے کافرستاں کو
تری دیوانگی کا سوز جب سے شور ہے دل میں
چمن میں ہنستے گل کرتا ہے چاک اپنے گریباں کو

مجھ سے ملے اگر صنم چشم بچشم رو بہ رو
حال کہوں میں دل کا آج نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
تیرے فراق میں صنم مثل صبا پڑا پھرا
خانہ بہ خانہ در بہ در کوچہ بہ کوچہ کو بہ کو
کس کو پھرے ہے ڈھونڈتا دشت بدشت میں کہوں
دیکھ تو لے کے آئینہ اپنے تئیں تو ہو بہ ہو
قطرہ ہے تو اسی کا ہے رشحہ ہے تو اسی کا ہے
اس ہی محیط کا یہ سب آب پھرے ہے جو بہ جو
ایک ہی ایک ہے بے خبر دیکھ تو ایک ایک کو
میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو
سوز تجھی میں ہے صنم یار نہ کھا تو اتنا غم
دیکھ[2] نہ خود کو ایک دم کیوں تو پھرے ہے کو بہ کو

لباس دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانے کو
ارے چل بھاگ سمجھا ہوں تری باتیں بنانے کو
گذر ناگاہ میرا ہو گیا مقتل طرف یاراں ق
کہوں کیا تم سے ہر آگ لگ جاوے زمانے کو
سسکتا تھا اکیلا کوئے قاتل میں دل بسمل
نہ تھا جز دیدۂ گریاں کوئی پانی چوانے کو

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[2] م، میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بدو

ہوئی ہے بلبل اپنے چہچہے سے آپ شرمندہ
ہوئے گل غنچہ چپ کر دیکھ تیرے مسکرانے کو
کہا جو سوز نے ٹک زلف کو تو کھول دے بولا
میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہے مار کھانے کو

اے[۱] قیامت نگہو پھر نہ جلاؤ مجھ کو
میں ترستا ہی موا آ کے اٹھاؤ مجھ کو
ہم نشینوں حق صحبت کا ادا واجب ہے
بہ خدا اب سے حالت جو دکھاؤ مجھ کو(؟)
اپنے اس کنج قفس ہی میں ہے مجھ کو آرام
نام گلزار کا گاہے نہ سناؤ مجھ کو
ساقیا نشہ وہی جس میں نہ ہو ہوش حیات
ایک ساغر تو بھلا اور پلاؤ مجھ کو
سوز میں اپنے شب روز جلوں ہوں جوں شمع
اے بتو رحم کرو تم نہ جلاؤ مجھ کو

مجھ کو نہ[۲] گل، نہ سیر گلستاں ہے آرزو
مانند گل کے چاک گریباں ہے آرزو
مر جاؤں بس تو گور غریباں ہے آرزو
اس غم سے مجھ کو دیدۂ گریاں ہے آرزو
یہ ہے طلب فنا کدۂ دہر سے مجھے
کر خاک پا تو گوشۂ داماں ہے آرزو
مطلب نہیں ہے حور و قصور بہشت سے
جیتا رہوں تو کلبہ احزاں ہے آرزو
پاؤں پہ سر کے بال ہوں اور خار پا بسر
طالع سے اپنے بے سر و ساماں ہے آرزو
نامہ سیاہ مجھ سا نہ آوے گا روز حشر
اس غم سے مجھ کو دیدۂ گریاں ہے آرزو
اے سوز زندگی کی نہیں اب مجھے ہوس
مر جاؤں بس تو گور غریباں ہے آرزو

[۱-۲] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

تاکہ[1] کوئی تو دلآرام مجھے پہنچا دو (؟)   یا مرے دل کو ابھی پاس سے اس کے لادو

نہیں[2] رہنے کا میرے پاس لے جا دلربا دل کو   میں دکھ کر کیا کروں سینے میں اس ناآشنا دل کو
ولیکن پاس داری کیجیو وحشی بڑا ہے یہ   نہ ٹھہرے گا یہ تیرے پاس بھی یاں چھوڑ جا دل کو
مجھے ڈر ہے مبادا دشمنی سے دو بدو ہووے   نظر ... تم عیار مجھ دو کے سکھا دل کو
ازل سے میری چھاتی پر ....   بھلا کے کر کرے گا کیا تو ایسے بیوفا دل کو
یہ سب محبوب بیٹھے ہیں گے ان میں کون لیسا ہے   خدا کے واسطے بتلاؤ کس نے لے لیا دل کو
ہوا ہے سوز جب سے نام میرا تب سے جلتا ہوں
پڑا دکھوں ہوں اپنی آگ میں تو مت جلا دل کو

کہاں[3] دل قطرۂ خوں ہے نہ چھیڑو ہر گھڑی دل کو
ستاتا ہے کوئی بھی دمبدم نخچیر بسمل کو
محیط عشق کا کس نے کنارہ آج تک پایا
غریقو موند لو آنکھیں نہیں پانے کے ساحل کو
جرس بھی آ کے منزل پر ...... کرتا ہے
یہ دل میرا وہیں نالاں ہے گو پہنچا ہے منزل کو
خدا کے واسطے جا کر کہو اس بیمروت سے
کہ مت کر قید تو زلفوں میں میرے لاڈلے دل کو
دلا حیراں نہ ہو میاں کون سی مشکل رہی مشکل
تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

عجب تم شیخ جی بحثو ہو لا لا کر کتاب اپنی
وہ کہہ بیٹھے گا کچھ منہ سے نہ چھیڑو سوز جاہل کو

چٹکیاں[۱ھ] لے لے کر ستاتے ہو   اپنی باری کو بھاگ جاتے ہو
دمبدم منہ چڑاتے ہو اچھا   واہ کیا خوب منہ بناتے ہو
ہے بغل میں تمھاری میرا دل   ہاتھ کیا خالی اب دکھاتے ہو
دل میں آوے سو منہ پہ کہہ دیجے   کیا غلاموں سے بربراتے ہو
تھوڑے شہدے مرے ہیں دنیا میں   کیوں غریبوں کی جان کھاتے ہو
رات کی باتیں ہم کو ہیں معلوم   تم یہ باتیں عبث بناتے ہو
مقبروں سے تمھیں بھلا کیا کام   سوتے مردوں کو کیوں جگاتے ہو
آپ جلتا ہے آتشِ غم سے
سوز کی جان کیوں جلاتے ہو

غم نہیں[۲ھ] دنیا کا مر کر صاحبِ تسلیم کو   آتش نمرود تھی گلزار ابراہیم کو
آہ ان اندھوں کے ہاتھوں کس کنے سر پیٹیے   جانتے ہیں قول حق پہ باطل تنجیم کو
اب تلک واقف نہیں اسرار سے اس عشق کے   عاشقو لے جاؤ دل کو عشق کی تعلیم کو
میں تو کہتا ہوں کہ عشق اچھا یہ کہتے ہیں نہیں   فہم سے کس کے ملاؤں اپنی اس تفہیم کو
وہ جو قسمت میں ہے تیری سوز سو ملتا ہے روز
کون کہہ سکتا ہے سوز اس قاسم تقسیم کو

[۱،۲ھ] یہ غزلیں م، ب میں نہیں ہیں۔

[۱ھ] خاک ہونا ہی تو خاک کوچۂ دلدار ہو   ہو فنا پیش از فنا لیکن فنائے یار ہو
دین و ایماں تو لیا کچھ اور اگر منظور ہے   جان بھی حاضر ہے تو صاحب اگر درکار ہو
دیکھو آتا ہے تمھارے پاس باندھے اپنے ہاتھ   قتل گر منظور ہے تو دیر کیا تیار ہو
یا الٰہی سایۂ فردوس دے طالب کو تو   پر مرے سر کو مبارک سایۂ دیوار ہو
صاحبی کرتے ہو تم کیوں سوز اب آتا نہیں
کیا کرے وہ آن کر جو آپ ہی بیمار ہو

[۲ھ] ــــ وہ خدا کرے کہ ــــ   میں ہوں صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو
آنکھیں بھی یہ نہ ہوویں کہ مردم کا نام ہے   دل بھی نہ ہووے بلکہ یہ ابتر زباں نہ ہو
گلشن ہو اور یار گل اندام اور میں   باد صبا بھی ہووے وے باغباں نہ ہو
گل ہو شگفتہ خاطر و گلزار خندہ رو   ..... ہووے اور کسی کی وہاں داستاں نہ ہو
یاد اس کی مجکو بس ہے انیس و رفیق سوز
وہ خواہ مہرباں ہو یا مہرباں نہ ہو

[۳ھ] یا سر کوئے دلارام مجھے پہنچا دو   یا مرے دل کو ابھی پاس سے اس کے لا دو
رسم و آئین اسیری کے ہمیں یاد نہیں   نو گرفتار ہوں اے قفسو بتلا دو
سانس لینے دو چھری نیچے شتابی کیا ہے   ذبح تو کرتے ہو ٹک صبر کرو جلادو
منع بیجا اور توقع تو نہیں کچھ تم سے   آتش عشق تو دامن سے ذرا بھڑکا دو
درد ہے سوز ہے سودا ہے غریبوں کے ساتھ
شاعری تم کو مبارک رہے اے استادو

۱،۲،۳ھ یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

یہ وہی سوزؔ تمھارا ہے اسے مت بھولو
حق دیرینۂ عاشق نہ فراموش کرو

کہو[1] اس دشمنِ مروت کو
کیوں چھپایا ہے اپنی صورت کو
تیری تقصیر بھی نہیں پچ ہے
کہیے جو کچھ سو اپنی قسمت کو
مجکو غم نے کیا بہت حیراں
کیا ہوا جان تیری غیرت کو
سرو بھی گڑ گیا زمیں کے بیچ
دیکھ کر تیری شان و شوکت کو
اے غمِ یار سوزؔ تجھ پہ نثار
آفریں ہے تری رفاقت کو

ہر[2] کسی کو دیکھ محبوبو نہ گردن خم کرو
شان کی شوکت کو سفلی چیز پہ مت کم کرو
دشتِ ویراں اور سگِ زندہ اٹھے چار سو
اب بیابانِ حرم سے اے غزالو رم کرو
اشک کے قطرے ہمیں ہیں قطرۂ آبِ حیات
جی اٹھوں گا جان مت آنکھوں کو اپنی نم کرو
میں تو مر جانے کے قابل تھا موا اچھا ہوا
تم خدا کے واسطے ہرگز نہ اس کا غم کرو
سوزؔ آنکھوں سے دکھائے جو خدا دیکھو میاں
بات واضح کر کے نامحرم کو مت محرم کرو

کھول نہ دیجو لاڈلے اس دلِ ناصبور کو
بھاپ لگے کی چل بلی جھانکیو مت تنور کو
مکھڑے کو دیکھتے دیں آئنہ کو پٹک دیا
دیکھ سکا نہ آپ سا سوچیو اس غرور کو
سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق کیا
دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے کوہ طور کو
حور و قصور کے لیے کوچۂ یار گم کیا
شیخ سے کہیو قاصدا پھٹے منہ اس شعور کو (کذا)

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

[2] یہاں سے آخر ردیف واؤ تک کی غزلیں ع میں نہیں ہیں۔

بزم میں رکھتے ہی قدم شام کی صبح ہو گئی   شمع کا مان گھٹ گیا دیکھیو منہ کے نور کو
جلد اتارے صنم، سر نہیں بار دوش ہے   اور کے سر تو رکھ یہ بوجھ دور کر اس مزدور کو
کن میں پھنسا ہے سوز تو، اتنی بھی غیر حاضری
مصلحت اور کچھ نہیں چلتے ہیں اب حضور کو

دماغ اصلاح دینے کا نہیں کہہ دو ہلالی کو   کہ فکر شعر ہے اس وقت میری طبع عالی کو
بغیر از بادہ سمجھوں بزم کو میں حلقۂ ماتم   تصور تالب..... کروں مینائے خالی کو
ترا خط دیکھ سب بھولیں ہیں یوں قرآں کا پڑھنا   کہ جوں تہ کریں تقویم لمے پار سالی کو (کذا)
رکھے ہے سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی   ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو
نشست شیخ نے مجلس میں چھاتی تو پکا ڈالی
لے آوے یاں کوئی اب جا کے سوز لاابالی کو

حال دل پوچھے ہے کیا مجھ سے مرا اے یار تو   سن لے جا عالم سے ہر کوچے میں ہر بازار تو
اب نکل سکتا نہیں ممکن تجھے یاں سے دلا   زلف کے حلقے میں ہے جوں نقطۂ پرکار تو
ہو گیا آشفتہ سر ہر ایک اس کو دیکھ کر   باندھ کر نکلا نہ کر یہ لٹپٹی دستار تو
کچھ تو یاں نسبت بڑوں کو ہے بھلوں سے اے صنم   گو کہ ہیں باغ جہاں میں خار ہم گلزار تو
گر چمن تک رخصت اے صیاد تو دیتا نہیں   جانے کی فرصت ہمیں دے تا سر دیوار تو
گو نہیں اب کے میسر ساقی و ابر بہار   جام دے لے دل، برس اے دیدۂ خونبار تو
زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھ کو عزیز
مت کیا کر سوز سے ہر وقت یہ گفتار تو

جو میرے دل پہ گذرے ہے سو یارب کہوں کس کو (کذا)
مرا دل مانگتے ہیں زلف و کاکل ان میں دوں کس کو
یہی آتا ہے دل میں جو جلا دوں دل کو میں اپنے
وے اس میں خیال یار ہے اب آگ دوں کس کو

لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی چلو   سیر کو گلرو بھی آوے گا چلو بھائی چلو
چاند کے مکھڑے پہ ہالہ ہو، تمھیں سوجھا ہے خط   دیکھ لی اندھو تمھاری ہم نے بینائی چلو
دور کے بھی دیکھنے پر تیر کھایا یا نصیب   ہمدمو اپنی تو ہم نے داد بھر پائی چلو
ہم نشینو دل نے اس قاتل کا ہر کلمہ پڑھا   آہ میری جان اس دہشت سے گھبرائی چلو
کیا کھڑے رہ کر تماشا دیکھتے ہو سوز کا
مار بیٹھے گا کہیں وحشی ہے سودائی چلو

تمھارے فہم میں پیارے جو ہم ہیں غیر یوں سمجھو   اگر سمجھو ہو بیگانوں کو اپنا خیر یوں سمجھو
تواریخ جہاں سے شیخ جی ہم خوب آگہ ہیں   اسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یوں سمجھو
کہا ان سے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب میں   جو تم اس دوستی کرنے کو سمجھے بیر یوں سمجھو
برا کیا مانتا ہے سوز کی گفتار سے پیارے
کہ اس کی بات کچھ رکھتی نہیں سر پیر یوں سمجھو

کون سا ٹکڑا ہے وہ جو خاک میں مدفوں نہ ہو   کون سا دل ہے کہ جو غم میں انھوں کے خوں نہ ہو
کون سی ہیں انکھڑیاں جن میں نہ ہوں گے کرم و مور   کون سا عارض کہ وہ گرد رہ ہاموں نہ ہو

چہ بے گنہ چہ گنہ گار یہ نہ ہو وہ ہو   وہ شوخ قتل کو تیار یہ نہ ہو وہ ہو
بغیر یار رہو کیسا ہی کچھ تو ماریں ہیں (کذا)   ہم ایسے ہونے پہ بیزار یہ نہ ہو وہ ہو
میں اور غیر تمھیں کیوں نہ ایک سے ہوں کہ یاں   تمہیں تمیز گل و خار یہ نہ ہو وہ ہو
نگہ نہ قہر و تبسم نہ لطف کچھ تو ہو   جو وہ نہ ہو تو یہ ہو یار یہ نہ ہو وہ ہو
جفا و مہر جو خاطر میں ہو کہ سب ہم پر   کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہ ہو وہ ہو
ہمیں تو ایک سے ہیں حسن میں صبیح و تلخ   کوئی ہوا اپنا خریدار یہ نہ ہو وہ ہو
ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلماں پر   ہیں دونوں تیرے پرستار یہ نہ ہو وہ ہو
مساوی آپ کو تجھ بن ہے دوزخ و جنت   نہیں ہم اس کے طلبگار یہ نہ ہو وہ ہو
ترے فراق میں یکساں ہو زندگی و مرگ   جو تو نہیں ہے تو لے یار یہ نہ ہو وہ ہو
نہیں ہے ہجر کی درخواست وصل میں مجھ کو   ملے خدا سے ہوں ناچار یہ نہ ہو وہ ہو

رسوخ سوز سے ہے بندگی کو غیر کی فرق
تمھارے جور سے بیزار یہ نہ ہو وہ ہو

یوں نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو   اس کی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں ان کی زباں   بول کب سکتی ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
تو ہوا جب پاس پھر دنیا و مافیہا کے بیچ   کب ہمیں اس کی خبر پہ واہ یہ ہو وہ نہ ہو
شکل آئینہ میں روٹھے دیکھ میرے دل کو یار   منہ لگانے سے تمے گمراہ یہ ہو وہ نہ ہو
جب سے ہو آیا ہے تو گلشن میں تب سے عندلیب   دیکھ کر کہتی ہے گل کو آہ یہ ہو وہ نہ ہو
دیکھ کر ہنستا ہے عالم آپ کا دامان و ریش   شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہ ہو
صاحب محمل جو بس سمجھے ہے دل کو قیس کے   قدر اس کی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہ ہو
گھر مرے آئے جب تم نہ ہو ہمرہ رقیب (کذا)   مجھ سے ملنے کی تمھاری راہ یہ ہو وہ نہ ہو

غیر کو گھر میں جگہ دی، تسوزؔ کو کرتے ہو منع
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہودہ نہ ہو

عیش تو میرا ہے ساماں گو نہ ہووے تو نہ ہو
تجھ سوا کچھ اور جاناں گو نہ ہووے تو نہ ہو
کوچہ تیرا بس ہے اب دیوانگی اپنی کو یار
میری وحشت کو بیاباں گو نہ ہووے تو نہ ہو
بلبلو تم سن لو ہم ہیں عندلیبِ باغِ عشق
نالہ کرتے ہیں گلستاں گو نہ ہووے تو نہ ہو
بوسۂ لب زندگی ہے عاشقِ غم کشتہ کی
اپنی قسمت آبِ حیواں گو نہ ہووے تو نہ ہو
بلبلِ نالاں قیامت تک رہے گی مجھ اوپر
بعد میرے مرثیہ خواں گو نہ ہووے تو نہ ہو
ایک ہی غمزے میں وہ کرتا ہے سب ترکی تمام
یار میرا فارسی داں گو نہ ہووے تو نہ ہو
ضبط نے رازِ نہاں کے تسوزؔ دل ٹکڑے کیا
چاک ظاہر میں گریباں گو نہ ہووے تو نہ ہو

خدا ہی کی قسم ناصح نہ مانوں گا کہا اب تو
نہ چھوٹے گا تمھارے کہنے سے میرا دل لگا اب تو
نہ دیتا تھا تو اس کو رخ تو باہم صاف رہتے تھے
نہیں آئینہ میں اور ہم میں اے پیارے صفا اب تو
کئی دن سے لیے تلوار پھرتا ہے کہوں ظالم
نظر کچھ اور ہی آتا ہے تیرا مدعا اب تو

چھپاؤں کس طرح میں راز دل اپنے ظالم سے (کذا)
ہوا دیوانگی کا شہرہ اپنا جا بہ جا اب تو
ہمارے روبرو ہنستا ہے تو غیروں سے ہر اک جا
میاں کیا اڑ گئی ہے تیری آنکھوں سے حیا اب تو
کہیں وہ گل کہ جن سے ربط تھا ہر باغ میں اس کو
پھرے ہے ڈالتی خاک اپنے سر اوپر صبا اب تو
گیا تھک دست غم خواری کا شیوہ دوستداروں سے
بغیر از غم نہیں اے سوز کوئی آشنا اب تو

عشق بازی پہ کمر تم نہ کسو جانے دو
راہ اس کی ہے کٹھن بوالہوسو جانے دو
شاہ بازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ
دیکھو کہتا ہوں تمہیں اے مگسو جانے دو
کر نالے کی (نہ) آتش نفسو(ں) کو تکلیف
چپ ہی رہنے دو مجھے ہم قفسو جانے دو
میں تو فریاد سے خوگر ہوں عبث پوچھو ہو
کس کی نالش کروں اے دادرسو جانے دو
کوئی فرہاد کو اس بادیہ میں پہنچا ہے
نالہ بے جا نہ کرو اے جرسو جانے دو
دوں ہوں جا آنکھوں میں لوگوں کو تو کہتے ہیں ہم
گھر یہ ٹپکے ہے سدا یاں نہ بسو جانے دو
.... اے شیخ و برہمن در دل کے ہوتے
حرم و دیر کے در پہ نہ کبھو جانے دو
تیری زلفوں سے میں کہتا ہوں کہ اے ناگینو
دل مرا بھی ہے بسیلا نہ ڈسو جانے دو
سوز کے دل کو بتاں دیر نہ سمجھو زنہار
ہے (وہ) آتش کدہ اس میں نہ دھنسو جانے دو

کہ دیجو صبا گل کو جو گلشن میں گذر ہو
کافی ہے جو بلبل کی طرف ایک نظر ہو
نالے کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا
اے آہ مگر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو
یک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھاؤں
دل میں نہ اگر تجھ سے مرے خوف و خطر ہو
مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں
کیا میری شب ہجر ہے جس کو نہ سحر ہو

پرزے ہی کیا دل کو تری تیغ نگہ نے ہر چند رہا داغ جگر سینہ سپر ہو
مرتا ہوں نہ جیتا ہوں عجب حال ہے میرا یارب یہ مری جان ادھر ہو کہ ادھر ہو
خوناب محبت میں تری ہو کے نہ نکلے تیرا سا مگر یار جو میرا بھی جگر ہو
صیاد مجھے اس لیے مانع ہے فغاں کا تا میرے نہ احوال سے اوروں کو خبر ہو
کچھ ہم سے بھلائی تو نہ کی یار نے اے سوز
جیتا رہے لیکن وہ ستم گار جدھر ہو

جسے ہو تخت کا دعوا اسے افسر مبارک ہو ہمارے سر کو مجنونوں کی خاک در مبارک ہو
دعا ہم نوگرفتاروں کے حق میں ہے مری یہ ہی ہمارے باندھنے صیاد بال و پر مبارک ہو
نہ جائیں آپ کا ملنا مناسب ہم تو غیروں سے تمہاری خوش کیا عزت نے تو بہتر مبارک ہو (کذا)
جہاں میں اس سے کیا بہتر کہ حق حقدار کو پہنچے ہمارے دل کوے جانا تجھے بہتر مبارک ہو
فلک شب کتخدائی کی تری اے سوز یوں بولا
تجھے یہ رات اے رشک مہ انور مبارک ہو

لہو اس چشم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو جو دل ٹوٹے کسی کے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو
ملے ہے خاک میں گل اس کی اک آن تبسم سے کسو کا دل کہو اس باغ میں خورسند کیونکر ہو
مقابل ہو کے میرے مہروش کے ناخنِ پا سے جو چاہے ماہ تو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو
حلاوت شہد سے زیادہ تر ہے جس کی باتوں میں (کذا) برابر اس لب شیریں کے یارو قند کیونکر ہو
خیالِ زلف کو تیرے نکلنے دوں نہ میں دل سے یہ کالا ہے کہ جب بانبی سے نکلے بند کیونکر ہو
نہ ہو دل جب تلک میرا مشبک شکل مجمر کی کسی کے روئے آتش ناک پر اسپند کیونکر ہو
غزال دشت کی ہر چند ہیں ابلہ فریب آنکھیں پر انکھیوں کا تری اے یار ان میں چھند کیونکر ہو

برہمن وہ سخن کرتے ہیں تجھ داڑھی کے ہلنے پر
موثر سوز کو ناصح تری یہ پند کیونکر ہو

ہاتھ نہ پکڑو قاتل کا تم اس کو تیغ لگانے دو
مجھ سا جی کر کیا لے گا ہاں مرتا ہے مرجانے دو
کل جو گذرا اس کی گلی میں غرفہ میں سے للکارا
ہے کوئی حاضر ڈیوڑھی پر مت اس کو جیتا جانے دو
مثل صبا میرا ابھی تن من خون ہے غم کے ہاتھوں سے
پانوتلک تو اس کے یارو مجھ کو ہاتھ لگانے دو
بلبلو اتنا پھولو مت تم اس گلشن کی بستی پر
دیکھیں گے کب تک ٹھہرو گی تم وقت خزاں تک آنے دو
سوز کا کل احوال کسی نے اس سے کہا میاں جلتا ہے
آگ بگولا ہو کر بولا جلتا ہے جل جانے دو

پوچھتے کیا ہو چشمِ پُرنم کو　　پوچھو تم اپنے لاڈلے غم کو
صبر و آرام کیوں چلے بیٹھو　　ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم کو
چھانو میں ٹک کھڑے رہو صاحب　　بات کہتا ہوں اتنے مت چمکو
پانچ بوسے کو بیچتے ہیں دل　　کیا یہ مہنگا ہے، اس سے کچھ کم کو
کس کو تکتے ہو دل تو لے بھاگے　　جان باقی ہے یہ بھی لے دھمکو
نام الفت نہیں رہا باقی　　چھان دیکھا ہے ایک عالم کو
میں گیا روبرو وے نہ چھپا　　پونچھ یا پنچھ اپنے دیدۂ نم کو

دیکھتے بول اٹھا کہ و صاحب آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو
دل کے پھوڑے کی کی ہے کیا تدبیر پھاہا دکھلائیو ذرا ہم کو
سوز کے داغ کو مٹا دے یہ
آگ لگ جاوے ایسے مرہم کو

ن لگا ے گئے جہاں دل کو آہ پہنچایئے کہاں دل کو
بحر و بر دشت و باغ میں نہ رہا جا نہیں زیر آسماں دل کو
ہاں مگر عرش تک اگر جاوے یا ملے واں سے لامکاں دل کو
تب اسے ہو قرار تو ہووے تم ٹٹولو تو دوستاں دل کو
جس کی خاطر ہوا ہے یہ بے تاب ے چلوں آہ میں وہاں دل کو
سن کے یہ بات جس کی دھڑکے گا جانیو لاگ ہے وہاں دل کو
کچھ ادھر یا ادھر کی بات کہو یوں کرو یارو امتحاں دل کو
اس کی تدبیر ہو سکے گی کب جان آجاوے نیم جاں دل کو
سوز کو بھی تبھی ملے گا چین
صبر آوے گا جب تپاں دل کو

ے گیا تا بہ لامکاں دل کو چین آیا نہ واں میاں دل کو
اس کو مطلوب کیا ہے کچھ تو کہے پوچھیو آکے دوستاں دل کو
چین آتا نہیں کسی ہی طرح کیونکے تسکین دوں تپاں دل کو

۵

کیا لے گا کوئی ظالم اب[1] تجھ سے ہو گردیدہ — اک دل ہے سو نالاں ہے آنکھیں سو ستم دیدہ
اے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل — مشکل ہو اگر چونکے یہ فتنۂ خوابیدہ
دو روز کا مہماں ہوں کیوں مجھ سے الجھتا ہے[2] — جاتا ہوں ترے کو سے مت مجھ سے ہو رنجیدہ
نالے[3] سے ترے سارے بے چین ہیں ہمسایے — یہ آہ و فغاں کب تک بس اے دل شوریدہ
ٹک دیکھیو اے ساقی یہ سوز نہ ہووے ہا — روتے ہی پڑا ایسا جوں شیشۂ غلطیدہ

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ — دامن بہ دست چیدہ ابرو بہم کشیدہ
صورت[4] گر قضا نے تجھ سا کوئی نہ پایا — اک حسن ماہ دیکھا سو بھی قلم کشیدہ
اے[5] نامہ بر خبردار اس سے نہ بولیو کچھ — گر تجھ سے بات پوچھے کہنا تو دم کشیدہ
روتا[6] ہے سوز غم میں ہنس ہنس کے مت جلا تو — جلتا نہیں ہے ہرگز خاشاک نم کشیدہ

اے اہل درد تم کو اپنے ہی درد کیسوں
دیکھا کوئی جہاں میں مجھ سا ستم کشیدہ

سنے گا[7] بعد میرے جو کوئی میرا یہ افسانہ — جو افلاطون بھی ہوگا تو ہو جاوے گا دیوانہ
ہوا ہے چور غم سے دل ہر اک ذرے میں اس کا ہے — نظر پڑتا ہے جلوہ میں نہیں اب ہے پری خانہ

---

[1] ع، ہو تجھ سیتی گردیدہ
[2] ع، جھگڑتا ہے
[3] م، نالے سے ترے ظالم بے چین ہیں کر دبی
[4] ع، صورت گر جہاں میں تجھ سا نہ کوئی پایا
[5] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[6] ع، رونے دے سوز کو جان اب تو جلا نہ ہنس ہنس
[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

ہوا کا چاک.... دیکھیے گا ....
.... صہبا کا پیمانہ
کہاں سے میں کہاں آ کر بسا ہوں دیکھیو قدرت   جہاں کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
.... دل سوا جاتا نہیں للہ
ولے تم سوز سے پوچھو کہ اس کا ہر دو ہم خانہ

اے دل گم شدہ پیدا ہو نہ   چھوڑ بس زلف مبرّا ہو نہ
حیرت آلودہ نہ رہ مثل حباب   موند لے آنکھ کو دریا ہو نہ
طلب ساغر مے کب تک یار   جوش کھا آپ ہی صہبا ہو نہ
وصل میں پھر وہی فرقت کا غم   بسمل تیغ تمنا ہو نہ
قیس فرہاد ہوے آگے کیا   اے تنک حوصلہ مجھ سا ہو نہ
تیرے بیمار[1] پڑے مرتے ہیں   بات کی بات مسیحا ہو نہ
آپ میں دیکھ لے آپ ہی کو سوز   مثل آئینہ مصفا ہو نہ

کیا[2] ہے گا کوئی ظالم ہو تجھ سے یوں گرویدہ   اک دل ہے سو نالاں ہے آنکھیں سو ستم دیدہ
لے آہ ابھی تھم تو بے ہوش پڑا ہے دل   مشکل ہو اگر چونکے یہ فتنۂ خوابیدہ
دو روز کا مہماں ہوں کیوں مجھ سے الجھتا ہے   جاتا ہوں ترے کو سے مت مجھ مجھے ہو رنجیدہ
نالے سے ترے ظالم بے چین ہیں کروبی   یہ آہ و فغاں کب تک بس اے دل شوریدہ
ٹک دیکھ تو اے ساقی یہ سوز نہ ہووے ہاے
روتا ہے پڑا ایسا جوں شیشۂ غلطیدہ

---

[1] م، عشاق

[2] یہ غزل م میں نہیں ہے

[1] ——— سوا ہے یاد دو عالم ———
گر اور کچھ طلب ہو مجھے ———
یارب حضور یار کے جس کا غلام ہوں
ہر روز گو نصیب نہ ہووے تو گاہ گاہ
تا چند بیقراری و تا چند اضطراب
کافی تھی ہیم یار کے مالے کو یک نگاہ
——— خسروانہ رحمت شتاب ہو
اب آرزو ہے کون سے کافر کو عز و جاہ
بس سوز سے تغیر کرو قلعۂ بدن
یہ کارخانہ اس سے نہ ہووے گا سر براہ
اس سوز کو تو بندۂ صادق ہی جانیو
گر اس میں جھوٹ ہووے تو اس کا خدا گواہ
او جانے والے اس سے تو کہیو کہ واہ واہ
کچھ بھی خبر ہے در پہ پکارے کہ داد خواہ
کل کس کے ہاں گئے تھے بھلا یہ بھی جھوٹ ہو
پھر تو کہے گا مجھ سے الجھتا ہے خوا مخواہ
تس پر یہ عذر ہے کہ مرا آشنا ہے وہ
میاں جی تمھارا عذر تو ہے بدتر از گناہ
آہ منہ کو مت کھلا تو کہیں .... کچھ نہ ہو
اب تک نہیں ہے تیرے گنہ پر مجھے نگاہ
باز آ یہ وضع نہیں خوب اے عزیز (کذا)
——— مان ترا ہوں میں خیر خواہ
——— خراب ہوگا مرے جی کو مت جلا
——— جو دل سے نکلوگی ایک آہ

——————— ———————
——————— ———————
——————— ———————

* * *

سچ کہیو قاصد آتا ہے وہ ماہ
الحمد للہ الحمد للہ
ہے دل کو لگتی پر کیوں کے مانوں
کھا جا قسم تو میاں تجھ کو واللہ
بعضوں کا مجھ پر یہ بھی گماں ہے
یعنی بتاں سے چلتا ہے بدراہ

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے۔

جھوٹے[1] کے منہ پر آگے کہوں کیا   استغفر اللہ استغفر اللہ
کل اس طرف سے گزرا ستم گر   میں نے کہا کیوں آؤں میں ہمراہ
جھنجھلا کے آخر بولا ہے بانکا[2]   تو کون میں کون اے واہ اے واہ
وہ دن گئے بھول جب کھیلتے تھے   لڑکوں میں مل کر ہے دوست[3] یا شاہ
اب[4] کھینچتے ہو تیغ کو ہر دم   بانکے بنے ہو اللہ اللہ
تیری جفا سے جو مجھ پہ گزرا   سب[5] جانتا ہوں من جانب اللہ
اے آہ تو بھی مت دے رفاقت   اے اشک مت چل بس حسبی اللہ
کل[6] جس طرح سے دیکھا ہے اس کو   کیا ذکر کیجیے اللہ اللہ
تیرے سوا کون اب ہے جہاں میں   الحکم للہ و الملک اللہ
کاہے کو اتنا ہوتا ہے ناخوش   کر سوز کو قتل بس قصہ کوتاہ

قتل[7] کو میرے نہ کر تاخیر آہ   جان لینے کو بھی اتنی دیر آہ
یار کے کوچے تلک جا تو اگر   مجکو دے یہ خانۂ زنجیر آہ
آسماں بہکے تو ــــــ   دل ہے میرا جان تیرا پرکاہ
رُخ ادھر کرتا تو میں ہوتا ہی مات   حیف .... شاہ
سوز کیوں چپکا ہی ہم کیا غیر ہیں   حال اپنا کہہ نہ لے دل گیر گاہ

---

[1] م، جھوٹے کا منہ میں آگے

[2] ع، ہے چور

[3] م، مجھ سے

[4] ع، اب لے کے گدکا مجھ پہ تنے ہو

[5] ع، سب میں نے جانا

[6] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

او چلے جانے والے بے پرواہ　　کچھ فقیروں کے حال پہ بھی نگاہ
بیٹھ پھیرے چلے ہی جاؤ گے　　بلبے مغرور بلبے عالی جاہ
حال دل اب بہت پریشاں ہے　　تیری[1] زلفیں ہیں دونوں میری گواہ
میاں فقیروں کی بھی صدا سن لو　　بات سننا تو کچھ نہیں ہے گناہ
تجھ سوا کون ہے مرا محبوب　　بحق لا الہ الا اللہ
سوز[2] کچھ مانگتا نہیں تجھ سے
ایک بوسہ دو فی سبیل اللہ

جو[3] صاحب دل ہے دل سے آگاہ　　کیا بات اس کی ہے واہ اے واہ
اے غافلو ٹک تم چونک بیٹھو　　پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ
وہ شاہ جس کی عہد نبی سے　　تکتے گئے ہیں تشریف کی راہ
میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں　　اب کوئی دم کو نکلے ہے وہ ماہ
ظلم و ستم سب ہو جائے گا محو　　باقی رہے گا اللہ ہی اللہ
ہادی وہی ہے مہدی وہی ہے　　صاحب وہی ہے سب کا دل خواہ
اے سوز تو کیا کہتا ہے چپ رہ　　تجھ کو ہے مطلوب شیخی کا کیا جاہ
سو لوگ تجھ کو ہی جھوٹا کہیں گے　　کس واسطے ہیں سارے یہ گمراہ
بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں ہے
خاموش ہی رہ واللہ باللہ

---

[1] ع، دونو زلفیں تری مری ہیں گواہ

[2] ع، سوز کچھ اور مانگتا تو نہیں

[3] یہ غزل م میں نہیں ہے

[1]تو لگ نہ چلا کر مرے خوں خوار سے زیادہ
ہر بات میں کاٹے گا وہ تلوار سے زیادہ
گو ابر گھمنڈ اپنے برسنے پہ رکھے ہے
برسے گا مرے دیدۂ خوں بار سے زیادہ
میں بس کہ ہوا داغ ترے ہجر سے گلرو
سینہ ہے مرا تختۂ گلزار سے زیادہ
بے چین رکھے ہے چمن دہر میں مجھ کو
پہلو میں کھٹکتا ہے یہ دل خار سے زیادہ
کالے کی بڑائی نہ کرو زلف کے آگے
ڈسنے کے لیے دل کے یہ ہے مار سے زیادہ
سینے کے قفس میں تری دوری سے دل اے سوز
نالاں ہے سدا مرغ گرفتار سے زیادہ

[2]ماتم کا میرے شور ہے کہتا ہے کیا ہے یہ
اب بھی خدا کو مان میاں کیا بلا ہے یہ
آ دیکھ میری لاش کو وہ شوخ تند خو
کہنے لگا .... کے جبیں کیا ہوا ہے یہ
[3]کوئی مرے پر اس کی تو جوتی کے بجائیں نہیں
اے دلبر و جہاں کے کہیں بھی سنا ہے یہ
کہتا ہوں درد دل کا تو کہتا ہے غیر سے کر
سر پھر گیا اٹھا دو بہت بک رہا ہے یہ
کرتا ہوں داد داد تو کہتا ہے پوچھیو
سودا ہے کون کون سا کیا بے حیا ہے یہ
تلواریں مار مار کے کہتا ہے [4]دم نہ مار
تیرا ادائے حق ہے کہ حق ادا ہے یہ
[5]اتنی جفائیں مجھ پہ کیاں تو بھی شوخ کے
منہ سے کبھو نہ پھوٹا کہ اہل وفا ہے یہ
روتا ہوں بلبلا کے تو ہنستا ہے کھلکھلا
کہتا ہے یارو دوڑیو کیسا مزا ہے یہ
امیدیں دل کی ساری تو بھر پائیں ہم نے آہ
اے سوز بعد مرگ تو اب مدعا ہے یہ
[6]دامن کشاں وہ نعش پہ میری آکہے (کذا)
ہے ہے کسی کے پیچھے ترستا موا ہے یہ

---

[1] م: دل
[2] یہ شعر م میں نہیں ہے
[3] یہ شعر ع میں نہیں ہے
[4] ع: چپ ہی رہ
[5] [6] یہ شعر ع میں نہیں ہیں

ناصح تو کسی شوخ سے دل جا کے لگا دیکھ   میرا بھی کہا مان محبت کا مزا دیکھ
کچھ اور سوال اس کے سوا تجھ سے نہیں ہے   اے بادشہِ حسن تو سوئے فقرا دیکھ
ہر چند میں لائق تو نہیں تیرے کرم کے   لیکن نظرِ لطف سے[1] ٹک آنکھ اٹھا دیکھ
پچھتائے گا آخر کو مجھے مار[2] کے اے یار   کہنے کو تو ہر ایک مخالف کے نہ جا دیکھ
اس بت نے نظر بھر کے نہ دیکھا مجھے اے سوز
ہر چند کہا میں[3] نے کہ ٹک بہرِ خدا دیکھ

خدا کو کفر اور اسلام میں دیکھ   عجب جلوہ ہے خاص و عام میں دیکھ
جو کیفیت ہے نرگس کی چمن میں   وہ چشمِ ساقیِ گلفام میں دیکھ
نظر کر زلف کے حلقے میں اے دل   گلِ خورشید پھولا شام میں دیکھ
خبر مجھ کو نہیں کچھ مرغ[4] دل کی   تو اے صیاد اپنے دام میں دیکھ
پیالا ہاتھ سے ساقی کے لے سوز
طلسمِ جم کو تو اس جام میں دیکھ

تیز دستی دیکھیو قاتل کی میرے واہ واہ   ایک[5] کو کرتا ہے ذبح اور دوسرے پہ ہے نگاہ
آہ گر سینے سے تو نکلی تو میں تنہا رہا   دل جو لے جاتا ہے لے جانے دے مت گھیر اسکی راہ

---

[1] ع، نگہ مہر سے   [2] م، مجھے چھوڑ کے

[3] ع، ہرچند کہا میںنے میاں بہر خدا دیکھ

[4] ع، اپنے دل کی

[5] م، ایک کی چھاتی چڑھا ہے، دوسرے پہ ہے نگاہ

ذبح کرتا ہے تو مجھ کو غیر کو کیا اس میں دخل[1]　　یہ اجل کیوں بیچ میں آ کود بیٹھی لا الہ
چونک جاوے گا تو پھر اس راہ چلنے کا نہیں　　ہر گھڑی ہر آن ہر ساعت ولا تو مت کراہ
ایک گالی میں بھی دے لوں ....[2]　　بچیاں یوں بچا کر جو تو بولے واہ واہ
بعد قتل سوز پوچھے گا کوئی تو آن کر[3]
کیا خطا کیا جرم کیا تقصیر اس کا کیا گناہ

تنگ سے جور میں کہتا ہے ———[4]　　نہ لے بس عاشقی کا نام تو اے عشق کم دیدہ
نہ وہ دیدے ہے سال میں جن کا آسماں کف ہو　　غبار خاطر عالم سے کیا ہوں گے بہم دیدہ
بچارا دل تو کونے میں پڑا ہے کو دماغ اس کو　　ستاتا ہے مجھے آنکھیں دکھا کر دم بدم دیدہ
مجھے کہتے تو ہو جھنجھلا کے آنکھیں سامنے مت کر　　غزالوں کی طرح اے جان کب جاتے ہیں رم دیدہ
مجھے بھی ساتھ لے چل راہبا دل سوز ہوں تیرا
کہ میں عبدالصنم ہوں اور تو بیت الصنم دیدہ

بہت سا جمع ....[5]　　قبول کیجو نظر میں تری میاں اللہ
نہیں بسا ہے مرے دل میں کوئی صاحب جاہ　　بغیر اشہد ان لا الہ الا اللہ
نہیں زباں میں لیا نام غیر حق ہے گواہ　　سوائے نام محمد و یا علی اللہ
نہ چاہیے ہے مجھے اہتمام خیل و سپاہ　　ہمارے موئے پریشاں ہیں تاج فرق کلاہ
عبث تو کھینچے ہے تروار ———

---

[1] یہ شعر ج میں نہیں ہے۔

[2] [3] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

[4] [5] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

ناصحا[1] میرے سیم بر کو دیکھ   اور مری حسن میں نظر کو دیکھ
کیوں تو حیران ہو رہا ہے بے   ارے اندھے ذرا ادھر کو دیکھ
کیا دہن اس کا ڈھونڈھتا ہے بے   موشگافی سے اس کمر کو دیکھ
کیسے بانکے کو کر لیا تسخیر   تو مری آہ کے اثر کو دیکھ
لخت دل تیرے واسطے لایا   لال میرے تو اس گہر کو دیکھ
آہ کی ... میں گوندھے لخت جگر   جان میرے تو اس ہنر کو دیکھ
شش جہت میں تو ڈھونڈتا کیا ہے   جس کو ڈھونڈھے ہے پہلے گھر کو دیکھ

سیر دریا سے کیا ہوا حاصل
سوز کی اپنی چشم تر کو دیکھ

گر[2] تجھے قتل کی خواہش ہے تو آ بسم اللہ   سر تو حاضر ہے ذرا رہ کے لگا بسم اللہ
ساغر چشم ہیں لبریز ہلاہل اس کے   درد مندو پیو از بہر شفا بسم اللہ
شیخ جی تم کو نہ کہتا تھا کہ رندوں میں نہ جاؤ   اب بھی .... بسم اللہ
بس دلا سینے میں میرے یونہی ٹھہرے گا (؟)   میں نے رخصت دی تجھے جان کے جا بسم اللہ
آج مہندی نہ لگی کیوں ترے ہاتھوں میں جان   لے مرے خون سے ہاتھوں کو رچا بسم اللہ
تیرے دامن سے پہ چھٹے گی مری خاک سنا   ڈھیر پہ میرے تو گھوڑے کو کدا بسم اللہ
تیز کرتے ہو چھری آپ ہی رہ جاتے ہو   کس کا وسواس ہے کاٹو نہ گلا بسم اللہ
میں یہ سمجھا تھا کبھی اس کو نہ جانے دوں گا   سوز نے مانگی جو رخصت تو کہا بسم اللہ

---

[1] [2] یہ غزلیں م۔ میں نہیں ہیں۔

میں پھرتا ہوں ترے کو میں ...... چو مرغ آشیاں گم کردہ سرگردان آوارہ
دل نالاں اگر ہے تنگ تجھ پر وسعت سینہ تو میں تجھکو بتا دیتا ہوں گھر اس کا وہیں جارہ
نہیں طاقت رہی جو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگوں کروں کس ہاتھ سے یارب گریبان جنوں پارہ
عجب بے خود ہوں جس دم سے سُنی ہے بات ملنے کی .... شب وصلت کروں گا کیونکہ نظارہ

عبث کیوں کھینچتا ہے تیغ ظالم تو ز یہ ہر دم
.... جفاکش ہے یہ بے چارہ

شراب خون دل کا پوچھے ہے مخمور ہے شیشہ
زباں سے منہ میں ہے یارو کہو معمور ہے شیشہ
مزہ ہے محتسب اس وقت آجاوے جو لے ساقی
کہ ہم تم لوٹتے ہیں نشے میں اور چور ہے شیشہ
سمجھ کر دل مرا اس کو ٹک دیجو نہ پتھر پر
کہ یہ اس نام سے کچھ ہو گیا مشہور ہے شیشہ
لبوں پر وقت نوش اب قطرۂ نیش ہوتا ہے
پہنچ ساقی کہ تجھ بن خانۂ زنبور ہے شیشہ
شراب حسن کی کس کے مغاں اس میں تجلی ہے
کہ مستوں کی نگاہوں میں سراپا نور ہے شیشہ
نظر ہر مست مجھ کو قابلِ زنجیر آتا ہے
نہ جانے بزم میں کس کا دل پر شور ہے شیشہ
نہ خوش ہو میرے استغفار سے واعظ کہ رندوں کی
زباں نزدیک ہے توبہ سے جب تک دُور ہے شیشہ

---

[1] یہاں سے آخر ردیف ہ تک کوئی غزل ع، میں نہیں ہے۔

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ   بھیجیں گے ہم بھی نامۂ و پیغام گاہ گاہ
سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا   دیتے نہیں ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ
خورشید کی طرح تو نہیں ہرزہ گرد وہ   نکلے ہے ماہتاب مرا شاد کام گاہ گاہ
دیوار گھر کی یار کے مت ڈھاؤ سیلِ اشک   کرتا ہوں اس کے سایہ میں آرام گاہ گاہ
جاوے وہ کب کسی کے مگر گھر رقیب کے   لاتی ہے اس کو گردش ایام گاہ گاہ
طاقت ہمیں بھی مرغِ چمن کچھ ہوئی ہے اب   ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کے کہا ہم سے سوز نے
نکلے ہے دن میں تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

اے دل نہ سنے گا یار چپ رہ   کر نالہ نہ بار بار چپ رہ
فریاد تو کب تک آ کرے گا   بس اے دل بیقرار چپ رہ
تو ورنہ سن سکے گا پیارے   مت پوچھ یہ حال زار چپ رہ
ناصح کیا فائدہ بکے سے   دل پر نہیں اختیار چپ رہ

کیوں سوز یہ آہ و نالہ کیا ہے
اے کشتۂ انتظار چپ رہ

کدھر جاتا ہے تو اے شوخ دیدہ   بسان اشک مردم سے رمیدہ
سرِ دستار تا چاکِ گریباں   گریباں تا سرِ دامن دریدہ
تو کس کو آج آیا قتل کر کر   لیے قبضے میں تیغ خوں چکیدہ
ہے عارض پر خراشِ ناخنِ تیز   وگر لب ہیں تو ہیں دنداں گزیدہ
یہ جامہ کی تہیں کیوں کٹ رہی ہیں   سپر کے کیوں کنارے ہیں بریدہ

الٰہی خیر کس پر تھا غضب آج   وہ ایسا کون تھا آفت رسیدہ
خدایا سوز کلول تلے آج (کذا)
کہ میرا ہے جگر اس دم طپیدہ

ہم رہیں محبوس زنداں واہ واہ   تم کرو سیر گلستاں واہ واہ
ہم قفس میں تم چمن میں یا نصیب   واہ وا اے عندلیباں واہ واہ
مجھ سے نالائق کو دی پھولوں میں جا   واہ وا گور غریباں واہ واہ
مصر دل کے اب تمھیں ہو بادشاہ   واہ وا اے کنعاں واہ واہ (کذ
زلف میں پھنس کر ملا آرام دل   واہ وا شام غریباں واہ واہ
اشک کو بھی دی نہ اپنی کچھ خبر   واہ وا اے زخم پنہاں واہ واہ
آتے ہی مجلس کو روشن کردیا
واہ وا اے سوز سوزاں واہ واہ

کردیم کباب جگر خود نہ مکیدہ   مستیدہ بت نا نمکیدہ نمکیدہ
غنچیدہ شدہ گلشن و سبزیدہ خیاباں   اے وائے ملولیدہ دل نا نہ گلیدہ
غلطیدہ و کفیدہ دل سوختہ ام را (کذا)   سازیدہ بجولانگہ قاتل نہ دفیدہ
کوہیدہ سارد بر قاتل بدخو (کذا)   چاکیدہ گریبان چو دیدہ تشکیدہ
طرزے بنو ایں طرز سخن سوز نمودہ
ورنہ سخنے ہمچو ندیدہ نہ شنیدہ

ی

جس کو نہ ہو شکیب نہ تاب فغاں رہے   تیری گلی میں وہ نہ رہے تو کہاں رہے
دونوں جہاں سے تو مجھے اب کام کچھ نہیں   اتنی غرض ہے یار کہ تو مہرباں رہے
تاب و تواں تو آگے ہی جاتی رہی ہے آہ   دل تو بھی اب چلا تو بھلا اب کہاں رہے
آہستہ رو تو منزلِ مقصود کو گئے   رفتار گرم تھی کہ ہمیں درمیاں رہے
اے ہمرہاں غریب کے احوال پر نظر   ہے جائے گریہ یہ کہ پس کارواں رہے
اے اہلِ بزم تم کو وصیت ہے بعد مرگ
چندے یہ سوزؔ درد کے گھر میہماں رہے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنے   کب کہا کس جا کہا کس وقت کس دم کس کنے
زلف و کاکل چشم و ابرو سب کو دکھلایا تھے   دل نہ الجھا ان سے الجھایا مجھے کس کس کنے
پس کہ جب جاتا رہے آرام و صبر و عقل و ہوش   بیٹھے کس دلدار کس غمخوار کس مونس کنے
اب ہوا تو لالچی زر کا سو وہ اللہ دے   زر کہاں مجھ رند مجھ قلاش مجھ مفلس کنے
جوں کہا چل سوزؔ سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس مدہوش کس خاموش کس بے حس کنے

کشورِ دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے   یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلا یاد رہے
[1] دامِ زلفوں سے جدا روکے ہے، ابرو سے جدا   ان بلاؤں سے کوئی کب تلک آزاد رہے
بس دلا شکوہ[2] نہ کر کلبۂ تن میں میرے   یا مرا جی ہی رہے یا تری فریاد رہے
چھوڑ دو بلبلو گلزار اگر غیرت رہے   یا صبا اس میں رہے یا کہ یہ صیاد رہے

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے   [2] ع، شور

نہ تبسم نہ تکلم نہ ترحم نہ نگاہ کس طرح یہ دل ناشاد بھلا شاد رہے
ساقیا جام پلا سوز دعا دیتا ہے
یہ خرابات قیامت تلک آباد رہے

تری محفل میں جو آئے سو اپنا کام کر اٹھے مگر ہم تھے کہ ناحق آپ کو بدنام کر اٹھے
کدھر سے آ بسے یہ حسرت و اندوہ و غم دل میں کہ صبح انتظار مرگ کو بھی شام کر اٹھے
کہاں جاتے رہے یہ نالۂ و فریاد و واویلا مجھے غم میں پھنسا کر آپ کیسا کام کر اٹھے
خدا کے واسطے اے نالہ چپکے سے نکل جانا ابھی دل کی لگی ہی آنکھ ٹک آرام کر اٹھے
جو بوسہ وہ نہیں دیتا نہ دے اے دل شتابی آ مجھے ڈر ہے مبادا کچھ خیال خام کر اٹھے
وہی اس سوز کے پہلو میں بیٹھے شعر سننے کو
جو دونوں ہاتھ سے اپنا کلیجہ تھام کر اٹھے

او میاں او جانے والے کہیو اس میخوار سے سر پٹکتا ہے کوئی باہر کھڑا دیوار سے
دام کی حاجت نہیں صیاد جلدی آ پہنچ چھد رہا ہے دل بھی بلبل کا سنان خار سے
بھینچتا ہے جس طرح چڑیا کو لڑکا ہاتھ میں چھوڑ میرے دل کو بابا زمیں اس پیار سے
[۱] آرزوے بوسہ رہ جاتی دے قربانِ یار لے لیا یہ بھی مزا اس نے لب سوفار سے
[۲] شیخ اب یاں تک تو پہنچا ہی کہ کہتا ہی مجھے اک پیالے کی سفارش کر دو تم مے خوار سے
[۳] اور کچھ پایا نہیں ہم نے دل وحشی کا کھوج پر لہو سا لگ رہا تھا نوک ہر یک خار سے
سوز کا دل گر نہیں ہے کام کا تو پھیر دو
اس سے اچھا چاہیے تو مول لو بازار سے

---

[۱] [۲] [۳] یہ تین شعر ع میں نہیں ہے۔

ہوا ہے دل گم جہاں محباں[4] وہاں کی کس شخص کو خبر ہے
نہ واں گماں کا گمان پہنچے نہ واں توہم کا کچھ گزر ہے
کیا تھا جب جان[2] نے قصد رحلت نہ کوئی ہمرہ[3] ہوا بجز اشک
یہ بات تحقیق ہے عزیزاں[1] جگر جگر ہے دگر دگر ہے
شفیق وہ تھا رفیق وہ تھا عزیز وہ تھا انیس وہ تھا
خبر میں کس سے منگاؤں دل کی نہ کوئی قاصد نہ نامہ بر ہے
مریض کا تیرے حال ہے یہ جوان طبیبوں سے میں نے پوچھا
کہ آنکھیں اب چھت کو لگ رہی ہیں خدا[5] پہ ہر ایک کی نظر ہے
عجب[6] تماشا ہے کیا کہوں میں جسے سناتے ہیں بولتا ہے
کہ ہائے کیا دل کو مفت مارا یہی فسانہ جدید تر ہے
عدم عدم سنتے ہی ہیں آئے کسی نے دیکھا ہو تو بتاؤ
دکھاؤں میں تم کو آؤ یارو مرے میاں جان کی کمر ہے
قدم قدم پر ہے دل تڑپتا جگر جدا خوف سے پھڑکتا
کوئی تو ان رہزنوں سے پوچھو یہ کس ستم گار کا نگر ہے
چلو تو سب آج مل کے پوچھیں کہ تو ز کیوں منہ بنا رہا ہی
مدام جوں گل شگفتہ رو تھا سحر سے کیوں آج چشم تر ہے

---

[1] ع، عزیزاں
[2] ع، جب میں نے
[3] ع، ساتھی
[4] ع، محباں
[5] ع، پر ایک اشد یہ
[6] م، اچنبھا

ہزاروں مار ڈالے اور ہزاروں کو جلایا ہے
تری ان انکھڑیوں کو کس نے یہ جادو سکھایا ہے
مروں میں کس طرح مرنا کوئی مجھ کو سکھا دیوے
اجل شرما کے ٹل جاتی ہے جب سے وہ سمایا ہے
کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بے غم رہو یارو
کہ میں نے آپ[1] اس سارے جہاں کے غم کو کھایا ہے
مجھے کیا عشق سے نسبت کہاں میں اور کہاں دلبر
ان آنکھوں نے لگایا ہے مجھے دل نے بجھایا ہے
سب اپنا جان تو اے غم دل و جاں، دین اور ایماں
وے دل سے پرے رہنا دولانے یہ برایا ہے
دل گم گشتہ میرا ہو نہ ہو تیرے[2] کنے ہوگا
بھلا[3] اے چور تو نے ہی لیا میں نے یہ پایا ہے
بہار آئی بہار آئی یہی اک آن کی خاطر
عبث[4] ان عندلیبوں نے چمن میں غل مچایا ہے
کسی کیجے سے تو کہہ ناصحا جو عشق سے بھاگے
کہیں[5] جا بھی پڑے، بک بک کلیجہ کیوں پکایا ہے
جو[6] تیرے دام میں زلفوں کے تھے سو تو نکل بھاگے
کہیں یہ ستم زن داموں ترے ہاتھوں بکایا ہے

---

[1] ع، کہ میں نے سر بسر
[2] ع، تیری بغل میں ہو
[3] ع، نہیں
[4] ع، عبث کیوں بلبلوں نے اس چمن
[5] ع وے یہ ستم زن داموں ترے ہاتھوں بکایا ہے
[6] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

راہ میخانہ کوئی آج مجھے بتلائے   خرد و عقل و قرار و دل و دیں لے جائے
پائے خم میں ہوں میں افتادہ و مینا در دست   کیا تماشا ہو جو وہ شوخ ادھر آ جائے
وہ کہے آ کے اسے کس نے یہاں آنے دیا   ٹھوکریں مار کے اس جا سے مجھے اٹھوائے
اٹھتے ہی گر پڑوں میں پانو پہ اس قاتل کے   اور وہ باندھ پکڑ مجھ کو کہیں لے جائے
پھر تو جو بات بنے اس کو خدا ہی جانے
ہاں[1] مگر سوز اس انداز کو شاید پائے

نہ جانا اس طرف اے سوز وہ خونخوار پھرتا ہے   ترے[2] ٹکڑے اڑانے کو لیے تروار پھرتا ہے
ہمیشہ دیکھتا ہوں صبح سے تا شام اس کو میں   چڑھائے آستیں کوچے میں سو سو بار پھرتا ہے
کوئی[3] محفل میں جاوے تو دل مجروں سے کہہ دیجو   کہ تیرے واسطے قاتل پس دیوار پھرتا ہے
کوئی اب ہاتھ آتا ہے و لیکن سوز روز و شب
دل اپنا ڈھونڈھتا ہر کوچہ و بازار پھرتا ہے

دل مرا مجھ سے جو ملا دیوے   اس کی سب آرزو خدا دیوے
میں تو قربان اس کے ہو جاؤں   صورت اس کی کوئی دکھا دیوے
پھر جو دل دوں تو مجھ سے لیجے قسم   پر کوئی دل کو اس سے لا دیوے
عشق نے جیسا غم لگایا ہے   عشق کو کوئی غم لگا دیوے
درد نے جیسا دکھ دیا ہے[4] مجھے   اس کی فریاد مرتضیٰ دیوے
سوز کیا بک رہا ہے بس چپ رہ
کوئی جو اس سے جا[5] لگا دیوے

---

[1] م، ہاں مگر سوز جو بتلائے تو کچھ بتلائے   [2] م، ترے ٹکڑے ہی کرنے کو   [3] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

[4] ع، دکھ دیا اے سوز   [5] م، جا سنا دیوے

دل بتوں سے کوئی لگا دیکھے   اس[۱] خدائی کا تب مزا دیکھے
کس طرح مارتے ہیں عاشق کو   ایک دن کوئی مار کھا دیکھے
راہ میں کل جو اس نے گھیر لیا   یعنی آنکھیں ذرا ملا دیکھے
مجھ سے شرما کے بولتا ہے کیا   اور جو کوئی آشنا دیکھے
اپنی[۲] اس کو خبر نہیں واللہ
سوز کو کوئی جا کے کیا دیکھے

* * *

تو دل مانگے ہے مجھ سے دل کہاں ہے   یہ اجڑا سا تو اس کا آشیاں ہے
بھلا آنکھوں میں آوے نیند کیوں کر   جہاں رقت سا پنہاں پاسباں ہے
کہو کیا شاد ہوں دنیا میں آ کر   جہاں ...... فریاد و فغاں ہے
صدا گنبد کی سمجھے شیخ صاحب
ارے میاں سوز کا بانگِ فغاں ہے

* * *

آنکھ پھڑکی ہے یار آتا ہے   جان[۳] کو بھی قرار آتا ہے
دل بھی پھر آج کچھ دھڑکنے لگا   کوئی تو دل فگار آتا ہے
مجھ[۴] سے کہتا ہے سنیو او بدنام   تو یہاں بار بار آتا ہے
تیرے[۵] جو دل میں ہو سو کہہ دے صاف   مجھ پہ کیا کچھ ادھار آتا ہے
ابکے آیا تو سب کہہ دوں گا   لیجو میرا شکار آتا ہے
سوز کا منہ مگر نہیں دیکھا
روز سو تجھ سے مار آتا ہے

---

[۱] ع۔ اپنی ہستی کا   [۲] ع، اپنے تن کی اسے خبر ہی نہیں   [۳] ع۔ دل کو صبر و قرار
[۴] یہ شعر ع میں نہیں ہے   [۵] م، تیرے دل میں ہو سو مجھے کہہ صاف

گفتار میں اب ضعف سے آواز نہیں ہے
سمجھے یہ مری بات جو ہمراز نہیں ہے
کہتے ہیں چمن اب کے بہت خوب کھلا ہے
کیا کیجیے ہم کو پر پرواز نہیں ہے
ٹھوکر سے جلاتا ہے تو مردوں[1] کو زمیں کے
اعجاز مسیحائی یہ کچھ ناز نہیں ہے
سینے[2] سے تو گھبرا کے نکل بھاگی مری آہ
اب دل کے سوا کوئی بھی دمساز نہیں ہے
کہتے تو ہیں سب ریختہ اس دور میں لیکن
اس فن میں کوئی سوزؔ سا ممتاز نہیں ہے

* * *

یار[3] سے جا کہو کہ پھر آوے
لے گیا دل تو جی بھی لیجاوے
بند کرتا نہیں زباں ہرگز
کوئی ناصح کو آ کے سمجھاوے
کنج میخانہ جا بسے واعظ
دختر رز کا گر مزا پاوے
کوچۂ یار میں پڑا ہے دل
کوئی مجھ تک اسے اٹھا لاوے
کچھ تو بولو میاں زباں کھولو[4]
سوزؔ بیٹھا رہے کہ اٹھ جاوے

* * *

ترحم کی نظر تجھ سے نہ ہم نے آج تک دیکھی
سبھی باتوں میں تیری[5] کجروی ہی اے فلک دیکھی
نہ دیکھا اٹھ کے ہم خواب عدم سے اس چمن میں کچھ
مگر نیرنگیِ افلاک کھلتے ہی پلک دیکھی

---

[1] ع، قبروں کے گڑوں کو

[2] م، سینے میں سے گھبرا کے مری آہ بھی بھاگی

[3] ع، شوخ

[4] م، زباں سے تم

[5] ع، تجھ سے

یہ نورِ آئینۂ خورشید میں ہے اس کے مکھڑے کا
وگرنہ کس ستارے میں کسو نے یہ چمک دیکھی
کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی میں جو اس کی
کسی[۱] نے شاخ گل میں اس نزاکت کی لچک دیکھی
جھپٹ[۲] کر لے گیا دل شوخ سینے سے نہ تو نکلی
بھلا اے بے مروت آہ تیری بھی کھٹک دیکھی
جگر[۳] تازہ ہر اک پیالے پہ کس کا چیر کر لاؤں
خدائی سے نرالی اپنے بانکے کی گزک دیکھی
بہ صد الحاح میخانے میں کل ناصح[۴] کو میں لا کر
سحر سے شام تک اے تتوز تیری راہ تک دیکھی

کہتے[۵] ہیں دل میں یار بستا ہے   دیکھنے کو تو دل ترستا ہے
کوئی رہبر ہو مجھ کو بتلا دے   کون سا اس نگر کا رستا ہے
عشق ہے تجھ کو شعلۂ ہجراں   ہائے میرا جگر بھلتا ہے
دل کا تو نے کباب مانگا تھا   کل سے یونہیں پڑا ابستا ہے
ایک بوسے پہ بیچتے ہیں لو   جانی اس مول کو تو سستا ہے
آستاں پر تو پڑھ رہے ہیں نماز   کون آ آ جبین گھستا ہے

---

[۱] م، کسی نے اس طرح کی شاخ گل میں کب لچک دیکھی

[۲] ع، جھپٹا مار کے دل لے گیا باہر نہ نکلی تو

[۳] م، جگر تازہ کہاں سے مے خوری کے وقت لاؤں میں   خدائی سے نرالی جان من تیری گزک دیکھی

[۴] ع، واعظ   [۵] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

پیارے آنکھیں تو پوچھ بول۔ بیٹھو   ابھی مت جائیو برستا ہے
کیا یہاں خاکسار سب ہیں گڑے   ہر قدم میرا پاؤں دھنستا ہے
منہ چڑھا آتا ہے آپ ہی آپ کھڑا   ابھی پھر کھلکھلا کے ہنستا ہے
توز کا سر تو ہے ہتیلی پر
کس کی خاطر کمر تو کستا ہے

* * *

صبا یہ شور کیسا ہے۔ بتا ری   چمن میں پھر بہار آئی ہے کیا ری
نہ کیجے اپنے سر پر سے بھی صدقے   یہی تھی تم سے کیا امیدواری
نہ پایا خاکسار اب توز سا کوئی
جہاں کی چھانی ہم نے خاک ساری

* * *

یار گر دل کی طلب گاری کرے   کون سا دل ہے کہ پاداری کرے
لے گیا تو[1] ہی دلِ وحشی کو شوخ   اس سے کہہ دیجو خبرداری کرے
جان تو بہلا[2] کے لایا لب تلک   مرگ سے کہہ دو کہ تیاری کرے
پھینکتا ہوں آسماں پر تیر آہ   کہہ دو خورشید اب سپرداری کرے
شوخ مست ناز و مست شوخ توز   کون اب دل کی خبرداری کرے

* * *

صورت نہیں اس شوخ کی پہچان گر آئے   ہر ذرے میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے
آنکھوں سے مری اشک نہیں آنے کا ناصح   آوے بھی اگر دل سے تو لخت جگر آوے
پھرتا ہوں ترے واسطے میں دربدر اے یار   تجھ سے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آوے
میں منتظر اس وہم میں رہتا ہوں شب و روز   گو شام نہ آیا تو وہ شاید سحر آوے

---

[1] ع، پر
[2] ع، پھسلا کے

گویا دل عاشق بھی ہے اک فیل سیہ مست
رکتا نہیں روکے سے کسی کے جدھر آوے
کہہ کہہ کے دکھ اپنا میں گرا آنکھ سے تیری
اتنا نہ ہوا اس کے تری آنکھ بھر آوے
کوچے میں رقیب اس کے ترے ہاتھ سے اے تتوز
ایسا نہیں دبکا ہے کہ بار دگر آوے

جو کوئی[1] عشق میں نباہ کرے
جھوٹا ہے درد میں جو آہ کرے
سخت[2] مشکل ہے عاشقی کا فن
وہی جانے جو سر براہ کرے
سانس بھریے تو گرم[3] ہوتا ہے
کس کلیجے سے کوئی آہ کرے
اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے
یار[4] بانکا ہے اس قدر اے تتوز
کس کو طاقت ادھر نگاہ کرے

سنگ[5] پر چینی کو پٹکو گر صدا منظور ہے
دل کو عاشق کے نہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے
لوگ کہتے ہیں پری کہتا ہوں میں یہ حور ہے
فی الحقیقت دونوں سے جلوہ صنم[6] کا دور ہے
اے خیالِ یار اس سینہ میں اب مت رکھ قدم
شیشۂ دل سنگ ہجراں سے چکنا چور ہے
کیوں[7] دل نالے کی ہے تجھ کو ہوس اس کے حضور
سانس لینے کا دوانے واں کسے مقدور ہے
دل نے تو میرے سزا پائی پر اب حیراں ہوں یار
آئنے کو اتنا منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے
کوئی[8] تو سمجھے ہے اس چہرے کو مہ اور کوئی مہر
ہم تو سمجھیں ہیں فقط اللہ کا یہ نور ہے

---

[1] م، جو کوئی ہجر سے پناہ کرے   درد سے کس طرح نباہ کرے
[2] م، سب سے مشکل ہے
[3] ع، تو مارے جدھر
[4] ع، ایک ظالم ہے تتوز تیرا یار
[5] ع، خلق کہتی ہے
[6] ع، رتب
[7] م، دل تو نالہ کی ہوس رکھتا ہے اس کے سامنے
[8] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

سوز[1] بندہ ہے خدا کے واسطے آمت ستا
میاں غریبوں کا ستانا صاحبوں سے دور ہے

یار کا جلوہ مرے کیا شہرۂ آفاق ہے   جس کو سنتا ہوں سو وہ دیدار کا مشتاق ہے
ذات پر اس شوخ کی بس ختم ہے معشوقیت[2]   جو بشر دنیا میں ہے من جملۂ عشاق ہے
ان لبوں سے قابلِ دشنام مجھ[3] جیسا نہیں   یہ تلطف ہے کرم ہے مہر ہے اشفاق ہے
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوبؑ کا   تو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے
فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا[4] اے ناصحو
زندگانی[5] سوز کو بن دوست کرنا شاق ہے

ترا غم مرے دل میں معمور ہے   چھپی کب ہے یہ بات مشہور ہے
میاں تجھ سے کچھ زور چلتا نہیں   زمیں سخت اور آسماں دور ہے
خوشی سے نہ جینا ملے ہے نہ موت   الٰہی ہمیں کچھ بھی مقدور ہے
تری یاد میں ڈر کے مارے صنم   کروں کس طرح گرچہ دستور ہے
مبادا تصور کو پہنچے الم   ترے غم سے مینائے دل چور ہے
ملا[6] آج البتہ اس شوخ سے
تبھی دیکھو کیا سوز مسرور ہے

---

[1] م: میں اس کے بجائے یہ مقطع ہے۔
آ خدا کے واسطے مت سوز کو ہر دم ستا   عاشق رنجور ہے، مجبور ہے، مہجور ہے
[2] ع: محبوبیت   [3] ع: مجھ سا اے عجب   [4] ع: تجھے ناصح بھلا
[5] م: زندگی عاشق کے تئیں بے عشق کرنی شاق ہے
[6] م: ملا آج شاید کہ اس شوخ سے   تبھی منہ پہ اس شوخ کے نور ہے

زندگانی ہے دیا زندان ہے　　جی نکلتا کیوں نہیں آرمان[1] ہے
مجھ کو حیرت ہے حجاب ابر میں　　برق ہے یا گوشۂ دامان ہے
[2]اے خیال یار ٹک رہنا پرے　　میرے دل میں آمد پیکان ہے
[3]جا کے دیکھے کوئی اس کے سامنے　　جی بچا لاوے یہ کیا امکان ہے
[4]جان تازہ ہووے سنتے شعر کے　　سوزؔ جی رہ تو کسی کا جان ہے

خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی یاں دشوار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
اور کچھ توشہ نہیں پر حسرتِ دیدار ہے

جو اوقات اس تنگدستی سے گزرے　　تو نوجاں ہم ایسی ہستی سے گزرے
خدا کی قسم پھر خدا ہی خدا ہے　　اگر خود تو اس خودپرستی سے گزرے
گدائی کے عاشق، نہ طالب شہی کے　　ہم ایسی بلندی و پستی سے گزرے
چھری تو چلاتا ہے ٹک تھم کے پیارے　　تمھاری ہم اس تیزدستی سے گزرے

غم ہے یا انتظار ہے کیا ہے　　دل جو اب بیقرار ہے کیا ہے
وائے غفلت نہ سمجھے دنیا کو　　یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے

---

[1] ع: "نادان"

[2] [3] [4] یہ شعر ع میں نہیں ہیں

کچھ[۱ہ] تو پہلو میں ہے خلش دیکھو   دل ہے یا نوکِ خار ہے کیا ہے
قفسِ[۲ہ] تن تو جل کے راکھ ہوا   آہ ہے یا شرار ہے کیا ہے
کھینچ کر تیر مار بیٹھے بس
سوز ہے یا شکار ہے کیا ہے

تنگ[۳ہ] اب سمجھے ملاقات مری   مفت ضائع ہوئی اوقات مری
گالیاں چاہیے جتنی دیجے   کم نہ ہو جاوے گی کچھ ذات مری
کل جو میں سوز کو روتے دیکھا   بن گئی دو سے کی گھات مری
اس کی خدمت میں ادب سے میں نے   عرض کی دیکھی کرامات مری
ہم نہ کہتے تھے کہ دل آپ نہ دیں   بندگی قبلۂ حاجات مری

نہ[۴ہ] ملیے ہم سے ولے جی سے مہرباں رہیے   خوشی سے رہیے مرے مہرباں جہاں رہیے
نہ شہر میں اسے آرام ہو نہ صحرا میں   دل حزیں کے ہاتھوں بھلا کہاں رہیے
ستم پناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھ   جو باوفا ہو اسی سے یوں بدگماں رہیے
خدا کے واسطے اک تیغ اور جڑ قاتل   کہاں تلک ترے دھڑکے نیم جاں رہیے
سنا نہ سوز زمانہ تو ناتواں بیں ہے
جو ہو نمود کی خواہش تو ناتواں رہیے

[۱ہ] [۲ہ] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

[۳ہ] [۴ہ] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

[۱] خدا کے واسطے پھر پھر سلوک یار مت پوچھو
جو کچھ گزری سو گزری دل پر اب اظہار کیا کیجے
میاں یہ سوز تیری دید کا مشتاق ہے پیارے
نہ جی ایسے نماتی کے تئیں بیزار کیا کیجے (کذا)

[۲] تو نے جو کچھ دل میں ٹھانا ہے (کذا)   سو تو ہم نے کبھی کا جانا ہے
پاس سے دل کے دور ہو اے غم   اس کو مت چھیڑیو لگانا ہے (کذا)
روتے روتے ہی گزری ساری عمر   کیوں میاں کیا یونہی گھلانا ہے
کیا نصیحت کسی کی مانے یہ   ہاں جی ایسا ہی دل دوانا ہے
سوز کو ہیں جس طرح چاہے
اب تو تو نے غریب جانا ہے

[۳] گر گدائی کیجیے تو بوسۂ محبوب کی   ورنہ مثل سوز ناحق جگ ہنسائی کیجیے

[۴] خیال داغ جگر کا نہیں دماغ مجھے   خوش آئے کون سی آنکھوں سے سیر باغ مجھے
دل اسیر کا احوال مجھ سے مت پوچھو   بتاوے کون کہاں اس قدر فراغ مجھے

ہیچ کافر کو خدا عاشق خوباں نہ کرے   جب تلک ان کو جفاؤں سے پشیماں نہ کرے
دل بے رحم تجھے کچھ بھی مروت آئی   پرورش تیری کوئی گبر و مسلماں نہ کرے

---

[۱] [۲] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں
[۳] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[۴] یہ غزل م، میں نہیں ہے

بھر بھر آئے ہی ہر اک پل میں یہ چشم خوں بار   دل میں ڈرتا ہوں کہ کچھ اور یہ طوفاں نہ کرے
تیرے ہاتھوں سے بہت سوزؔ کا دل گھبرایا
کیا کرے کوئی اگر چاک گریباں نہ کرے

حلقۂ زلف گرہ گیر مبارک ہووے   لے لے دیوانے[1] یہ زنجیر مبارک ہووے
کچھ[2] تو تاثیر کرے دل میں صنم کے یارب   آہ یہ نالۂ شب گیر مبارک ہووے
خاک تودے کو بھلا لذت پیکاں سے کیا   ہدفِ دل کو ترا تیر مبارک ہووے
میں[3] بھی کڑھتا تھا بہت ہجر میں اور جلتا تھا   اب تو دلبر سے ملا میر مبارک ہووے
تاقیامت رہے صیاد ترا دام آباد   میں تو پہلا ہی ہوں نخچیر مبارک ہووے
قدم یار تلک پہنچوں تو پارس ہی رہوں   لے ہوس اب تجھے اکسیر مبارک ہووے
شادی و عیش و طرب ہووے[4] زمانے کو نصیب   سوزؔ کو ماتم شبیر مبارک ہووے
اُس[5] کماں دار کے ہاتھوں سے کوئی بچتا تھا
سوزؔ لاگا نہ تجھے تیر مبارک ہووے

جو[6] کوئی آپ سے وفا نہ کرے   دوستی اس سیتی بلا نہ کرے
یوں سنا ہے کہ غیر ملتے ہیں   اے نہ یو مت کہو خدا نہ کرے
تو ہی انصاف کر تو اے ظالم   ایسی باتوں سے جی جلا نہ کرے
بس جی بس بیٹھو ہم نے دیکھ لیا   پھر خدا تم سے آشنا نہ کرے
کیا ہی عشرت میں زندگانی کی
سوزؔ کو دل اگر خفا نہ کرے

---

[1] ع، لے لے دل تجھ کو   [2] و [3] یہ شعر م میں نہیں ہیں   [4] ع، خلق کو دے میرے خدا
[5] یہ شعر م میں نہیں ہے   [6] یہ غزل م، میں نہیں ہے

عاشق[۱] زیادہ اس سے کیا آرزو کرے
تیری نگہ کی تیغ سے حق سرخرو کرے
ناصح نہ سی سکے گا مرے لخت دل کے تئیں
ٹکڑے کو لعل کے کوئی کیونکر رفو کرے
واعظ کی شیخی دم میں نکل جائے گی ابھی
قاتل کو میرے کوئی اگر رو برو کرے
آتا ہے کرم سے ابے آ ادھر تو آ
یہ آرزو ہے سوزؔ خدا یہی کبھو کرے (کذا)

دختر[۲] رز کو جو کچھ میں نے کہا مان گئی
جب میں چھیڑا تو کہا ادہی مری جان گئی

شل نے ہر استخواں میں درد کی آواز ہے
کچھ نہیں معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے
ایک باری دھک سے ہو کر پھر نہ نکلی جی[۳] سے سانس
کس شکار انداز کا یہ تیر بے آواز ہے
سبزہ پامال بتاں زلف بتاں ہر فرش راہ
کیا خرام ناز ہے کیا ناز کیا انداز ہے
قتل کرنا مار ٹھوکر پھر جلانا آفریں
معجز عیسیٰ ترے غمزے کا یا انداز ہے
بات کرنا اور سے دل چھین لینا اور کا
سحر ہے افسون ہے اعجاز ہے ہاں ناز ہے
میں کروں اظہار عشق اس منہ سے جل جاوے زباں
اپنے غم سے پوچھ میرا وہ ہی محرم راز ہے
قیس اور فرہاد پر موقوف جانبازی نہیں
جان پر جو اپنی کھیلے گا وہی جانباز ہے
دل[۴] کراہے یا کرے آہ و فغاں طاقت کسے
گاہ گاہ ہی چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے
دل[۵] نہیں رہنے کا اب اس تن میں سن لو اشک و آہ
اس نگر کی اس کو یہ آب ہوا ناساز ہے
اس فرشتہ شکل پر کتنا ہے کھونا میر سوزؔ
بے پر و بالی میں جس کی عرش تک پرواز ہے

---

[۱] یہ غزل م میں نہیں ہے

[۲] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

[۳] م: دل سے پھر نکلی نہ سانس

[۴] [۵] یہ شعر ع میں نہیں ہیں۔

[۱] بیٹھنے پائے نہ آتا ہوں ابھی کہ کر چلے　　میں تمھاری زرگری سمجھا بلے آغا بلے
تو چلا دامن چھڑا کر پر تصور میں ترے　　ہم بھی رو ویں گے کسی گلبن کے لگ لگ کر گلے
کون سے دن خوش کیا مجھ کو بلائے جان ہے　　دل کو لے جانا ہی ہے جاؤ کہیں آفت ٹلے
پاس بیٹھے دل کو لتنے میں چرا کرے چلے　　دیکھنے میں ہو تو بھولے پر بڑے ہی من چلے

---

[۲] آواز تو دے لے دل مغفور کہاں ہے　　سینہ تو دل کا ہے بہت دور کہاں ہے (کذا)
خورشید کو گو چرخِ چہارم پہ چڑھایا　　پر میرے صنم کا سا بھلا نور کہاں ہے
ہر قطرۂ خوں بر سرِ مژگاں ہے جھلکتا
یہ لختِ دلِ سوز ہے منصور کہاں ہے

---

[۳] تلخ لگتی ہے مجھے بات تری　　دیکھی بس شیخ کرامات تری
مجھ کو کہتا ہے یار سے مت مل　　خاک کٹتی ہے نہ اوقات تری
کیا کریں داؤ نہیں لگتا ہے　　ورنہ کرنا ہے مدارات تری
اب بھی چونکوں گا نہیں .....　　کبھی تو ہو گی ملاقات تری
سوز دل میں جو .... ہے تو
اس کو معلوم ہے حالات تری

---

[۴] ادھر سے جائیو تابوت جس کوچے میں بانکا ہے
کبھی پوچھے یہ مردہ کون ہے کشتہ کہاں کا ہے
قضا سے یہ موا یا نوجواں بانکے نے مارا ہے
یہ لڑکا یا جواں یا پیر ہے کس خانماں کا ہے

---

[۱] [۲] [۳] [۴] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

اے جمدھر سے مارا یا کہ تیغوں سے کیا ٹکڑے
دیا تیروں سے چھیدا یا کہ یہ بسمل سناں کا ہے
بلا سے پوچھنے سے اس کے میری روح خوش ہوگی
گھڑی رہ جا کے کہیو کشتہ اپنے مہرباں کا ہے
یہی کہیو نہیں ہم جانتے یہ کون ہے صاحب
ولیکن سوز رہتا تھا جہاں یہ اس مکاں کا ہے

گو[1] نہ ہو لالہ و گل دیدۂ خوں بار تو ہے — کام گو تلخ ہوا شربتِ دیدار تو ہے
باغباں گو کہ ہمیں بار نہ دے گلشن میں — جھانک لینے کو بھلا رخنۂ دیوار تو ہے
گو متاعِ غم و اندوہ نہیں لیتا کوئی — کیوں تو کڑھتا ہے بھلا درد کا بازار تو ہے
لب سے لب گو نہ ملا سوز خوشی رہ بھائی
تیرے سینے کے لیے وہ لبِ سوفار تو ہے

حضرتِ غم جان کے پیچھے نہ پڑیے جائیے — پانو پڑتا ہوں قدم رنجہ نہ یاں فرمائیے
صبر و طاقت دین و ایماں لے چلے اب کیا رہا — دل نہ دوں گا اور فرمائش ہو سو فرمائیے
گھورتے کیا ہو میری تقصیر خوب انصاف کی — دل بغل میں داب کے اٹھا[2] ہمیں دکھائیے
لو سدھارو[3] اب نہیں برداشت ہم کو جور کی — تم تمام ہوتے نہیں ہو کب تلک غم کھائیے
بس چلے پیچھا نہ پھر کر دیکھیے چلیے شتاب — پر ہمارے دل کو بائیں ہاتھ سے دے جائیے
آج کل کا قول کرتے ہو دیتے نہیں — جھوٹ کہہ کر فائدہ کیا جو ہمیں بہکائیے
سوز آوے گا تو وہ سر توڑ کرے گا وہیں
دیکھو وہ آتا ہے اچھا آئیے جی آئیے

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے [2] م، بغل میں رکھ کے [3] یہ شعر م، میں نہیں ہے

عشق تو کرتے کیا واقف نہ تھے اس چال کے   اُڑ گئے ہوش و حواس آوازے خلخال کے
دیکھیو طالع دم آخر ملی سو یہ مراد ،   ہاتھ منہ پہ رکھ لیا بوسے سو اس جنجال کے
مجکو کہتا تھا کہ تو کڑھ کڑھ نہ مر آتا ہوں میں   جاں بہ لب آیا نہ آیا صدقے اس جنال کے (کذا)
ایک ٹھوکر میں ہزاروں سر لڑھے مانند گو   روز محشر کیوں نہ ہو قربان ایسی چال کے
وقت آخر سوز کے پہلو سے کہہ کر اُٹھ گیا
کس جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس بدحال کے

کس[۴۱] گنہ پر قتل کر بیٹھو بتاؤ تو سہی   مار تو ڈالو گے پر ٹک پاس آؤ تو سہی
دل میں رکھنا دشمنی ہے صاحب یاں سے دور   گر تمھارے دل میں ہے ہم کو بتاؤ تو سہی

کیا[۴۲] میرے لبوں پہ جان پہنچی   ہے ہے یوں موت آن پہنچی
کیا جان چھپا رکھی تھی لیکن   یہ بھی اس تک ندان پہنچی
آنسو کی ...... رکھی ہے   تو یہ بھی اس کے کان پہنچی
کیا لخت جگر ہیں اس میں گوندھے   رکھیو میرا نشان پہنچی
پہنچا تو نکال بھی بہا دوں   نہیں میں تو جوان پہنچی (کذا)
ہے پیش نگاہ آ گئے آگے   یہ سوز کی اب تو شان پہنچی
کل سوز سے اور اس سے جو ہوئی
تم تک بھی یہ داستان پہنچی

مری[۴۳] آہ سے آسماں سب بنائے   مرے اشک نے یہ سمندر بہائے
مرے غم نے یہ رات کالی نکالی   مرے درد دل نے یہ دن ہی دکھائے

[۴۱، ۴۲، ۴۳] یہ غزلیں م ، میں نہیں ہیں

کھلیں آنکھیں میری تو جھمکے سے اس کے
قضا نے وہیں چاند سورج بنائے

مر گئی[1] بلبل چمن میں سایۂ گل کے تلے
برگ گل بچھوائیو مرقد میں بلبل کے تلے
میرے دل کی بیقراری کو وہی سمجھے گا ہاں
ایک دم بیٹھا جو ہو تیغ تغافل کے تلے
اژدہے کا ایک من ہوتا ہے جانے ہے کہ جو
لاکھ من ہیں دیکھ لو افعی کاکل کے تلے
اب بچھا لو چاندنی قالین نمد جی میں ہو
خار ہی کا بسترا ہے عاقبت گل کے تلے
مے کدے کے مغ بچوں کو یہ نصیحت ہے سنو
گاڑ دیجو نعش کو میری خم مل کے تلے
کوئی صاحبدل ہوا یا سوز دنیا سے اٹھا
شور محشر ہو گیا خاموش اس غل کے تلے

بھلا[2] اب دل تمھیں دوں پھر جو میں مانگوں تو لوں کس سے
تمھاری سب حمایت میں ہیں میں دعوا کروں کس سے
نگاہ و غمزہ و آن و ادا سب دشمن جاں ہیں
مروت ایک بھی کرتا نہیں یہ دکھ کہوں کس سے
سناں مژگاں دکھاوے اور ابرو تیغ جھلکاوے
یہاں سوزن اے دوستو بولو لڑوں کس سے (؟)
جنھیں آنکھوں میں پالا وہ تو اب . . . .
کوئی قطرہ نہیں میرا ڈھلاؤں اپنا خوں کس سے
رفیقوں سے یہ دکھ کہنا سو وہ بھی اب الگ بیٹھے
رہا اک سوز دل وہ بھی جلاتا ہے کہوں کس سے

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں

خونِ[لہ] دل جوش کھا اگر نکلے
تو مری جان کا خلل نکلے
دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے
پر یہ کہیو کہ جان پیاری ہے
غم کی آنکھیں بچا کے ٹل نکلے
یہی انصاف ہے تو سوز ہمیت
تیری محفل سے آج کل نکلے

یوں[ٹہ] تو سحر سے شام تلک جا بجا پھرے
لیکن خدا نخواستہ اس طرف آ پھرے
برگِ خزاں کی طرح پھرے دست دست ہم
ہر کوچہ کوچہ ڈھونڈتے تیرے گدا پھرے
کہتے ہیں لے رو یہی حق میں سوز کے
یہ کون ہر کہیں پیچھے کسی کے لگا پھرے
پھرنے کا دیکھے گا نہ مزا سوز دیکھیو
دو روز اور جی لے یہ اچھا بھلا پھرے

نہ آہ[ٹلہ] سرد پہ بھولو جگر میں میرے آتش ہے
کہ سینہ میں خیال دل ربائے شوخ ہوش ہے
مجھے یار و ضعیف و ناتواں ہرگز نہ سمجھو تم
مرا دل تو محبت کا بلاکش ہے جفاکش ہے
عزیزو تم زباں اپنی سنبھالو مت کرو غیبت
میں سب سنتا ہوں گرچہ میرے اوپر حالتِ غش ہے
سنبھل کر جائیو کوچے میں اس کے سب سے کہتا ہوں
وہ غارت گر ہے ...... اور سرکش ہے
ہمیشہ سوز کو شادان و فرحاں ہم نے دیکھا تھا
خدا جانے کہ پیش آیا ہے کیا جواب مشوش ہے

لہ ٹہ ٹلہ یہ غزلیں ر ، م ، ا میں نہیں ہیں۔

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے
آج دل بھولا بھولا جاتا ہے
اور تو اور کیا کہوں صاحب[1]
پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے
اے تو اب ہچکی بھی لگی آنے
یاد اپنی سب مجھے دلاتا ہے
اے[2] غم انتظار تو اور جائے
تو مرا مفت جان کھاتا ہے
جان[3] کا تو ہے میری عزرائیل
تو زبس منہ کو کیوں کھلاتا ہے
کبھی[4] ڈہکانے کے لیے مکر
ہونٹ کے پاس ہونٹ لاتا ہے
دیکھ[5] رغبت کو پھر ادھر ہٹ کر
منہ بناتا ہے اور چڑاتا ہے
ہائے[6] کیا اس کا چھیڑنا بھی مجھے
دل و جان و جگر سے بھاتا ہے

کوئی[7] جاتا ہوں میں و لے اس سے
پھر کہو آج تو ز جاتا ہے

* * *

دل مجھے یاد غم دلاتا ہے
سوتے دشمن کو پھر جگاتا ہے
تیر مارے تو میں نہ کچھ بولا
اب تو شمشیر ڈراتا ہے
یا الٰہی تو صبر ہی دیجو
دیکھوں کب تک یہ آزماتا ہے
مجھ[8] سے دل مانگتے ہو اس منہ سے
کیا تمھارا ادھار آتا ہے
اپنے[9] ہاتھوں سے ذبح کر راضی
پر رقیبوں سے کیوں مرآتا ہے
بات کرنے دے مجھ کو اس سے رقیب
تو گلا کیوں عبث دباتا ہے
مجھ کو خاطر ہے اس کی کیا بولوں
ورنہ ایسا ہی جی میں آتا ہے

---

[1] ع، تم سے

[2] [3] یہ شعر ع میں نہیں ہیں

[4] [5] [6] [7] یہ شعر م میں نہیں ہیں

[8] [9] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

کہ ترا ٹیٹوا پکڑ کے دباؤں   اور تو بولے جان جاتا ہے
میں تو بیٹھا ہوں دیکھ اپنا مزہ
اب کوئی دم کو سوز آتا ہے

جس[۱] نے کچھ آپ کو پہچانا ہے   اس نے اپنے خدا کو جانا ہے
قیس و فرہاد و لیلی و شیریں   سنتے آئے ہیں سب فسانا ہے
تھے کبھی اب کہاں ہیں بتلاؤ   میاں خدا ہی سے جی لگانا ہے
جو ہمیشہ سے ہے قائم و دائم   جس نے پیدا کیا زمانا ہے
کیوں تو مجنوں کو نام رکھتا ہے
سوز تو بھی بڑا دوانا ہے

عاشقی[۲] کا گر یہی اسلوب ہے   تو تو اس جینے سے مرنا خوب ہے
کوئی کہتا ہے کہ عاشق ہے کہیں   کوئی کہتا ہے نہیں مجذوب ہے
کوئی کہتا ہے جفاکش ہے ترا   ہاں جی اپنے وقت کا ایوب ہے
کوئی کہتا ہے بہت روتا ہے یہ   کیا بلا ہم طالع یعقوب ہے
کوئی کہتا ہے نہیں آنکھیں تو دیکھ   کس کا رونا .... ہے
الغرض ہے ....   ____________

دلا جب سے گیا تو بر سے پھر صورت نہ دکھلائی
جگر سے یوں جگر ملتے ہیں دنیا میں بھلا بھائی

---

[۱] [۲] یہ غزلیں م: میں نہیں ہیں۔

ابھی مذکور تھا کچھ بانکپن کا نوجوانوں سے
اکڑنے کی طرح انگڑائی لے کر کچھ تو دکھلائی
نہ کچھ[1] بخشا نہ کچھ چکھا ادھر پھینکا ادھر پھینکا
مرا دل تکے تکے کر طبیعت اپنی بہلائی
ٹٹولے سے بھی اب چاک قفس سوجھا نہیں جا
یہ کیسا شور ہے اے عندلیبو کیا بہار آئی
نہیں معلوم دیتا صاف کھڑا[2] اس پری رو کا
سرشک خون جم جم سے گئے آنکھوں کی بینائی
اثر البتہ ہووے گر جگر سے تا بہ لب آوے
رہے[3] اب آہ کرنے کی رہی کس میں توانائی
جلاتا[4] تھا خدا کا نام لے کر مرُدے کو جب عیسی
صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی
چلو[5] اے عندلیبو اپنے اپنے آشیاں کو اب
چمن سے پھر صبا نے گل کی بو صحرا میں مہکائی
ادھر تو تیغ خوں آلودہ تھی[6] قاتل کے قبضے میں
ادھر تڑپھے تھا سوز اور ایک عالم تھا تماشائی

---

[1] م: نہ بھونا ہے نہ چکھا ہے
[2] ع: چہرہ
[3] ع: یہاں
[4] [5] یہ شعر م میں نہیں ہیں
[6] ع: میں تینوں جگہ تھی کے بجائے تھے

گر نور وگر ہے نار تو ہے گر سوز وگر شرار تو ہے
چھپتے ہو جی چھپو گے ایسے پنہاں ہو کہ آشکار تو ہے
آپہی معشوق، آپہی عاشق گر بوس وگر کنار تو ہے
روٹھے آپہی منے ہے آپہی گر طیش وگر ہی پیار تو ہے
ہے تری کیف دو جہاں کو (کذا) گر نشہ وگر خمار تو ہے
مکرر وہ نہیں اگر کہوں میں گر نقش وگر نگار تو ہے
گو حکم ترے سے ہو خزاں پر اس میں کی چھپی بہار تو ہے
لا احصی شان ہے تری یار
گر ایک وگر ہزار تو ہے

عبث[1] بے فائدہ کیا کام کیوں ناصح ستاتا ہے
نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے
اگر تو پارسا ہے آپ کو ہے، مجھ کو کیا حاصل
اسی تقریب میں اپنے پرائے تو جتاتا ہے
میں عاشق ہوں تو اپنے آپ کو ہوں تجھ کو کیا بابا
جلا تو دل مرا کس واسطے تو دل جلاتا ہے
میں جانوں اور میرا عشق تجھ کو کیا پرے دور ہو
وہ مجھ کو بھونتا ہے خواہ وہ تکے لگاتا ہے
تو قدرِ سوز کیا جانے کسی کا جا کے عاشق ہو
پھر اس کے بعد دیکھوں کس طرح باتیں بناتا ہے

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

منہ لگانے سے مرے کیوں تو خفا ہوتا ہے
جان من بوسہ کے لینے سے تو کیا ہوتا ہے
ایک چٹکی ہی کے لینے میں کھلی دل کی گرہ
ناخن شوخ عجب عقدہ کشا ہوتا ہے
دل سے مطلب تھا لیا پھر تو نہ آوے گا یہاں
جان باقی ہے ابھی دیکھیے کیا ہوتا ہے
وصل کی شب میں کوئی خوش ہو مجھے یہ غم ہے
کہ ترا ہجر مرے دل سے جدا ہوتا ہے
شیشۂ دل جو ہوا چور تو مت غم کھا یار
عالم کیف میں سو بار کہا ہوتا ہے

زلف ہے یا جان کا جنجال ہے   جنبش ابرو ہے یا بھونچال ہے
ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا   کہنے لاگا ہیں بے یہ کیا چال ہے
بس و دانا مت ہو اپنے تئیں سنبھال   ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

میں تجھ سے کہہ نہیں سکتا سخن اے یار نازک ہے
نہ باندھ اس دل کو تارِ زلف سے وہ تار نازک ہے
انار دل کے لینے پر مٹی ہیں یار کی آنکھیں
کہو کیوں کر نہ دوں میں خاطر بیمار نازک ہے
ادا کر اس چمن میں نالہ ٹک آہستہ اے بلبل
نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے

کہوں کیا موجب غم تجھ سے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا غم ہے سواے غمخوار نازک ہے
کروں میں حال دل کس طور ظاہر سخت مشکل ہے
کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے
مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پر
سمجھ ناداں کہ تار دوستی بسیار نازک ہے
بتوں کی بات پر کیوں چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو اے سوز کافر رشتۂ زنار نازک ہے

جز تیرے کوئی اور مرا یار نہیں ہے
خوباں میں کسی ساتھ مجھے پیار نہیں ہے
ہر مو سے مرے نکلے ہے آوازِ انا الحق
پر دل کے سوا کوئی خبردار نہیں ہے
سینہ کو مرے تختۂ گلشن نہ سمجھنا
پر داغ ترے غم کے ہیں گلزار نہیں ہے
عاشق کی ترے جان کو آرام ہو کس طرح
دل میں خلش عشق کم از خار نہیں ہے
مارے ہے تو گو سامنے آ اسکے دم عشق
ہاے سوز وہ اس طرح کا خونخوار نہیں ہے

نہ نکلے چرخ پر خورشید گر وہ خودنما نکلے
کہاں منہ اس نے پایا جو مقابل اس کے آ نکلے
تجھے کہتا ہوں اے جراح سیجو ہاتھ رکھ کر تو
مبادا زخم کاری ہیں کہیں ان سے ہوا نکلے
ستم جینا کیا ہے سنگدل نے کیا کہوں تجھ سے
کیا ہی قتل جن جن کو وہ سارے آشنا نکلے
غریبوں پر نہ کیجے جور کچھ خوف خدا بھی ہے
مجھے ڈر ہے کسی دل سے مبادا بد دعا نکلے
نہ بیٹھے شیخ کے ہمسایہ کتا بھی اگر اس کے
پر سرخاب کی جا گر کہیں بال ہما نکلے
نہ اس کے ہاتھ تھے نہ پاؤں تھے نہ سر تھا اے یارو
پڑا تھا سوز کا لاشہ ادھر کو ہم جو جا نکلے

جان آساں نہیں نکلتا ہے
آہ ارماں نہیں نکلتا ہے
جاں بہ کف تو کھڑے ہیں در پہ سب
آفت جاں نہیں نکلتا ہے
لاکھ سوراخ دل میں کر دیجے
تیرا پیکاں نہیں نکلتا ہے
خرمن[1] عمر تو جلا دوں پہ
برق داماں نہیں نکلتا ہے
یاد میں کس کی ہو گیا جاں ساز
سوز کا جاں نہیں نکلتا ہے

میرے سینہ کا داغ جلتا ہے
لوگ جانے چراغ جلتا ہے
بلبلو تم بھلیں کہ پروانہ
دیکھو کیا باغ باغ جلتا ہے

اس زمانے میں کون ہے یارب
جس کے گھر کا اجاغ جلتا ہے
ایسی[2] کرتا ہے بات تو ناصح
جس سے دل اور دماغ جلتا ہے
کہیں دیکھ آیا ہے مستی ہوتے
سوز کیا با فراغ جلتا ہے

روز ازل سے سوز تمہارا غلام ہے
مشرب میں اس کے غیر کا ملنا حرام ہے
کہتے ہیں لوگ سوز بڑا پارسا ہے ہاں
رمضان کے دنوں میں بھی شرب مدام ہے
مقصود اس کو بھوننا یاں تک کہ راکھ ہو
اچھے دل برشتہ کو کہتا ہے خام ہے
ٹھوکر میں جس کی زیر زمیں والے جی اٹھے
نام مسیح آج ترے پا کا نام ہے
مارا پڑا ہے سوز کہ جاتے ہیں دوڑے لوگ
کوچہ میں اس کے آج بڑی دھوم دھام ہے

---

[1] ع: خرمن غم تو میں جلا دوں پہ

[2] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

کس دل جلے کی تیرے تئیں[1] بد دعا لگی　　اے شمع آہ اب تو ترے سر پہ آ لگی
پھر پھر کے شعلہ رونے جلایا جہان کو　　یہ آگ رفتہ رفتہ بہت دور جا لگی
بندے کی بندگی کا کسی کو یقیں نہیں[2]　　یارو خدا کے واسطے بولو خدا لگی
میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا　　یہ آنکھ کیا لگی مرے جی کو بلا لگی
بس اے طبیبو ہاتھ تم اب سوز سے اٹھاؤ
اتنے دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

ہر بات میں جو ہم[3] سے صنم تو خفا رہے　　تو عاشقوں کے بیچ مری[4] بات کیا رہے
واعظ بھی وعظ بھول کے پینے لگے شراب　　ساقی جو ایک روز بھی ایسی ہوا رہے
معلوم ہوئے اس کو دو عالم کی کائنات　　کعبے کو چھوڑ کر جو کوئی دل میں آ رہے
اے دل تو راہ میرے مسافر کی بس نہ روک　　یہ طفل اشک تہ مژے میں کب تک چھپا رہے
کس واسطے تو مجھ سے الجھتا ہے ہر گھڑی　　جاتا ہوں تیرے کوچے سے میری بلا رہے
پاؤں تلک اگر وہ ترے پائے دست رس　　خوں میں تمام عمر ہی ڈوبی حنا رہے
لیل و نہار آرزوے سوز ہے یہی
اس کا ہو رو سیاہ جو تجھ سے جدا رہے

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے　　جدھر ہو مہر تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے
دکھاؤں داغ جو لالہ کو اپنے سینہ کے　　قسم خدا کی وہ میرا جگر نہ دیکھ سکے
سرشک آنکھوں سے نکلے وے ہوئے پامال　　یہ طفل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے

---

[1] ع، آج تجھے
[2] ع، ہے
[3] م، مجھ سے
[4] م، تری

ابھی[1] تو گل سے ہم آغوش ہیں ہزاروں خار
وہ کس طرح مجھے بے بال و پر نہ دیکھ سکے
یہ[2] سنگدل ہے تو ہی جو خوشی سے ہنستا ہے
وگرنہ سوز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

کوئی[3] کہہ دو مرے میاں سے
عاشق ہوں ہزار جاں سے(؟)
کچھ اور گزک پہ کر نہ رغبت
ہر ایک کا چکھ مزا زباں سے
اے بلبل گل پہ ناز مت کر
مت دل کو لگا تو گلستاں سے
سایہ کی طرح خزاں لگی ہے
ہر آن بہار گلستاں سے
ایسے بیری کے ہاتھ سے ہائے
رہنے پاوے گی تو کہاں سے
میں تو اتنی کہی ہے تجھ سے
پر سنیو تو سوز کی زباں سے

بکتا ہوں میں اگر وہ قدرداں[4] مول لے
کیا مفت جنس ہے یہ مری جان مول لے
بازار عشق کا ہے مرے ہاتھ اے جنوں
میں بیچتا ہوں تو یہ گریباں مول لے
حسرت ہے غم ہے سوز ہے آہ و فغاں ہے
کچھ تو بھی اپنے[5] عشق کا ساماں مول لے
میں کیا ہوں ایک سوختہ مجھ سے تو سو ہزار
چاہے تو ایک آن میں سلطان مول لے
یوسف سے ہیں کروڑ اسیر اس کے عشق میں
اے شام تو یہ زلف پریشاں مول لے

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے

[2] م، یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہے (ورنہ) عزرائیل
کبھو ہی سوز (کو) یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

[3] یہ غزل م میں نہیں ہے

[4] م، مہرباں

[5] ع، آج

آئی جو ہے چمن میں تو مل[1] کر نسیم سے   اے عندلیب غنچۂ خندان مول لے
[2]اے بادشاہ حسن بہت کام آئے گا
دل دے کے تو یہ سوز سا انسان مول لے

* * *

اس تنگ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہے   ہے صید نیم جاں اسے تکبیر شرط ہے
ہر چند بے تلاش نہیں کاروبار دہر   کرنا اسے حوالۂ تقدیر شرط ہے
جس گلشن جہاں میں کہ صیاد کا ہو خوف   رہنا برنگ بلبل تصویر شرط ہے
ہاں مثل گل شگفتہ نہ ہو غنچہ ساں خموش   ماتم سرا میں صورت دلگیر شرط ہے
اتنا کہا تھا سوز نے ابرو ہے یا کہ تیغ
کہنے لگا لگاؤں میں شمشیر شرط ہے

* * *

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیتابی سے محرم ہے
میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے
چلو اے اشک آگے ساعت اچھی ہے ہماری بھی
جگر دل جان کے ہمراہ چلنا بھی مصمم ہے
خدا ہی جانے یا دل جو گزرتی ہے مرے جی پر
بلے درد درونی سے کسی کے کون محرم ہے

---

[1] م، تو اب مل نسیم سے

[2] م، اے شوخ بے خبر نہ ہو اتنا تو عشق میں
دل دے کے تو بھی سوز سا انسان مول لے

دل و دیں جان و ایماں صبر طاقت کھو چکے کب کے
یہ مشت استخواں باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے
اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں کوئی
ولے غصہ میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے
کسی[1] نے اس سے پوچھا سوز سے بھی آشنا ہو تم
لگا کہنے کہ وہ ایک قدیمی میرا خادم ہے (کذا)

اے[2] طبیبو یہ تو بتلا دو کہ کیا درد ہے　　دل پڑا بھنکتا ہے اس پر آہ میری سرد ہے

مکر[3] جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے　　سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
بنائی دستِ قدرت سے خدا نے صورتِ انساں　　ولے میرا چھبیلا دیکھیو سانچے میں ڈھالا ہے
سخنداں سرو قامت اور بھی محبوب ہیں ہاں پر　　ولے میرے ہی بالا کا سب میں بول بالا ہے
تم[4] اس سبزے کو بتلاتے ہو خط ہے خط نہیں سوچو　　یہ خط ہے احمقو یا چاند کے مکھڑے پہ ہالا ہے
اٹھا[5] بس ہاتھ دل سے کیا کسی کی جان لے لے گا　　ابھی لگ جائے گی ٹھیس آہ ظالم زخم آلا ہے
سبھوں[6] کو قتل کر کے میری باری منہ چھپاتا ہے　　بنے کیا اب کی باری دیکھیے باری تعالا ہے
اٹھا کر سوز کو محفل سے میرا نوجواں بولا
کہ پیروں کو منا کر میں نے اس بڈھے کو ٹالا ہے

---

[1] [2] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔
[3] م، قاتل نے مرے کیا
[4] یہ شعر م، میں نہیں ہے
[5] [6] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

بیمار کی آج اپنے سرِ شام خبر لے   اس رات خدائی ہو تو ظالم یہ سحر لے
پیغمبرِ حسن آکے تجھے بولیں گے عشاق   قرآن کی صورت جو خط اس منہ پہ اتر لے
ہے تنگ زمانے میں بہت عمر کا عرصہ   اس میں عمل نیک کیا چاہیے تو کر لے
دکھ دے نہ کسی دل کے تئیں باغِ جہاں میں   گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے
خاک اس کی پرکھ پر جو کوئی جوہری اے شوخ   آگے لبِ دنداں کے ترے لعل و گہر لے
جوں خضر ہوس عمرِ ابد کی نہیں مجھ کو   اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گزر لے
دیکھ اس کو اکیلا جو کیا عرض تمنا   بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو یہ میں سوز سے ہاتھ اسکے لگے گا
اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگر لے

چین نے دن ہجراں آنکھوں کو نہ شب آرام ہے
شام سے تا صبح رونا صبح سے تا شام ہے
لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے
آج[1] تو تنہا ہو قسمت سے ہماری کچھ تو دو
بوسہ کی ہمت نہیں تو مار ہے دشنام ہے
جوں جگر حکاک کھودے ہے نگیں کا اے رقیب
سالنے والا تری چھاتی کا میرا نام ہے
حسن خط آنے سے گو دونا ہوا مت کر غرور
یار اس آغاز کا دیکھے گا کیا انجام ہے

---

[1] یہ شعر م میں نہیں ہے۔

دل[1] کے ساتھ الفت کا ٹوٹا ہوا بھی ہوئے تار (کذا)

کب رہائی اس کی زیرِ چرخ نیلی فام ہے
سوز یہ مشہور ہے مصرع[2] کسی استاد کا
رشتہ بر پا مرغ کو ہر شاخ گل کی دام ہے

کوئی میری طرف سے جا کہے اس بے مروت سے   کہ تیرا غم ستاتا ہے مجھے تیری حمایت سے
فرشتہ کا گزر جس کی گلی میں ہو نہیں سکتا   قدم محفل میں اس کی کون رکھ سکتا ہے جرأت سے
ہمیشہ مہر و مہ لے کر عصائے نور ہاتھوں میں   جہاں در پر پکارے ہیں ادب سے اور تفاوت سے
کوئی کہتا ہے مجنوں اور کوئی کہتا ہے متوالا   یہاں تک حال تو پہنچا ہے میرا تیری دولت سے
کہوں[3] احوال میں کیا سوز کا تیرے کنے پیارے   بہت اچھا کیا پر دور تھا تیری حمیت سے
نہ[4] تو نے گو زیں اس کو کھڑے رہ کر کے گڑوایا   بہت اچھا کیا پر دور تھا تیری حمیت[5] سے

چمن میں کھول کر بند قبا گر گلبدن نکلے   زمیں سے دیکھنے کو اس کے ہر نرگس..... نکلے
اگر اس[6] حور کی صورت نظر آ جائے عاشق کو   بجائے اشک پھر آنکھوں سے ہو در عدن نکلے
ملایک شوق میں جل جائیں آ کر مثل پروانہ   اگر مجلس میں یک ساعت وہ شمع انجمن نکلے
اگر گل گشت کو وہ خسرو شیریں ادا آوے   بجائے ہر نہال اس سرزمیں سے کوہ کن نکلے
نہ ہووے خاک جب تک جسم عاشق اس کے کوچے میں   تو کیوں کر دل سے اس بیمار کے حب وطن نکلے
پھنسا ہے سوز کی زلفوں میں شاید اب کے شیدا ہو
بلا سے اب تو ان بانکوں کا یارب بانکپن نکلے

---

[1] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے   [2] م، مضموں   [3] یہ شعر 'ع' میں نہیں ہے۔
[4] ع: نہ تو نے سوز کو ظالم   [5] ع، مروت   [6] یہ شعر 'م' میں نہیں ہے۔

الٰہی خیر کیجو آج کیوں بازو پھڑکتا ہے   ملے گا تیغ زن شاید کلیجہ بھی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ صورت عشق کی ہے تیر کی مانا   نظر آیا نہیں پہ دل میں پیکاں سا کھڑکتا ہے
خدا کے واسطے ٹک بے نیازی دیکھیو اس کی   خاک سے عاشق کی دامن کیوں جھڑکتا ہے (کذا)
بھلا خنجر لگا مجھ کو گلا کاٹا گیا میرا   ناصح مثل مرغ نیم بسمل کیوں پھڑکتا ہے
بوقت ذبح ہاں اے سوز تو ہرگز تڑپھنا مت
کہ قاتل مثل وحشی سانس لینے میں بھڑکتا ہے

نہ یہ کمند نہ ناگن نہ رات ہی کالی   ہے زلف سایہ فگن مد[لہ] ظلہ العالی

عرق آلودہ رخساروں پہ یہ کیا زلف چھائی ہے
سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

دل ہے یا منزل گہ غم ہے کہ حسرت خانہ ہے   بارگاہ درد ہے یا سوز کا کاشانہ ہے
کاسۂ سر کو تراشیں خون دل سے پُر کریں   مجلس عشاق میں یہ مے ہے یہ پیمانہ ہے
قیس اور فرہاد کو کیا یاد کرتے ہو سدا   دم غنیمت ہے کوئی دم کو یہ سب افسانہ ہے
قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز   ایک ہیں آپس میں ان میں کون سا بیگانہ ہے
دل میں مت رکھیو طلب دنیا کی کیا قحبہ ہے یہ
سوز اتنا تو سمجھ دل ہے کہ مکتب خانہ ہے

[لہ] ع، دام ظلہ العالی

مجھ کو کیا کام جو آتش سے نگر جلتا ہے
آتشِ ہجر[1] سے میرا ہی جگر جلتا ہے
دل ہے کچھ اور نہیں جس کی نہ کیجے پرواہ
آشنا ہی سے مری جان کہ گھر جلتا ہے
نامہ بر اُڑ کے اگر پہنچے تو پہنچے ورنہ
اس کے کوچہ میں فرشتہ کا بھی پر جلتا ہے
میرے[2] خورشید کے خورشید مقابل کیا ہو
اس کے دیکھے سے سنو نورِ نظر جلتا ہے
اثرِ نالہ[3] نہ ہووے تو اچنبھا کیا ہے
گرمی آہ سے نالے کا اثر جلتا ہے
میرے دل کو نہ کوئی دیجیو نسبت بہ کباب
یہ جگر سوختہ ہر شام و سحر جلتا ہے
اول عشق میں انگشت نما مجھ کو کیا
آہ سمجھے نہ کہ نوخیز شجر جلتا ہے
یہ کہا تھا[4] کہ صبا اس سے تو کہیو یہ پیام
سوز ہر روز بہ انداز دگر جلتا ہے
اس[5] سے کم بخت بی خون حاکی کہا بول اٹھا (کذا)
میری پاپوش سے جلنے دے اگر جلتا ہے

کیا کیا تھے چاؤ دل میں آئے تھے جب عدم سے
کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے
محفل تری مبارک ہو تیرے دوستوں کو
تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے
اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
واژوں ہی عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے
احمق ہیں وہ جو بھولے ہیں تیری کج روی پر
ٹک اس طرف نظر کر یہ بات اور ہم سے
مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے
یہ ساری خوبیاں ہیں یاں سوز کے قدم سے

ہر چند میری آہ سے ظالم کو ننگ ہے
میں کیا کروں کہ عرصۂ دل اس پہ تنگ ہے

---

[1] م، عشق

[2] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

[3] ع، آہ

[4] [5] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

یہ بت نہ چین کا ہے نہ یہ ہند کا صنم
لوکا[1] لگے فرنگ کو کار فرنگ ہے
کیوں مرگ میری جان کو معشوق تو بھی ہے
میں جاں بلب ہوں اور تجھے اتنی درنگ ہے
ہر بار میرے منہ پہ تو آتا ہے جوش سے
ہیں طفل اشک خیر ہے یہ کون ڈھنگ ہے
اللہ ہی جانے اہل صفا کون لوگ ہیں
آئینہ تک تو دل میں کدورت سے زنگ ہے
پھرتا ہے تار تار یہ دل راہ ڈھونڈھتا
زلفیں نہیں ہیں جان کو قید فرنگ ہے
بیٹھا ہے زور پیار سے سرگرم اتحاد
پہلو میں دیکھیو تو یہ کس کا خدنگ ہے
اے سوز یہ جو مرگ ہے مشہور خاص و عام
ہستی سے تا فنا تو یہ ایک ہی فلنگ ہے

قطعہ

اک[2] روز کہا صنم سے میں نے
کاے مایۂ عیش و کامرانی
میں تجھ سے چاہتا نہیں کچھ
غیر از الطاف مہربانی
یا گاہ نگاہ مشفقانہ
یا پرسش حال کر زبانی
سن سن کے بصد ہزار نخوت
یہ کہنے لگا سن اے فلانی
تو دیکھ سکے گا میری صورت
اللہ رے تیری لن ترانی

کرے مجھ پر جفا و جور، کیا رستم کا یارا ہے
وے سمجھا میں اے عیار تیرا ہی اشارا ہے
ملو پاؤں تلے یا اس کو اپنے ہاتھ میں رکھیے
جو چاہو تم کرو مختار ہو یہ دل تمھارا ہے
ابھی تو اس کو تم آزردہ مت ہو میں تو ہنستا تھا
یہ دل صدقے کیا کیا تم سے زیادہ مجھ کو پیارا ہے

---

[1] ع، آتش

[2] یہ قطعہ م، میں نہیں ہے۔

جواب نامہ تونے جان کر کھویا نہ اے قاصد
تری تقصیر کیا اے یار یہ لکھا ہمارا ہے
خیال حور و غلماں شیخ کے گر دل میں ہو تو ہو
ترے غم کے سوا کب سوز کے دل میں گذارا ہے

کہہ اے قاصد کہ نامہ کا ہوا کیا ماجرا اس سے
میں تیرے منہ کے صدقے کیا کہا اور کیا سنا اس سے
زبانی لطف تو معلوم لاکھوں گالیاں دیں ہوں
نہیں وہ آشنا گر مجھ سے میں ہوں آشنا اس سے
سنو قاصد کا کہنا آپ اُن کو جانتے تو ہیں
کہوں کیا تم سے صاحب میں نے جو کچھ ہے سنا اس سے
سنو اگلی لیاں تو گالیوں پر نیمچا لے کر
لگا کہنے کہ سن او ایلچی یہ کہیو جا اس سے
کہ تجھ پر سوز اپنا نیمچا گندا کروں میں کیا
درانتی لے کے گھسیارے کی کاٹوں گا گلا اس سے

اے[1] نکہت گل جائیو محفل میں کسی کے
ٹک دل کو مرے دیکھیو تو دل میں کسی کے
ہرگز یہ تڑپنے کا نہیں پاس ادب سے
ارمان بھرے ہیں دل بسمل میں کسی کے
نہ لعل نہ یاقوت نہ گلبرگ نہ اخگر
ہیں لخت جگر دامن قاتل میں کسی کے
اوراق .... اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا
دیکھو تو اُڑاتا ہوں یونہیں تل میں کسی کے
جو نزع میں اس سوز کے جاتا یہی کہتا
ٹک دل کو مرے دیکھیو تو دل میں کسی کے

جو غم[2] ہمدم ہو تو شادی کہاں کی
پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی
گئے جو دل سے اپنے صبر و طاقت
تو یہ اس دل میں آبادی کہاں کی

---

[1] [2] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

[۱] جو دل پہ ہے گزرتی اس کو خدا ہی جانے   کس سے بیاں کروں میں اور سچ ہی کون مانے
بس دل بہت ستامت جاتا ہے تو نکل جا   سینہ تو پک گیا اب ٹکرا نہ اب دیوانے
صبر و شکیب طاقت کب کے تو چھوڑ بھاگے   اب آپ ہو جے جنیت کرتے ہو کیوں بہانے
صاحب تمھاری خو کو میں خوب جانتا ہوں   اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے
غم کو نہ چھوڑ جانا ہاں ساتھ اپنے لے جا   ہر بات میں لگے گا یہ میری جان کھانے
اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت   جس عصر میں سراسر اپنے ہوئے بیگانے
نکلو، سدھارو بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
پھر اس طرف نہ آنا تم سوز کو ستانے

---

[۲] نہ دھوپ ہے الم ہے نہ راحت ہی چھانو کی   مجکو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پانو کی
اے خضر پے خجستہ بتانا ذرا مجھے   ہے راہ کون سی مرے عہدے کے گانو کی(؟)

---

[۳] بس میاں عشق بے مجھے خوب جلایا تو نے   اپنے کرتب سے نہ پر ہاتھ اٹھایا تو نے

---

[۴] یارو پوچھو تو کس کا گھیرا ہے   جس نے دم کو مرے اکھیڑا ہے
ہائے خوف خدا نہیں ظالم   دل مجروح تو نے چھیڑا ہے
او حیل میں نے اپنے گھر میں کہا   تو نے سب اس کے منہ پہ پھیرا ہے
ہے یہی خو تو او بچا سن لے   تیرا دنیا میں تھل نہ بیڑا ہے

---

[۱] [۲] [۳] [۴] یہ اشعار اور غزلیں م میں نہیں ہیں۔

رات[1] مجلس میں اس کی میرا پانوں (کذا)　　میں نے کس زور سے گھسیڑا ہے
یہ جو محبوب ہیں انھوں کے ناز　　لات مکے ہی اور تھپیڑا ہے
ایک ہیں سب ولے یہ شاہ و گدا　　زندگانی کا سب بکھیڑا ہے
سوز کے پاس او گلہری یار　　دیکھ متھرا کا کیا ہی پیڑا ہے
اور کھانسی اگر تجھے آوے　　پاس میرے یہ ہر بہیڑا ہے

یہی ہے عشق کا آغاز تو انجام کے صدقے　　لگائے[2] دل کو سو نام اس بدنام کے صدقے
رہا دنیا میں جب تک کام ناکامی ہی کو جانا[3]　　نکما ہی یہ نکلا اس دل بدنام کے صدقے
کبھی[4] کہتا ہے آ عاشق کبھی کہتا ہے چل دور ہو　　تری تعریف کے قرباں تری دشنام کے صدقے
گریباں[5] تک بھی کردوں گا ....　　کمال جذب ہے اس تیغ خوں آشام کے صدقے
کوئی[6] بندہ کوئی خادم کوئی فدوی کوئی مخلص
بکا ہے سوز تیرے نام پر اس نام کے صدقے

کچھ[7] نہیں منظور پیارے کو ہماری بندگی　　حیف برباد ہی گئی میری یہ ساری زندگی
اور تو کچھ بھی نہ پایا اپنی ہستی سے بجز　　عاجزی بے اختیاری خاکساری بندگی
مجھ سے ہو سکتا ہے کیا خدمت میں تیری اے میاں　　اس سوا جو کیجیے ہر دم تمھاری بندگی

---

[1] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[2] ع، لگیں بدنامیاں دل کو دل بدنام کے صدقے　　[3] ع، سمجھا

[4] [5] [6] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[7] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

تیرے ہی آگے نہیں ہی قدر کوئی کچھ کرے
حق تعالیٰ کو بھی ورنہ ہے گی پیاری بندگی
سوز کے دل میں نہیں کچھ اور جب سے تم جیو
ہاں مگر سب کو کرے آکر تمھاری بندگی

عندلیبو تمھیں گلزار مبارک ہووے
ہم کو بھی سایۂ دیوار مبارک ہووے
ہر گھڑی[۱] جس کی تمنا تھی تمھیں لو دیکھو
آنکھ بیو تم کو یہ دیدار مبارک ہووے
ہر قدم پر تن بے سر ہے، سر بے تن ہے
لاڈلے تجھ کو یہ رفتار مبارک ہووے
خونی[۲] مالا کی طلب یار کو ہے آج سنا
سن لو اے چشم گہربار مبارک ہووے
تیغ[۳] ابرو کے تلے تم ہی چھپو اے مردم
مجھ کو تیغ نگہ یار مبارک ہووے
تیرے[۴] عاشق کو پکڑ لایا ہوں دروازے تک
قتل بے جرم گنہ گار مبارک ہووے
آہ[۵] کے ساتھ چلا جاتا ہے تا عرش بریں
میرے منصور کو یہ دار مبارک ہووے
تار[۶] تار آکے گریباں تو کیا تھا لیکن
اب تو رونے کا لگا تار مبارک ہووے
مجھ[۷] کو طاقت دے خداوند تحمل کی مدام
تجھ کو بھی غمزے دل آزار مبارک ہووے
بوسۂ[۸] لب ہو رقیبوں کو مبارک پیارے
دل کو بوسہ لب سوفار مبارک ہووے
قیس و فرہاد موے جب سے سنا تو ہوگا
سوز تجھ کو بھی یہ آزار مبارک ہووے
ایک ایسی ہی غزل قافیہ تبدیل سے کہہ
اب کے شاید کہ بہ تکرار مبارک ہووے

---

[۱] ع، روز و شب جس کی تمنا ہے تمھیں لو دیکھو [۲] [۳] یہ شعر م، میں نہیں ہیں

[۴] م، میں یہ مقطع ہے۔ سوز کو گھیر تو لایا ہوں الخ

[۵] [۶] یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

[۷] [۸] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔

بلبلو تم کو گلستان مبارک ہووے
مجھ[1] کو یہ گوشۂ زندان مبارک ہووے
اب تو بوسہ کے نہ لینے کو بٹھایا درباں
سبزۂ پشت لب جانان مبارک ہووے
بارے[2] معشوق سے عاشق تو کہائے واللہ
گل کو یہ چاک گریبان مبارک ہووے
موئے[3] سر تا بقدم خار قدم تا تارک
عاشقو یہ سر و سامان مبارک ہووے
اے[4] مری خاک کہاں تک تو رہے گی پامال
تجھ کو وہ گوشۂ دامان مبارک ہووے
کیوں[5] اے دل تو بھی چلا اب سفر دور و دراز
تیرا اللہ نگہبان مبارک ہووے
آرزو[6] تھی کہ کبھی اپنے گلے مجھ کو لگائے
سوز نکلا نہ یہ ارمان مبارک ہووے

روتے[7] ہی آئے تھے روتے ہی چلے
وقت رخصت تو بھلا لگ لے گلے
تم کو کیا غم ہے کوئی جاوے کہیں
میں سمجھتا ہوں تمہیں صاحب بلے

وہ[8] سرخ پوش پیارا کیا جانیے کدھر ہے
خون جگر سے جس بن دن رات چشم تر ہے
آنکھیں ترس گئیں ہیں آنسو کے دیکھنے کو
مژگاں پہ لخت دل ہے یا پارۂ جگر ہے
خالی کیا ہے میں نے سب حسرتوں سے دل کو
ہاں اشتیاق اس کا اس میں بھرا مگر ہے
کھوتے ہیں نیند سب کی راتوں کو نالے بھر بھر
ماتم سرا ہے بدتر ان روزوں اپنا گھر ہے
اب بھی نہیں نکلتا ترے غبار دل سے
خاک اپنی اڑتی پھرتی گلیوں میں در بدر ہے

---

[1] م، ہم کو بھی [2] یہ شعر م، میں نہیں ہے

[3] م، میں یہ مقطع ہے۔ دوسرے مصرعے میں اس ترمیم کے ساتھ۔ ع سوز تجھ کو بھی یہ سامان الخ

[4] م، کیوں مری خاک [5] [6] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں

[7] [8] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

قدموں سے چھوٹتے ہی اپنی بنی یہ حالت   جو سر کہ عرش پہ تھا سو اب وہ خاک پر ہے
اے سوزؔ آگے چل مت کانپیں ہیں پانو اپنے
کیا جانیے کہ کیسے ظالم کا یاں گزر ہے

---

[1]سینہ میں تو آہ یا فغاں ہے   تو اے دلِ گم شدہ کہاں ہے
...... حسن تو اور کیا کہاں کا   یہ خط نہیں گرد کارواں ہے
مت کہیو اس کو چشم بد دور   آج ہی تو مجھ پہ مہرباں ہے
کرتا ہے جدا جدا سب اعضا   کہتا ہے کہ پھر امتحاں ہے
مت پوچھیے یارو مجھ سے گھر کو   کیا بتلاؤں کہ گھر کہاں ہے
جس باغ میں گل کو دی ہے آتش   اس باغ میں میرا آشیاں ہے
اے بوالہوسانِ عشق بازی   کیوں تم کو عشقِ مہ وشاں ہے
کوچہ میں اس کے جا کے دیکھو   کوئی کشتہ ہے کوئی نیم جاں ہے
ہم سائے میں کس کے جا کے بیٹھیں   خورشید کا سر پہ سائباں ہے
رستم اس سا کہاں نہ ہو گا   کہنے سننے کی داستاں ہے
جانا ہے تو جا بے دل کہیں دور   یاں تیرا کون پاسباں ہے
آنا ہے تو آ شتاب اے جاں   اک آن کا سوز میہماں ہے

---

[2]وہ جو ہر دم ہمارے گھر آتے   خواب میں اب نہیں نظر آتے
دہیر تک بھی نہ لے گئی قسمت (کذا)   کچھ تو ہم بھی سرہانے دھر آتے
عرش سے بھی پرے کی شاید   واں تلک ہو کے ہو ادھر آتے

---

[1] [2] یہ غزلیں م، میں نہیں ہے۔

[۱] اپنا دل جس کو چاہتا ہے   اس کو بھی بناتا آپ سا ہے
بوسہ جو لیا تو مسکرا کر   کہنے لگا چھی یہ کیا مزا ہے
جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں   مجھ پاس جو سووے تو تو کیا ہے
کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں   ایسا ہی تو نیک پارسا ہے

---

[۲] اسی امید پر جیتا ہوں پیارے   کہ چھاتی پر تو چڑھ کر سر اتارے
مرے پہلو سے تو مت جا کہا نہ   بہانے سب سمجھتا ہوں میں ——
سمجھتا ہی نہیں کہتا ہے کیا تو   یہ کرماں کر کے مجکو مت ستارے
مجھے کالے نے کاٹا ہے خبر لو   کوئی زلفوں کے مارؤں کو پکارے
مکان خاص دل میرا ہے لیکن   کہاں بیٹھوں کہ دل ٹوٹے ہیں سارے
غریق بحر رحمت ہو گیا سوز
عزیزو جاؤ بیٹھو اب کنارے

---

[۳] آج کیوں اشک مرا گرم چلا آتا ہے   ایک دریا ہی کہ آنکھوں سے بہا آتا ہے
جب نہ تب ذکر جدائی ہی کا لے بیٹھے گا   کیا ملا تجھکو یہی کمبخت کڑھا آتا ہے (کڑا)
بوسہ لیتے ہوئے کل اس سے جو پوچھا میں نے   سچ کہو تجھکو بھی کچھ اس میں مزا آتا ہے
غصہ ہو کر یہ لگا کہنے کہ میں حیراں ہوں   تجھکو کچھ اور بھی ان باتوں سوا آتا ہے

مجھے دل کی کہاں سے اب خبر ہے   خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
جلاوے مجھ کو میں اس میں خوشی ہوں   [۴] دھواں ہونے کا ٹک مجھ کو خطر ہے

---

[۱] [۲] [۳] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔
[۴] ع، دھواں گر ہو تو اس کا ہی خطر ہے۔

قدم آگے نہیں پڑتا ہے یارو   کوئی پوچھو تو یہ کس کا نگر ہے
تمہیں ٹھہرو یہاں اے صبر و طاقت   کہ یاں رہنا تمھارا ہی جگر ہے
غم اس کا آتے ہی دل میں پکارا   کہ یاں تو تیر کا اس کے گزر ہے
بہت دن سے نظر آتا نہیں سوز
عزیزو کچھ تمھیں اس کی خبر ہے

دل[1] میں اب غم نہیں سماتا ہے   کیا کروں دم نہیں سماتا ہے
جب سے دل میں خیال ہے اس کا   نام محرم نہیں سماتا ہے
سوز باتیں کروں میں تجھ سے پر
دم میں اب دم نہیں سماتا ہے

ستم کو اس کے محبو ستم نہ کہیے کبھی   بغیر شفقت و لطف و کرم نہ کہیے کبھی
ہے سر میں سر خدا تو نہیں ہے محرم ہاں   یہ جھوٹ مت ترے سر کی قسم نہ کہیے کبھی
عدم[2] تو وہ ہے جہاں جز فنا نہ ہو کچھ بات   دہن کو میرے صنم کے عدم نہ کہیے کبھی
فقیر وہ ہے جو ہو مفلسی میں رشک غنی   نہ ہووے پاس جو دام و درم نہ کہیے کبھی

شمع[3] نمط جل ہی کے مر جائیں گے   ساتھ لیے داغ جگر جائیں گے
اپنی نہ بانی سے نہ گزرے گا تو   جان سے ہم اپنی گزر جائیں گے
بھائیو کہتا ہے تمھیں میر سوز   جائیں گے پر دے کے خبر جائیں گے

---

[1] یہ غزل م ا میں نہیں ہے۔
[2] یہ شعر م میں نہیں ہے۔
[3] یہ غزل م ا میں نہیں ہے۔

[1] اے خیال یار ٹک رہنا پرے
میرے دل میں آمدِ پیکان ہے
جا تو دیکھے کوئی اس کے سامنے
جی بچا لادے یہ کیا امکان ہے
طفل کہیے کس طرح سے اشک کو
یہ تو گھر کھویا بڑا طوفان ہے
ناصحا قاتل کو میرے روک مت
چھوڑدے میں جا تو میری جان ہے
سیر کو دامن پکڑنا ہے چہ خوش
چھوڑ دے یہ بھی کوئی عنوان ہے
جان تازہ ہوئی سنتے شعر کے
سوز جی اے تو کسی کا جان ہے

* * *

ہم جس کی طرف نظر کریں گے
وہ خاک بھی ہو تو زر کریں گے
دل دینے میں غیر تجھ کو ظالم
میرا سا کہاں جگر کریں گے
[2] وہ کب کرے کشت عشق پر ابر
جو کام یہ چشم تر کریں گے
ہم غیر از مرغ روح اپنے
کس کے تئیں نامہ بر کریں گے
جب جائیں گے یاں سے اُس جہاں کو
پھر کاہے کو منہ ادھر کریں گے
مسجد کے نہ ہوں گے ساکن اے شیخ
ہاں گھر میں خدا کے گھر کریں گے
تیغ آکے جو یار کھینچے اے سوز
سینے کو ہم سپر کریں گے

* * *

ہم آئے کہ تم منہ چھپا کر چلے
نہ دیدے کو جیٹک لگا کر چلے
بغل گیر ہوتے ہی دل لے گئے
میاں جان اچھی دغا کر چلے
کف پا تلے تم نے دل کو ملا
کہ تلووں سے آتش لگا کر چلے

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے
[2] ح: کیا کرے

کسی کے نہ لینے نہ دینے میں تھے　　غریبوں کو ناحق ستا کر چلے
[1] زبردستیاں اک طرف اور یو　　مرا منہ بھی آخر چڑا کر چلے
چلو جاؤ گر گھورتے ہو عبث　　نئے سر سے فتنہ جگا کر چلے
سدھارو ادھر پر ادھر دیکھ لو　　کہ ہستی کو ہم بھی دعا کر چلے

بھلا اور سب باتیں چولھے میں جائیں
تم اس سوز سے کیا دغا کر چلے

ناصح کو میرے حق میں جو ارشاد ہی سو ہے　　احمق کو ایک بات وہی یاد ہی سو ہے
[2] خنداں ہیں گل چمن میں غزلخواں ہے عندلیب　　یہ دل فراق میں ترے ناشاد ہی سو ہے
[3] غیروں پہ روز تازہ عنایات ہے تری　　مجھ پہ ہمیشہ جور جو ایجاد ہی سو ہے
[4] اجڑی تمام خلق نہ پایا کسی کا کھوج　　پر دل ترے خیال سے آباد ہی سو ہے
[5] یہ سوز خوشہ چیں ہے سبھوں کا یہ سچ کہوں　　یہ سوز دل ازل سے جو استاد ہی سو ہے
[6] دلی سے لے کے تا بہ صفاہاں اجڑ گیا　　پر دل صنم کی یاد سے آباد ہی سو ہے
[7] ہم خاک بھی ہوئے نہ گئی اس کی سرکشی　　جور و ستم ہمیشہ جو ایجاد ہی سو ہے
[8] — ہی جور اس نے سہے آہ بھی نہ کی　　— یاد میں دلشاد ہی سو ہے

---

[9] کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے　　آج دل بھولا بھولا جاتا ہے
تیرے قربان میں گیا رمال　　دیکھیو کوئی آج آتا ہے
یہ تو امید کب ہے پر ناچار　　پوچھتا ہوں کہ دل ستاتا ہے

---

[1] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔　　[2] [3] [4] [5] یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔
[6] [7] [8] یہ شعر م میں نہیں ہیں　　[9] یہ غزل م میں نہیں ہے

ہائے کیا تم سے اپنا حال کہوں　　پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے
وہ تو ہوتا ہے مہرباں لیکن　　اس کو کچھ غیر جا بھر آتا ہے
تجھ سے میں پوچھتا ہوں اے ناصح　　ہے یہی عشق جو جلاتا ہے
جھوٹ کہتا ہے یہ نہیں ہے عشق　　عشق مردوں کو کہاں جلا ہے (کذا)
عشق کی وہ جو کرتے ہیں نالش　　عشق کب ان کے پاس جاتا ہے
مصطفیٰ عشق مرتضیٰ ہے عشق　　عشق ہے جو خدا کہاتا ہے
گو کہ عاشق نہیں دے تحقیق　　سوز کو عشق ساتھ ناتا ہے
بیقراری تم آئیں شکر خدا　　چین کب میرے پاس آتا ہے
صبر و طاقت ذرا تو پاس نہ ہو　　عشق دل آج لینے آتا ہے
تو تو رہ میرے پاس بھائی سوز　　تجھ بنا کون. جی جلاتا ہے
کھیر مس ہاں جمال کوٹے دول　　یہی اب میرے جی میں آتا ہے
تم تو ہنستے ہو یار و سوز سے اب　　پوچھ دیکھو وہ کیا بتاتا ہے
لبے آبھی کہیں شتابی سے　　ہچکیاں کیوں مجھے لگاتا ہے

* * *

پٹک مت اس کو اے ظالم[1] نہ یہ پتھر نہ یہ دل ہے
ارے او بے مروّت یہ اسی کمبخت کا دل ہے
طریق عشق میں سمجھا تھا سارا طے کیا میں نے
جنازہ دیکھ کر بوجھا ہنوز اوّل ہی منزل ہے
غبار جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا
اڑا دے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حائل ہے

---

[1] م، ناداں

[1] بھلا عشق بتاں سے سوزؔ کچھ بھی تجھ کو حاصل ہے
ارے بندے خدا کو مان تیرے پاس بھی دل ہے
[2] ہوا جا کر مقابل سوزؔ اس قاتل کے کچھ دیکھا
نہ بابا دیکھنے میں منحنی لیکن بڑا دل ہے

بخدا جتنے کہ دنیا میں یہ گلرو ہیں گے
دیکھنے کے تو بہت خوب یہ بدخو ہیں گے
سامنے ہوتے ہی لیتے ہیں دل و جان کو لوٹ
اب میں سمجھا ہوں کہ یہ مغبچے جادو ہیں گے
شوخی کی تو یہ بو سونگھ کے کرتے ہیں رم (کذا)
فی الحقیقت میں یہ انساں نہیں آہو ہیں گے
سوزؔ پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے
یاں کے جتنے بھلے مانس ہیں جفا جو ہیں گے
یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کافر ہیں آہ
ان کو پوچھو تو یہودی ہیں کہ ہندو ہیں گے

نہیں ہے میاں دل اپنے گھر نہیں ہے
میں کہتا ہوں تجھے باور نہیں ہے
یہ دیکھو آب ردپ آتے ہیں یارب تجھ
جسے دستار بھی سر پر نہیں ہے
تو اس حالت پہ جاوے عرش تک بھی
مرے دل تجھ کو بال و پر نہیں ہے
اسے پوچھو تو پھرتا ہے کہاں تو
مگر تیرے کہیں گھر در نہیں ہے
یہ سن کر لگا کہنے کہ چپ سوزؔ
کروں کیا پاس یاں جمدھر نہیں ہے
چکھا[4] دیتا تجھے اس کا مزا بھی
تو کہتا ہے کہ خوش جوہر نہیں ہے
مجھے سینہ میں تو جا ہے کہ مونڈے
غلط سمجھا ہے میرا گھر نہیں ہے
مرا گھر عرش سے بھی کچھ پرے ہے
دکھا دوں گر تجھے باور نہیں ہے

---

[1] [2] یہ شرح میں نہیں ہیں۔

[3] یہ شرح میں نہیں ہے۔

[4] یہ شرع م، میں نہیں ہے۔

وگرنہ ایک آفت ہے بُرائی   یہاں تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے
وہی تھا ایک تیرے ہاتھ بیچا
دلوں کا سوزؔ سوداگر نہیں ہے

مرے دل کے داغوں سے گلشن کیا ہے   ترے غم نے آ اس میں مسکن کیا ہے
صنم پوجنے والے اب مجھ کو پوجو   مجھے بت نے اپنا برہمن کیا ہے
ترا شکوہ جو منہ سے نکلے ہے میرے   مجھے دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے
اسے پاس اپنے نہ رکھ پھیر دے بس   کہ ان نے ترا راز روشن کیا ہے
نہ یہ ہے فرنگی نہ رومی نہ ہندی   یہ بہروپیے نے اور ابرن کیا ہے
لگا ہی لیا ایسے وحشی کو آخر
میاں سوزؔ تم نے بڑا فن کیا ہے

صنم سے کوئی کہہ دے میری زبانی   کہ دل تو لیا کیجیو پاسبانی
یہ وحشی برا ہے اسے جانتا ہوں   مجھے خوب معلوم ہے اس کی بانی
یہ جب چاہتا ہے کہ بھاگے کہیں سے   سناتا ہے سب کو یہ تب ناتوانی
یہی آنکھ ٹک برق ساں پھر تو چنیت   یہ خو اس کی مجھ بن کسی نے نہ جانی
گیا سوزؔ کو چھوڑ کر اور تو کیا
ہٹیلے نے منت نہ مانی نہ مانی

جس روز سے تو جدا ہوا ہے   کیا جانیے دل کو کیا ہوا ہے
ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت   کیا کیا دل میں بھرا ہوا ہے
جتنا سمجھایا میں نے دل کو   ظالم تجھے کیا بلا ہوا ہے

کیوں اتنا تو ہوا ہے ابتر[1]   زلفوں سے کیوں لگا ہوا ہے
احمق اتنا تو سوچ کوئی   ایسے کا آشنا ہوا ہے
کہتا[2] ہے کہ تجھ کو کیا پڑا دور   میرا تو دل لگا ہوا ہے
بدنام ہے سوزؔ کیوں جہاں میں
کیا تیرا آشنا ہوا ہے

* * *

ان بتوں کی یہی جو الفت ہے   قہر ہے ظلم ہے قیامت ہے
روبرو تیرے آوے آئینہ   جان واللہ مجھ کو حیرت ہے
ہر گھڑی مجھ کو مت ستا اے عشق   تیری کیا یہ زبون عادت ہے
اور کیا اُڑ گئے ہیں دنیا سے   جو مجھی سے تجھے عداوت ہے
آہ تیرے قدم کی برکت سے   کیا کہوں دل کی کیا حقیقت ہے
نیند اور بھوک تو گئی ساری   ایک دم ہے سو بے حلاوت ہے
چین دے چین دے ذرا ظالم   عشق ہے تو کہ یا ملامت ہے
تیرے در سے ندان اکتا کر
سوزؔ جاتا ہی کیوں جی رخصت ہے

* * *

ہاں میاں جان کیا کہوں تجھ سے   دل کا ارمان کیا کہوں تجھ سے
مثل پیکان رہ گیا دل میں   تیرا ارمان کیا کہوں تجھ سے
مجھ[3] سے کہتے ہو کس کا عاشق ہے   تجھے نادان کیا کہوں تجھ سے
خاک[4] کا سا جو ڈھیر در پہ ہے   تو ہی پہچان کیا کہوں تجھ سے

---

[1] م، ناداں
[2] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔
[3] ع، تو جو کہتا ہے
[4] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

سوزؔ ہے سوز بے خبر ٹک بد جیت   ہائے اے جان کیا کہوں تجھ سے
اب اسے تو غلام کرلے اور   میرے سلطان کیا کہوں تجھ سے

پاس سے میرے اُٹھ کے مت جا رے   تیرے پیچھے پڑے ہیں یہ سارے
میاں برے لوگ ہیں خدا کی قسم   تو نہیں جانتا انھیں آرے
ہم نہ کہتے تھے عاشقی مت کر   اب پڑے لوٹتے ہو دیّارے
میٹھی باتوں میں کرتے ہیں افسوں   ہات سے ان کے چیز مت کھا رے
وعدہ کرتا ہے تو وفا بھی کر   مت مری جان کو لگا لا رے
سوزؔ کے پاس بیٹھنے سے آج
شکر دشمن تو سب جلے بارے

یہ صنم خوش ادا کہاں کا ہے   عشوہ کن دل ربا کہاں کا ہے
مجکو بتلا دو او ادا مارو   یہ بت خوش لقا کہاں کا ہے
گل سے نازک بدن ہے یہ گلرو   اے صبا تو بتا کہاں کا ہے
کیسی صورت ہے کون ہے اچّھا   وہ مرا آشنا کہاں کا ہے
میں نہ بیٹھوں گا اس کنے واللہ   ایسا وہ پارسا کہاں کا ہے
سوزؔ[لہ] مرتا ہے تجھ پہ میں نے کہا
ہک نہ دھک بول اٹھا کہاں کا ہے

[لہ] یہ شعر ع، میں نہیں ہے۔

ہاں طبیبو مجکو سودا اور ہے تم جو کرتے ہو مداوا اور ہے
خشک ہونے کا یہاں کیا ہے گماں میری ان آنکھوں کا دریا اور ہے
سرو قد لاکھوں پھریں ہیں۔ مجھ کو کیا واہ میرا سرو بالا اور ہے
یہ نہیں جو مل کے پیتے ہیں شراب آہ[1] میرا بادہ پیما اور ہے
گو اسے کہتا ہے عالم میر سوز
وہ مرا دسوز پیارا اور ہے

او رات کو چھپ[2] کے جانے والے مکھڑا اپنا مجھے دکھا لے
کیا قد کا رہا ہے چشم بد دور آ قد سے قد تو ٹک نپا لے
میاں پاس کھڑا ہو خوف مت کر مونڈھا مونڈھا ذرا بھڑا لے
قد میں تو ہمیں بلند نکلے سینہ سینہ بھی لے لگا لے
چوڑائی ہماری ہی رہی ہاں لے جیب سے جیب تو لڑا لے
دیکھی نہ زباں درازی میری جل کھا گیا تو نہ بھولے بھالے
مت مانیو پھر کہا کسی کا گھر جا اللہ کے حوالے

ہر ایک شیشۂ دل بیچ جلوہ گر ہے پری وے نظر نہیں آتی ہے وائے بے بصری
رفیق کوئی برے وقت کا نہیں اِلّا فغان نیم شبی یا کہ نالۂ سحری
خبر کسی کو نہ تھی میرے حال کی یارب کہاں سے سُن کے مرا حال آئی بے خبری
اسے[3] نہ مہر نہ الفت نہ پیار ہے نہ تپاک مجھے نہ صبر نہ طاقت نہ نیند ہے نہ مری

---

[1] م، واہ
[2] م، اُٹھ کے
[3] م، تجھے۔

بھلا جی[1] شیخ کو کچھ تو ہو چلا ہے مباح
سرور خانۂ ہمسایہ، حسنِ رہگذری

جگر میں[2] میرے تو پھر آگ لگ گئی ہے ہے
خبر لو سوز کی جلدی یہ کس نے آگ بھری

ہم[3] دور سے اے یارو کل اس کو جتا دیں گے
گر ہم سے ملا دو گے ہم تم کو دعا دیں گے
جس چیز کا مالک ہوں سب تم پہ کروں صدقے
گر جان بھی مانگو گے ہم جان لا دیں گے (کذا)
قربان ترے ہمدم صدقے ترے مکھڑے کے
تو اپنی زباں سے دے ہاں تجھکو دکھا دیں گے
گر روز کے ملنے کے مانع ہو تو یہ سن لو
سجدوں سے ترے در کی ہم خاک اڑا دیں گے
سب شہر کے مل ساکن سمجھا دیں اسے ورنہ
اک آہ کے شعلے سے ہم آگ لگا دیں گے
گو قتل کیا تم نے کل سوز کو کیا غم ہے
قبضہ کو ترے پیارے دمکا کے دما دیں گے

چشم[4] کا کام اشکباری ہے
چشمۂ فیض ہے کہ جاری ہے
نیم بسمل پڑے تڑپتے ہیں
کس ستم گر کی یہ سواری ہے

اشتیاق ہی میں ترے مر گئے کڑھتے کڑھتے
طائرِ شوق کے پر جھڑ گئے اڑتے اڑتے
دست و پا گم شدہ دل طعنۂ عالم زدہ دل
تیرے کوچے کو چلا آئے ہے بڑھتے بڑھتے
بازگشت نگہ یار کرے گی کیا قہر
قتل عالم تو ہوا باگ کے مڑتے مڑتے

---

[1] یہ شعر ع میں نہیں ہے۔
[2] م: جگر میں مرے تو پھر آگ پھنک گئی یارو
خبر لو سوز کی جلدی یہ کس سے آہ بھری
[3] [4] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

جو شخص تری تیغ سے افگار نہ ہووے — واللہ کبھی لائق دیدار نہ ہووے
ہر آن گرفتار رہے دام بلا کا — جو کوئی ترے غم کا گرفتار نہ ہووے
آرام ہمیں سایۂ طوبیٰ میں کہاں ہو — جب تک کہ ترا سایۂ دیوار نہ ہووے
مجلس میں کبھو نام جو لیتا ہے تو اس طور — دیکھیو کوئی بیٹھا پسِ دیوار نہ ہووے
آرام نہ ہووے دل مجروح کو ایک آن — تا زخم کے لب پر لب سوفار نہ ہووے

اے سوز ترے دل کی جو بیتابی یہی ہے
اس دل کا تو کافر بھی خریدار نہ ہووے

* * *

چکوریں چاند کے اور بلبلیں گلزار کے صدقے — کوئی صدقے کسی کے ہو میں اپنے یار کے صدقے
ہزاروں صورتوں سے دہر کے آئینہ خانے میں — دکھائی اپنی صورت اے ترے دیدار کے صدقے
و لیکن سب کو دھوکا بے چگونی کا دیا ایسا — کہ تا محشر رہے جویا میں اس اطوار کے صدقے
کروروں نیم بسمل ادا سے اس کی تڑپتے ہیں — وہ جب جب راہ چلتا ہے میں اس رفتار کے صدقے

ملا یا سوز کو بھی وقت جی دینے کے قاتل[1] سے
لی یاں داد اس کی اپنے خاردار کے صدقے

* * *

کوئی صحرا کے صدقے ہو کوئی کہسار کے صدقے
گدا تیرا ہو تیکر سایۂ دیوار کے صدقے
ہزاروں دل ترے پانوں تلے رہتے ہیں کیوں پیارے
کوئی ٹھوکر ادھر بھی لے تری رفتار کے صدقے

---

[1] م، پیارے سے

بہت[1] اکتا رہا تھا سر کو ٹکراتا تھا اکتا کر
چھڑایا .... سے اے تری تلوار کے صدقے
کبھی ایسے مزے کا حلق سے قطرہ نہ اترا تھا
گلو ہے تشنہ تیری تیغ لنگر دار کے صدقے
زباں سے وعدہ کرنا دل میں کہنا کون آوے گا
ترے پیماں[2] کے قرباں ترے اقرار کے صدقے
کوئی بت کے، کوئی کعبے کے، کوئی حسن خوباں کے
کوئی یاروں کے، سوز اس حیدر کرار کے صدقے

ذرا سنبھلیو دل زار یار آتا ہے
اجاڑنے کو وہ صبر و قرار آتا ہے
اکیلا آئے تو کچھ کہیے ہونا ہوے سو ہو
وہ ساتھ اپنے لیے پانچ چار آتا ہے
میاں جی اپنے تو شاگرد کو ذرا سمجھاؤ
کہ روز پتھرے مجھے مار مار آتا ہے

اے[3] صبا میری طرف سے جائیو کچھ کام ہے
جاں بلب ہوں پر مجھے اس یار سے پیغام ہے
کہیو اے والا گہر جیتے رہو تم حشر تک
پر مجھے گر ذبح کیجے تو بڑا ہی نام ہے
او دل غافل سنبھل کر جائیو کہتا ہوں میں
ہاتھ میں خونخوار کے شمشیر خوں آشام ہے
کیا کہوں جو جو کدر بیٹھی یہ میری جان پر
پر کہیں دل کے تڑپنے پر نہیں آرام ہے
سوز کا تم نام سنتے ہی رہو بس چپ کرو
نام گو پکا ہے لیکن عاشقی میں خام ہے

---

[1] یہ شعر م، میں نہیں ہے [2] ع، انکار [3] یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

[1] نہ رہے گا کوئی جہاں میں جو اسی طرح کا ستم رہے
ترے خوف سے مرے طفلِ اشک جو نکلے تھے وہیں جم رہے

رہا کوہکن تو پہاڑ میں، بسا قیس دشت ہزار میں
ترے در سے میں نہ ٹلوں کبھی جو یہ نہیں خدا کا کرم رہے

چلو جاؤ صبر و شکیب اب نہ رہے نہ رہے کرب
اگر آوے اپنیں یہ جاں بلب یہی جان لیجو کہ ہم رہے (کذا)

برس ایک اور بھی کر ستم جو ہے حسن کا ترے دم قدم
ذرا منہ پہ خط کو تو آنے دے نہ جفا رہے نہ یہ غم رہے

یہی اس سے کہیو تو قاصدا دل بے خبر تجھے کیا ہوا
تو کبھی نہ پہلو سے نکلا تھا کسی ایسی جو وہیں جم رہے (کذا)

---

[2] زلف میں الجھا ہوں جب یہ قتل کی تدبیر ہے   اب کدھر بھاگوں الٰہی پانوں میں زنجیر ہے
حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں   ایک یک اس اجڑے گھر میں عالم تصویر ہے
کثرت عشاق ہے یاں تک کہ تم سے کیا کہوں   جورِ محبوباں سے ہر یک غنچہ دلگیر ہے
پر عظیم آباد کے جتنے ملے صاحب سخن   جو ملا صیاد تھا جو ہے سو آہو گیر ہے
احتجاج اس جا نہیں ہے قتل کو انساں کے   طعن نا انصافوں کا دلدوز تر از تیر ہے
سوز (کذا) احوال تم سے کیا کہوں اے منصفو
دن کو ہردم آہ شب کو نالۂ شبگیر ہے

---

[1] [2] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

کہاں[1] دل ہے کہاں ایماں کجا وہ صبر و طاقت ہے
اجل کی یاد ہے ہمدرد یا اندوہ فرقت ہے
وہاں لاکر قضا نے مجکو پھینکا ہے کہ مت پوچھو
فراق دوستاں ہے یا جدائی کی مصیبت ہے
نہ ہو گر دولت دنیا تو کب پرواہ ہے واللہ
تمہاری یاد صاحب دو جہاں کی ہم کو دولت ہے
بیاں ہرگز کیا جاتا نہیں جو دل پہ گزرا ہے
تمہاری نہ شفقت ہے نہ یاروں کی بھی صحت ہے (کذا)
جہاں وہاں بیٹھا سرکنا کس کو کہتے ہیں (کذا)
سو یہ بھی ناتوانی حضرت.... کی دولت ہے
میں تم سے پوچھتا ہوں سوز کیا تیرے نصیبوں میں
یہی ہر آن کا جلنا، یہی ہر دم کی رقت ہے

مشفق[2] کبھی تو عذر دل زار کیجیے
واجب ہے گر عیادت بیمار کیجیے
مت میکر پانو چوم تو لے خاک کوے یار
بس بس فقیر کو نہ گنہ گار کیجیے
اے دل چلو نہ سو رہیں اس آستان پر
خوابیدہ اپنے بختوں کو بیدار کیجیے
سوز اپنی عرض حال جو کرنا تھا کر چکا
اب آپ بھی دہن کو گہربار کیجیے

---

[1] [2] یہ غزلیں م۔ میں نہیں ہیں۔

اچکا[1] لے گیا کس کس سماجت اور منت سے
وہ میرا میرزا دل جو پلا تھا ناز و نعمت سے
یہاں اب عاشق و معشوق کہلاتے ہیں اس ڈھب کے
نہ یہ واقف محبت سے نہ وہ آگاہ الفت سے
مجھے محفل سے اپنی تو نے اٹھوایا ولے سن لے
مروت دستگاہا! دور تھا تیری مروت سے
تری قدرت کے میں قربان ہوں کیسا تو قادر ہے
کہ غم کو مار ڈالا سوز نے تیری حمایت سے

خبر تو[2] میکدے میں کون مستانہ روتا ہے
کہ شیشہ قہقہہ مارے ہے اور پیمانہ روتا ہے
غلط ہے یہ کہ غم کھاتے نہیں معشوق عاشق کا
بھلا دیکھو تو یارو شمع یا پروانہ روتا ہے
گلی میں یار کی رونے کی سب آواز آتی تھی
جو جا دیکھا تو اپنا ہی دلِ دیوانہ روتا ہے
کہاں ہے وہ شرابی جو کہ خمخانے ....
کہ اس کی یاد میں اے دوستو خم خانہ روتا ہے
عجب احوال ہے گا ان دنوں میں سوز کا ہے ہے
کہ اس کو دیکھ کر اپنا تو کیا بے گانہ روتا ہے

تنہا[3] نہ مجھے دردِ نہاں تجھ سے گلا ہے
نالے سے بھی شکوا ہے فغاں تجھ سے گلا ہے
کیوں روبرو اس کے نہ کیا جان بیاں کچھ
سنتا ہے وہ کچھ دردِ زباں تجھ سے گلا ہے
ہر چند کہ چاہا یہ کھلے پر نہ کھلا حیف
کہتا ہے کچھ احوال دہاں تجھ سے گلا ہے
کیا جلد گئی ہاتھ میں دامن بھی نہ آیا
تا حشر یہ عمرِ گزراں تجھ سے گلا ہے

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔

کیوں شوخ نہ آیا تو مرے وقت سفر بھی   میں دیکھ لیتا تجھے ہاں تجھ سے گلا ہے
کیوں نوح بنائی تھی کہ وہ دیکھ کے بھاگا (کذا)   گمنام کو اے نام و نشاں تجھ سے گلا ہے
کیوں سوز دروں .... تو نے
اے سوز مرے سوختہ جاں تجھ سے گلا ہے

---

[1] اُٹھ گیا آخر جہاں سے قیس اور فرہاد بھی   ان دوانوں کی نہیں کرتا ہے کوئی یاد بھی
اس ستم گر نے نہ اپنا ہات اٹھایا جور سے   کر چکا سو سو طرح میں داد بھی فریاد بھی
کوئی بوسہ کوئی کُلی کوئی گالی کوئی لات   ظلم تو کرتے ہیں پر کرتے ہیں کچھ امداد بھی
بے گنہ، بے جرم، بے تقصیر لاکھوں ہیں موئے   بھاگتے ہیں تجھ سے کالے کوس اب جلاد بھی
جو نہ ڈرتا تھا کسی سے گو کہ ہو جلاد وقت
بھاگتا ہے اب تو تجھ سے سوز سا استاد بھی

---

[2] یارب مرا اس وقت تلک جان نہ نکلے   جس وقت تلک ملنے کا ارمان نہ نکلے
مر مر کے مرے ہاتھ میں آتا ہے یہ دامن   گو جان نکل جائے پہ دامان نہ نکلے
مسکیں اسے کہتے ہیں کے مشلا ہو یقینی   جس شخص کو تابوت کا سامان نہ نکلے
سب دل سے نکل جائے مرے دوزخ و جنت   اللہ کرے دل سے ترا دھیان نہ نکلے
تسکین رہے گی مجھے تا حشر مری جاں   دل میں سے ترے تیر کا پیکان نہ نکلے
میاں سوز مجھے تم سے یہ شکوہ ہے صد افسوس
شہروں میں پھرے گاہ ادھر آن نہ نکلے

---

[3] بے چین ہو اب تو دل کو صبر و شکیبائی   لٹتا ہے یہ ملک دل کیا عشق کی فوج آئی

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

یاروں سے وہ سرگرمی دن رات بہر صورت
ہم کو تو کبھی اپنی صورت بھی نہ دکھلائی
جاتے ہیں ترے کوے کاہے کو تو جیتا ہے
جو بوجھ کے بیٹھے تھے سو بات نہ بن آئی
جانے کو ابھی جائیں پر ایک ہے یہ خطرہ
کوئی نہ کہے پیچھے سفلہ تھا یہ ہرجائی
اے سوزؔ ترے اشعار ہیں ابلہ فریب اور بس
ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمائی

---

[1] جب سے گلرو اٹھ گیا پہلو سے یہ دل خار ہے
مجکو اب رشکِ جہنم یہ گل و گلزار ہے
ناتوانی مجکو لے جاتی نہیں تم لے چلو
اے مجو اس کنے عاشق سے جو بیزار ہے
خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
اور کچھ توشہ نہیں پر حسرتِ دیدار ہے

---

[2] دیتا نہیں ہے چین یہ دل ایک دم مجھے
گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم مجھے
برباد دے جو اپنے تئیں اس کو کون دے
دیتے نہیں کچھ اس لیے اہلِ کرم مجھے

---

[3] کوئی کم بخت ہو جو دل لگاوے زندگانی سے
کسی نے نفع بھی پایا ہے اس دنیاے فانی سے
بہت اب یاد آتے ہیں تپاک اس حضرتِ دل کے
عجائب حظ اٹھائے تم نے اس جنت مکانی سے
گئے ہیں جتنے اپنے دوست ہم کو چھوڑ کر آگے
کوئی دن کو ملیں گے ان سے کیا کیا شادمانی سے
جو یار آیا تو استقبال بھی ہم سے نہ ہو آیا
رہے اب وائے ہم شرمندہ اپنی ناتوانی سے
جو پیش آوے اسے تقدیرِ ربُّ العالمیں جانے
رہا یہ یاد ہم کو سوزؔ فردوس آشیانی سے
برا بھی تو نہ تھا دلسوز تھا سب آشناؤں کا
ولیکن پھونک سب کا جی گیا آتش بیانی سے

---

[1] [2] [3] یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

اے[1] موجد طرح بے وفائی   کیوں کٹ کی تو نے آشنائی
یارب سرو تن جدا ہو اس کا   جس نے سکھلائی ہے جدائی
دل لے کر اچار ڈالا   سیکھی ہے یہ کس سے دل ربائی
وہ چال چلو کہ بعد مردن   رہ جائے جہان میں بھلائی
اے سوز وفا بہت کی تو نے
پر تیرے کام کچھ نہ آئی

سنو[2] میاں آہ میں عاشق کی البتہ اثر ہووے   دعا مانگو[3] شب ہجراں کسی عنواں سحر ہووے
جمال یار ہر شے میں نظر آوے نہ کیا معنی   نظر میں ہم سے احمق کی جو وہ نور نظر ہووے
نہ آوے دلربا اپنی بغل میں جھوٹ کہتے ہیں   الٰہی مفلسوں کے ہاتھ میں تھوڑا تو زر ہووے
صنم کے کان تک پہنچے ہی پہنچے لاکھ صورت سے   ولیکن قطرہ ہائے اشک عاشق جب گہر ہووے
خدنگ غمزۂ دلدار ہر یک پر نہیں چلتا
ولے[4] جب سوز سے عشاق کا سینہ سپر ہووے

درد و غم ایک طرف داغ ہیں پنہاں کتنے   حضرت عشق کے ہیں مجھ پہ تو احساں کتنے
گرد مردم نہ سمجھیو مژۂ خوں آلود   اشک کے ساتھ نکل آتے ہیں پیکاں کتنے
کیا دکھاوے ہے تو اے لالہ یہ داغوں کی بہار   ایسے پھولے ہیں مرے دل میں گلستاں کتنے
ایسی[5] ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہیں وزیر   اس تجمل کے ہوئے خلق میں سلطاں کتنے
اس[6] طرح سوز کو بھی لوگ کہیں ہیں شاعر   ایسے گلیوں میں ڈھا دوں میں غزلخواں کتنے

---

[1] یہ غزل م میں نہیں ہے   [2] ع، سنا ہے   [3] ع، مانگوں   [4] م، ولیکن

[5] [6] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

جو دیکھے قد کو تیرے شمع پانی ہو پگھل جاوے
مجھے دیکھے اگر پروانہ اپنے جی میں جل جاوے

ہوا تو روبرو لیکن رہا محروم نظارہ
نہ دی حسرت نے فرصت اشک کو اپنے کہ ڈھل جاوے

سنو تو کیا یہی انصاف ہے خوباں کے مشرب میں
مجھے کہتے ہو کوچے سے مرے جلدی نکل جاوے

نصیب اپنے میاں صاحب خدا کی بات ہاں سچ ہے
میں ایسا ہوں تو لے مرجاؤں پس تیرا خلل جاوے

میاں یہ سوز تھا جس نے کیا پاس ادب اتنا
وگرنہ کس کی قدرت آہ رو کے جی نکل جاوے

کس کا یہ نوجوان آتا ہے　　　جس کے دیکھے سے جان جاتا ہے
میں تو کہتا ہوں آنکھوں میں بیٹھو　　　اس کو دل کا مکان بھاتا ہے
ایک عالم کا خون پیتا ہے　　　لوگ کہتے ہیں پان کھاتا ہے
کوئی اس سے کہے کہ عاشق ہوں　　　اس کو یہ کب گمان آتا ہے

ایک تو بات اس میں ہے اچھی
سوز کی بات مان جاتا ہے

دل تیرا کب کا آشنا ہے　　　کیا جانیے اس کو کیا ہوا ہے
میں نے تو تجھے کبھی نہ دیکھا　　　بن دیکھے دل[1] کا جی لیا ہے

---

[1] ع، اس کا جی لگا ہے

رہنے دے جو ملے مری جاں　　واللہ بہت یہ کام کا ہے
اک بات کہوں اگر سُنے تو　　تیرا بھی جی[1] کہیں لگا ہے
شرما مت مجھ سے راست[2] کہہ جان　　بتلا تو اس میں کیا مزا ہے
ہنسے[3] ہے تو قدر دان ہو کر　　مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے
جو تو بوجھا ہے سو نہیں میں　　واقف[4] دل کا وہی خدا ہے
اس وضع پہ مت ذلیل کریو　　بندہ یہ ترا ہی خاکِ پا ہے
تو شوز سا اُس[5] کو جانیو مت　　ظاہر میں بہ شکل پارسا ہے
ہر شب رکھتا ہے چار عورت　　لونڈا سو روز ناشتا ہے
جمدھر[6] مت کھینچو جان صاحب　　کیا ہے ترے دل میں آج کیا ہے
وہ وہ ہنسنے پہ اور دو سنے　　کس نے یہ بانکپن بدا ہے
تیرا تو ان دنوں میں یہ تو　　غصہ تو ناک پر دھرا ہے
جمدھر کو میان کر کے بیٹھو　　پیارے جی ابھی تو دن بڑا ہے
ٹک[7] رات تو آنے دو مری جان　　پھر دیکھیو تم کہ کیا مزا ہے

چمن[8] میں یار نے پردے جب آن کھول دیے　　گلوں نے دیکھ کے اپنے دہان کھول دیے

لب[9] خشک ہوئے منہ کا یہ احوال ہوا (کذا)　　تو بھلا عشق ہوا جی کا کہ خنجبال ہوا

---

[1] ع، دل　　[2] م، تجھ کو واللہ　　[3] یہ شعر م، میں نہیں ہے۔
[4] م، مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے　　[5] ع، مجھ کو
[6] [7] یہ شعر م، میں نہیں ہیں
[8] [9] یہ شعر م میں نہیں ہیں۔

کیا[لہ] پوچھتے ہو تقدیر اپنی   تم سے کہوں کیا تقصیر اپنی
زلفوں میں آخر جا ہی پھنسا دل   کھوئی نہ ناداں توقیر اپنی
ہاں شیر میرے کیا دیکھتا ہے   جلدی تڑا ڈال زنجیر اپنی
اے سوز شاباش واللہ باللہ   یاں بھی نہ چوکا تدبیر اپنی
روز شہادت اللہ اکبر
آپ ہی پڑھی نہ تکبیر اپنی

نہیں عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے   ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے پیچ یاری کو کیا جانے
لگی بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پیارے   تڑپنا لوٹنا راتوں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تو آئنہ میں تو نے اپنا منہ نہیں دیکھا   گرفتاری کو کیا سمجھے تو خودداری کو کیا جانے
ابھی تو مشق خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے   یہ ننھا سا کلیجہ تیرا غم خواری کو کیا جانے
عزیزو سوز کو چونکاؤ مت سوتا ہے سونے دو
ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

پرکار کی روش نہ رہے ہم جتنی چل سکے (کذا)   اس گردش فلک سے نہ باہر نکل سکے
ایک نگاہ گرم میں پانی ہو بہہ گیا   دل سنگ تو نہ تھا کہ بن آتش نہ گل سکے
روئے نہ کیا کرے اے مری جان وہ غریب   جس کا تمھارے سامنے کچھ بس نہ چل سکے
رونا بھی تھم گیا ترے غصے کے خوف سے   تھی چشم ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے
وہ گلعذار عازم سیر چمن ہو گر   شمشاد اس کے سامنے دیکھوں تو چل سکے
دل میں ہے سوز اس کو غزل در غزل کہوں   تبدیل قافیہ سے اگر خوب ڈھل سکے

[لہ] یہاں سے آخر ردیف ی تک کوئی غزل ع، میں نہیں ہے۔

منہ دیکھو آئنہ کا تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے
تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا مجال
دست قضا جو پھر کوئی ایسا بنا سکے
عارف خدا شناس ہوا ہو تو ہو و لے
میں جانوں تیرے رمز کو ذرہ جو پا سکے
یہ ہو سکے کہ اپنے تئیں سوز بھول جائے
پر میری جان کہہ تجھے کیونکر بھلا سکے

عناں جس طرف دلربا موڑتا ہے
صفوں کی صفیں آن میں توڑتا ہے
ادھر دل ہے یارو ادھر عشق اس کا
نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے
سلامت رہ اے خار وادی غربت
کہ دل کے پھپھولے تو ہی پھوڑتا ہے

بھلا اب کیا کروں کب تک قضا سے التجا کیجے
اجل کو ننگ آتا ہے، نہیں آتی ہے کیا کیجے
رقیب اس کو اگر چھوڑیں تو کہیے حال اس کو (کذا)
یہی بہتر ہے اخگر کی طرح دل میں جلا کیجے
نصیبوں میں جو لکھا ہے وہی ملتا ہے دنیا میں
یہ طالع حق کی بخشش انھو کا کیا گلا کیجے (کذا)
اگر ہو زخم تن پر، اس کی مرہم ہو سکے لیکن
جو ہو زخم درونی اس کی کس ڈھب سے دوا کیجے

کیا کہیے جو اس شوخ کی اوقات ہوئی ہے
انساں کا اسے قتل تو اک بات ہوئی ہے
نو روز کو چہرے نے ترے یار ہرایا
زلفوں سے شب قدر بھی ابات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں اب نیند جو اچٹی   معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے
کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے   میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے
اے شیخ نہیں تم میں تو یک پشم کرشمہ   داڑھی (کی) بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے
دعوائے غلامی تو ہے یک خلق کو تم سے
کچھ بندگی سوزؔ بھی اثبات ہوئی ہے

دل مرا عشق کا دوانا ہے   ناصحا چپ تو گو سیانا ہے
گو کہ مجلس سے تو نے اٹھوایا   مجھ کو کب تم سے دل اٹھانا ہے
دوست ہی ہو گئے مرے دشمن   ہائے اللہ کیا ٹھکانا ہے
کب دیا دل میں تیری زلفوں کو   یہ بھی لوگوں کا شاخسانا ہے
آپ سے آپ جا کے پہنچے گا   جس جگہ جی کا آب ودانا ہے
اے فلک شاد ہم کو رخصت کر   پھر ترے گھر میں کس کو آنا ہے
غیر کی یاد تم کرو پیارے
سوزؔ کو دل سے گر بھلانا ہے

دل تری چاہ کی ایسی تیسی   عشق کی راہ کی ایسی تیسی
اب تلک دل میں نہیں اس کے اثر   نالہ و آہ کی ایسی تیسی
روبرو ہوئے گا اس مہر کے تو   اے ترے ماہ کی ایسی تیسی
کون قصے میں پڑے دنیا کے   حشمت و جاہ کی ایسی تیسی
سوزؔ کو قتل کیا بوسے دے
تیری تنخواہ کی ایسی تیسی

تو بہ نشے میں دیکھ مجھے مار کر چلے　　مستی سے میری آپ کو ہشیار کر چلے
پوجے صنم کو کیونکے تجھے دیکھ برہمن　　مومن خدا پرستی سے انکار کر چلے
تم نے اگر ہمیں نہ خریدا تو کیا ہوا　　ہم آپ کو تو گرمی بازار کر چلے
بسمل ہوئے تھے تڑپھے جو ذرہ تو کیا ہوا　　کوچے کو تیرے دیکھ تو گلزار کر چلے
لے اب تو خوش ہوا کہ سر اپنا کٹا کے ہم　　سب قاتلوں میں تجھ کو نمودار کر چلے
نظروں میں تیری ہم کھٹکتے تھے باغباں (کذا)　　خوش ہو کہ تیرے باغ کو بے خار کر چلے
بت ہو گیا ہے دیکھ کے جلوہ ہر ایک شیخ　　مسجد کو دیر آ کے تم اے یار کر چلے
صبر و قرار و دین و دل و نقد و جنس اب　　برباد تیرے کوچے میں یک بار کر چلے
مشہور عاشقی میں تو ہم تھے بڑے ہی سوز
پر ہر طرح سے آپ کو یاں خوار کر چلے

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئیں نمکیں ہے　　سر تا بقدم کافر بیدیں نمکیں ہے
قطرات عرق کا ترے عارض پہ یہ ہے لطف　　جوں پہلوے مہ خوشۂ پروین نمکیں ہے
کب یہ گل اورنگ پہ گلشن میں مزا ہے　　فندق سے جو وہ دست نگاریں نمکیں ہے
یہ حسن کبھو شمع کے شعلے میں نہ دیکھا　　جو سر پہ ترے طرۂ زریں نمکیں ہے
میٹھا جو لگے بولنے پھر اس کے تو کیا ناز　　ہو ترش تو حرف لب شیریں نمکیں ہے
اے سوز مرے شوخ کی کیا چاہیے زینت
جوں مہر بن آرایش و تزئیں نمکیں ہے

وہ غل ہے جس کا موجب تو ہے ورنہ شور بہتر ہے
قیامت خیز تیرا رو ہے ورنہ شور بہتر ہے

رہے نت اٹھ کے کشت و خون جس غوغاے عالم میں
وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتر ہے
کیا شوریدہ سر عالم کو اس زلف پریشاں نے
یہ شور افزا اسی کی بو ہے ورنہ شور بہتر ہے
کرے جو مات اے خونخوار عالم شور محشر کو
پر اس غوغاے تیری کو ہے ورنہ شور بہتر ہے
سمجھتا کوئی ہے وہ ذکر و اذکار لب شیریں
کہ جس میں تیری گفتگو ہے ورنہ شور بہتر ہے (کذا)
وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے
تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتر ہے (کذا)
جسے اے سوز صوفی سن کے پل میں مست ہو جاوے
وہ مے خانے کی ہا و ہو ہے ورنہ شور بہتر ہے

شراب تازہ سے داغ کہن میں آگ لگی
اے عندلیب فغاں پھر چمن میں آگ لگی
چراغ لے کے چراغاں کریں ہیں جوش و خروش
ہمارے داغ سے یوں جو کدن میں آگ لگی
بسان اخگر افسردہ اے مرے قاتل
شہید عشق کے تیرے کفن میں آگ لگی
سلگ اٹھی ہیں دلا عضو عضو کی رگ و پے
خبر لے اپنی دوانے کہ بن میں آگ لگی
افق سو چھپ کے مت اس کی تو سیر کر ظالم (کذا)
کسی کی آہ سحر سے لگن میں آگ لگی
ہمارے اشک سے گر رشحہ ادر پڑے شمع
تو اہل بزم پکاریں لگن میں آگ لگی
نہیں ہے شمع کی گردن میں سوز پروانہ
تو سوز اس کے یہ کیوں تن بدن میں آگ لگی

واقف نہیں کوئی داغ گل سے   روشن ہے چمن چراغ گل سے
زنہار نہ ہو سکے گی بلبل   تو عہدہ برآ دماغ گل سے
ساغر سے ان انکھڑیوں کے ہم مست   مدہوش صبا ایاغ گل سے
جوں غنچہ گرفتہ دل ہوں اے سوز
کیا کام مجھے فراغ گل سے

ہمارے قتل کا مژدہ صبا اغیار کو پہنچے   مبارکباد خونریزی کی تیغ یار کو پہنچے
ہوا ہووے گا کیا کیا مژدہ پر مورد تلطف کا   قیامت ہو جو عمر اس طفل کی گفتار کو پہنچے
حقیقت دل کی میں اپنے کہوں کیا تم سے اے یارو   نہیں لازم کہ غم اپنا کسی غمخوار کو پہنچے
جگر سب آب ہو کر بہہ گیا اب کچھ نہیں باقی   سلام الوداع اے اشک چشم زار کو پہنچے
نہ ہووے سوز دل جس کو تو کب مقدور ہو اس کا
کہ وہ اے سوز تیرے معنیٔ اشعار کو پہنچے

معتقد ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے   گر مرید اس دور میں ہم ہیں تو پیر جام کے
ہم سے دیوانوں کے عاقل درپے تدبیر ہیں   بندے ہیں ان پختہ مغزوں کے خیال خام کے
عشق کا آغاز تو جوں توں گذر جاتا ہے لیک   کہہ نہیں سکتا دلا حالات میں انجام کے
نے تلاش دین ہی ہم سے نہ دنیا کی ہے فکر   اس کی رزاقی بروے ہو ورنہ ہیں کس کام کے
گذرے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا   اس کے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے
ساغر دل خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا   اہل دل گر مست رہتے ہیں تو ایسے جام کے
چار فصل اے سوز نظر دل میں انھوں کی ہے بہار
مست جو ہیں گے نگاہ ساقی گل فام کے

کیا کہیے حال اپنا جو کچھ ہے سو ہے　　دل میں مرے خیال جو کچھ ہے سو ہے
مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہم نے زیر چرخ　　لِلّٰہ ہی سوال جو کچھ ہے سو ہے
کیا گفتگوے برہمن و کیا کلام شیخ　　ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہے
کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست　　اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہے
کس خوبرو سے یار کو تشبیہ دیجیے　　وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہے
کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ　　اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہے
شعر و سخن پہ سوز کے موقوف کچھ نہیں
اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے

اے تڑپھ چین تو بسمل کو مرے پل بھر دے
یہ نہ ہو خوں سے کہیں دامن قاتل بھر دے
بادہ پینے سے تو خوگر میں نہیں ہوں اے تیغ
ہو کسی شیشے میں لو ہو تو مرا دل بھر دے
لے زمیں تا بفلک خون سے تجھ بن یہ چشم
ٹکڑے دل کے اگر ہو جائیں تو لاتل بھر دے
اسے امید ہے ٹانکوں کی ترے زخمی کو
ٹوٹے شمشیر تو قیمت کبھی گھائل بھر دے
ناسس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
اس میں نک چھکنی چھپا کر تجھے غافل بھر دے
سیر حرماں میں جوں نور بھرے فی خورشید
ساقیا جام مجھے مقابل بھر دے (کذا)

دیکھ کہتا ہوں تو اس ضد سے مرا جی مت کھو
توڑ دوں ہوں سر کے تئیں لے کے ابھی سل بھرڈے
دام کچھ سوز کے ہیں پر گرۂ زلف کے بیچ
ساقی کے پاس اجارے کہو حاصل بھرڈے
ورنہ وہ باندھ کے لے گا کہ یہی ہے معمول
یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھرڈے

نہ وے عاشق نہ وے معشوق جن میں ہو یہ کچھ خامی
عبث لی ہم نے اب دنیا میں سر اپنے یہ بدنامی
اثر نے اشک میں پاتا ہوں، نے تاثیر نالے میں
ارادہ عشق کا تجھ سے ہے باایں بے سرانجامی
تجھے کچھ کہیے ظالم اس کی تو پھر ضد ہی کرتا ہے (کذا)
خدا جانے بلا کیا لائے گی یہ تیری خودکامی
فلک نے فتنے تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب میں بڑا نامی
میں اس کو شرح سوز دل کہو کس طرح لکھ بھیجوں
زبان شمع تک کٹتی ہے واں، ہو کون پیغامی
اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہیں سکتی
نہ دیکھا باز دست شاہ پر وہ جو نہ ہو دامی
ہوئی ہے مے خوری یہ دور میں ساقی ترے رائج
بجا ہے اب جو ہر ملا کو کہیے مولوی جامی

فقیر اب سوز کیا جانے ہوا ہے کس کی آنکھوں پر
سنا ہے آج یوں کپڑے رنگے ہیں ان نے بادامی

مت محبت کر کسو سے آہ مشکل ہووے گی
کوئی دن کو دیکھ تو یہ چاہ مشکل ہووے گی
اے دل اس چاہِ زنخداں سے نہ ہو تو آشنا
ڈوب جاوے گا تو پانی تھاہ مشکل ہووے گی
کارِ نیک اے یار توشہ ہے۔ فراہم کر لے
ورنہ کتنی آخرت کی راہ مشکل ہووے گی
رات تو پھرتا ہے راتوں کو چکوروں کی ....
صحبت ان کی ایک دن اے ماہ مشکل ہووے گی
یک قلم کر صاف فوج خط جو چاہے بعد حسن
ورنہ پھر دینی اسے تنخواہ مشکل ہووے گی
میں نباہوں گا محبت اس کی ناصح تجھ کو کیا
خواہ آساں ہووے گی وہ خواہ مشکل ہووے گی
رہ نوردوں کا وہ مردم اب تو دل چھینے ہے سوز
اس طرح تو ایسی نبھنی راہ مشکل ہووے گی

مبارک سیرِ باغ اس کو جو بلبل ہووے بستانی
بہار آوے تو کیا ہم کو کہ ہم ہیں ان کے زندانی
کوئی دلبر سے کہہ دے، دل سے میرے بے خبر مت رہ
کہ وحشی دام میں آوے تو لازم ہے نگہبانی
بھری ہے چشم و دل میں بس کہ اس محبوب کی صورت
مرے ہر اشک کا قطرہ گویا ہے یوسفِ ثانی
نہ سمجھو آشنا خوباں سے ہرگز مجھ دوانے کو
مجھے نسبت انھوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی
لباسِ اطلس و دیبا پہ کیا مغرور ہے منعم
ہمارے دل سے پوچھو تو یہ سب ہے ننگِ عریانی

گریں ہیں طفل اشک آنکھوں سے میرے خاک کے اوپر
الٰہی دیکھیو ان کی یتیمی اور نادانی
خبر کر دیجو اہل شہر کو پیک صبا جلدی
جنوں میں آج آتا ہے چلا سوز بیابانی

لاکھ طوفاں بہ جہاں ہم کو فلک دکھلاوے   کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
شعلۂ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر   عشق ذرہ گر اسے اپنی جھلک دکھلاوے
کیمیا جانکنی کو اس لیے سمجھا ہے شیخ   کہ خدا تا مجھے سونے کی ڈلک دکھلاوے
چھوڑ افیوں کو اگر بنگ پیے تو واعظ   وہیں لے جا کے تجھے عرش تلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمیں کو سونپا   زلزلے کو بھی خدا وہ نہ ہلک دکھلاوے
آب ہو جائے وہیں زہرۂ فولاد اے سوز
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلاوے

بے وفائی کیا کہوں ساتھ اپنے اس محبوب کی   تیری نسبت تو میاں بلبل نے گل سے خوب کی
مجھ کو ان آنکھوں نے مجوب اس سحر نے کیا (کذا)   لے گئی ہیں آبروئے گریۂ مجبوب کی
شمع کو آنے نہ دے یار اپنی خلوت میں کبھو   شرح سوز اک بار اگر دیکھے مرے مکتوب کی
محتسب ہم نے تو دی تھی دختر رز کو طلاق   پر تری ضد سے اسے ساتھ اپنے پھر منسوب کی
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں   جیب میں اپنے شکیبائی نہیں ایوب کی
چشم ہمت میں ہماری قدر کیا دنیا رکھے   ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت محبوب کی
جو جفائیں تو نے معشوقوں کی اپنے سر سہیں
عاشقی کرتا کہیں ہے سوز اس اسلوب کی

پوچھو مت کیونکے تجھے رات میاں کٹتی ہے   حال اب تجھ سے یہ کرنے کا بیاں کٹتی ہے
حال دل کیونکے کہوں اس سے کہ جس کے آگے   ہونٹھ ہل جائیں کسی کے تو زباں کٹتی ہے
دیکھ کر مجھ کو تو پروانہ جلا مرتا ہے   شرم سے شمع ترے آگے میاں کٹتی ہے
غیر مختار ترے گھر میں ہو اور رہوں ہم بھی   اپنی اس طرح سے اوقات کہاں کٹتی ہے
ہو دو کج طبع کی ہرگز نہ موافق صحبت   لاگے شمشیر کماں پہ تو کماں کٹتی ہے
یک دم اس باغ میں آرام نہ پایا ہم نے   عمر جوں مرغ ہوا بال فشاں کٹتی ہے
وصل کا یار کے کب ہم کو یقیں ہے اے سوز
لیکن اب زیست ہماری بہ گماں کٹتی ہے

طاقت کہاں کہ کیجے پرواز اب قفس سے   باہر نہیں نکلتی آواز اب قفس سے
دے داد کون یا رب اس نالۂ حزیں کی   آزاد ہو گئے سب دمساز اب قفس سے
سنتے ہیں عشق نے دل گھبرا دیا ہے تجھ کو   اے مرغ آ لگا ہے شہباز اب قفس سے
جس سے کہ باس آوے تقیید کے لہو کی   صیاد وہ رکھے ہے انداز اب قفس سے
گلزار تک پہنچنا معلوم یاں سے چھٹ کر   جس طرح جائے بلبل کر ساز اب قفس سے (؟)
اے سوز گو رہائی صیاد سے ہوئی پر
طاقت کہاں کہ کیجے پرواز اب قفس سے

جرم کر عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے   بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے
مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تئیں قسمت نے   دست نامرد میں شمشیر بہت اچھی ہے
لے گئے کعبے کیا سیر میں بت خانے کی   خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
ذکر کو عیش کے کہتے ہیں کہ ہے نصف العیش   ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف میں تیری میں اس واسطے دل سونپا ہے   اس دوانے کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے
کیوں ہے خاموش مری طرح چمن میں بلبل   تیرے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے
کام دیکھا میں بہت مانی و بہزاد کا ہاے   آنکھوں میں تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے
جتنے ہیں کام ترے سونپ خدا کو اے تنوز
تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیاں چلے   اک ہم صفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
منہ کیا ہے باغباں کا جو ہم سے وہ کچھ کہے   جوں گل ہم اس کے باغ میں دامن فشاں چلے
غافل ہماری آہ سے رہتا نہیں ہے خوف (؟)   کر خوف ایسے تیر سے جو بے کماں چلے
جانے کو اپنے گھر تو کہے تھا تو اور ہم   دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میاں چلے
سینہ موافقت نہ ہو رفتگاں کی داغ (کذا)   آتش نشاں ہے ہر کہ جب کارواں چلے
راہ عدم بھی زور ہے اے تنوز جس کے بیچ
جس طرح پیر جاوے ہے ووہیں جواں چلے

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش و پس چلے   دنیا عجب سرا ہے جہاں آ کے بس چلے
کہیو صبا سلام ہمارا بہار کو   ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ   جمعیت دلی پہ تری پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا   مانوں ہزار بار اگر دل پہ بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دوڑ اشک   سن مردمانِ قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد دیکھیے اب تو قفس سے ہمیں رہا   ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے
کام اس گلی میں سر سے گذرنا ہے تنوز کا
کیا تاب یک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

محیطِ دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے
سدا یہ برق ظالم گردشت گاہ پھرتی ہے (کذا)
ہوئی تاثیر اس کے دل میں نالوں سے رقیبوں کے
اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے
یہ دل میں آئے ہے کانوں میں سبِ نارسا اپنا (؟)
تری زلفوں میں کنگھی جس طرح اے ماہ پھرتی ہے
بنے جو تجھ کو رکھو حجام سے اب صلح کر واعظ
کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے
چلیں کعبے کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر
کہے یہ بات واں سے میکدے کو راہ پھرتی ہے
خدا کے واسطے باز آستانے سے مرے دل کے
کہ اب تاثیر اس کی آہ کے ہمراہ پھرتی ہے
کہوں اے سوز کیا تجھ سے خرام ناز میں اس کا
دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

عاشق تھا کبھی تجھ پہ یہ پر دل تو وہی ہے
گو عشق نہیں اس میں ولے دل تو وہی ہے
خورشید کو کیا رو جو ترا چہرہ وہ ہووے
عکس آئینے میں دیکھے مقابل تو وہی ہے
کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام
گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے
ہو دیں گے ترے کوچے میں یوں دل تو ہزاروں
میرا جو دل اک ان میں ہے بسمل تو وہی ہے
خو اپنی کو تبدیل کر آگے تھی جو تجھ میں
اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے
کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے
کیا جانیے جو تجھ میں ہے الجھے ہیں یہ کس سے
جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے
خواری کا نہ کر اپنی دل یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق میں کامل تو وہی ہے
دینے سے اذیت تمھیں کیا سوز کے حاصل
جو چاہو سو دل پہ کرو مائل تو وہی ہے

ہم کو حنا جو قتل کر اور آپ رچ رہی
باعث ہو یہ کہ یار کے جا ہاتھ رچ رہی

یوسف سے کب تھی گرمی بازار اس قدر　　جو دھوم تیری کوچۂ و بازار بیچ رہی
جوں بیل عشق پیچے کی لپٹی ہے شاخ پر　　اس طرح زلف یار کے قد سے لپٹ رہی
ہم چشم میری چشم سے ہونے کی بار ہا　　چھڑیاں لگا لگا کے تو برسات بیچ رہی
واعظ نے اپنے جبہ کو ہونے دیا نہ ہضم
دستار شیخ جی کی تو اسے توز بیچ رہی

مسجد سے دیر کو شب لائی سیاہ مستی　　پائی ندان اپنی ہم رو براہ مستی
دیکھا مگر چمن کو تو نے نگاہ بھر کر　　ٹپکے ہے کیوں زمیں پر گل کی کلاہ مستی
دیکھوں ہوں موج مے کا میں چاک ہی گریباں　　آنکھوں پہ تیری ظالم ہے دادخواہ مستی
ہم سے فسردگاں سے کیا ہو چمن میں بلبل　　کرتی ہے نالہ تیرا یاں سربراہ مستی
عالم شباب کا جب آتا ہے یاد مجھ کو　　بے اختیار منہ سے نکلے ہے آہ مستی
تیری نگہ سے ظالم جب بس چلا نہ اس کا　　آنکھوں میں تیری آخر لائی پناہ مستی
دامن کو بے خودوں کے مت چھوڑ ہرگز (کذا)　　تو جس طرح جانے اب تو نباہ مستی (کذا)

جو زمیں زیر فلک داخل آبادی ہے　　کہہ وہ مہ اس پہ ترے ہاتھ سے فریادی ہے
غم سے اپنے ہے مجھے اس لیے الفت پیارے　　کہ مرا غم تری خاطر کے لیے شادی ہے
کوئی تڑپھے ہے، کوئی سسکے ہے کوئی بیدم　　آج کوچے میں ستم گر کے یہ جلادی ہے
بال و پر توڑ کے صیاد کرے ہے آزاد　　آہ بے رحم یہ کس کام کی آزادی ہے
وعدے کو ٹال کے کہنا کہ مجھے بھول گیا　　یہ تغافل تو مرے شوخ کا ایجادی ہے
چھلے داڑھی میں نہیں، شملہ نہیں پگڑی میں　　شیخنا آج تری وضع بہت سادی ہے
اس کے تو جوہر مژگاں سے نہیں واقف سوز　　ہر پلک دل کے لیے خنجر فولادی ہے

دل جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے
دیکھیں تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے
نا قدر شناسی ہے خلائق کی جہاں میں
جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے
آیا نہ ہنر وہ کہ پھریں جس کے کئی بخت
اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے
عاشق جو ہنر پہ ہے، ہنر اس کا ہی عاشق
دلبر ہے ہنر جس کا وہ دلدار ہنر ہے
کعبے کو نہ پوجوں میں ہنرمند کے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
اظہار ہنر واں نہ کروں ہو نہ جہاں قدر
دل اہل ہنر کا ہے سو غم خوار ہنر ہے
روکا ہے تغافل نے ترے مجھ کو تہ دام
صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے
دیکھی نہ ہنرمند کی میں قدر جہاں میں
اے وائے بر آں دل جو طلبگار ہنر ہے
رنگیں سخن اس کے نے دل خلق کو موہا
یہ سوز مگر طوطی گلزار ہنر ہے

قفس میں دکھ مجھے کچھ ہو تو ہو اسیری سے
ہر ایک مرغ کی نالاں ہوں ہم صفیری سے
برنگ نقش قدم روشناس تجھ در کا
فتادگی کی ہوا ہوں میں دستگیری سے
بسان روز کہ ہوئے ہے صبح سے روشن
حصول جوشِ جوانی ہمیں ہے پیری سے
وہی ہے مرتبۂ انکسار سے آگاہ
کہیں ہیں شاہ جسے نسبت فقیری سے
ہوس یہ آئی ہے مجھ تک تو صید افگن کو
نظر میں اس کی نہ آیا میں بز فقیری سے
ہے مستحق اذیت کہ دل نے پہلے سے
نہ کی تھی جو تری مژگاں نے سخت گیری سے
نہ میں ہی اپنی اسیری سے تنگ ہوں اے سوز
قفس بھی تنگ ہوا ہے مری اسیری سے

کہو دل کو کہ دنیا کی تلاشِ خام سے گذرے
غنیمت ہے یہی جو ایک دم آرام سے گذرے

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل
جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گذرے
اُٹھاوے کون ہردم مغ بچوں کی نازبرداری
مریہ چشم خوباں ہو کے مسِ جام سے گذرے (کذا)
بلا کیسی ہی تیری زلف سے آوے مرے دل پر
نہیں ہے صید وہ ایسا جو عشق و کرم سے گذرے (کذا)
گلہ خوباں کی بیرُوئی سے گر کیجے تو بے جا ہے
جو گذرے ہم پہ دل سو اس دلِ ناکام سے گذرے
ہمیں ہے ضبط اس نالے کا تیری خو سے اے ظالم
کہ جس کو دیکھیے تو چرخ نیلی فام سے گذرے
چلی ناموس داری سوزؔ راہ عشق سے بچ کر
قدم پہلے ہے یہ اس میں کہ ننگ و نام سے گذرے

مانند جرس پھٹ گئی چھاتی تو فغاں سے   فریاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں سے
دل توڑ کے مانگے ہے دل اس شوخ سے کہیو   اس دل شکنی کو کوئی دل لائے کہاں سے
بوسہ نہیں دیتا ہے تو دل گالی ہی دے جا   دشنام بھی میٹھا ہے میاں تیرے دہاں سے
ہووے دلِ حیرت زدہ مورد نہ بلا کا   کیا غنچۂ تصویر کو تاراجِ خزاں سے
یا مہر دے یارب دلِ نامہرِ بتاں کو   یا دور ہو سررشتۂ اُلفت ہی جہاں سے
سرگشتہ ترے عشق کا محتاج خضر نہیں   چاہے وہ سدا راہبری ریگِ رواں سے
. . . . کا مانے ہے سخن سوزؔ
سررشتۂ بیعت ہے اسے پیرِ مغاں سے

نہ دی ظالم نے کچھ فرصت جو درد دل سے کچھ کہتے
اجل ٹک دیر کر آتی تو ہم قاتل سے کچھ کہتے
نہ سمجھے حال دل آسودہ خاطر بے قراروں کا
سمجھتا وہ جو ہم جا کر کسی بسمل سے کچھ کہتے
جرس کا سنتے ہی نالہ نہ مر جاتے تو وادی میں
زبانی قیس کی ہم صاحب محمل سے کچھ کہتے
عجب کیا تھا کہ دکھ سن کر ہمارا آب ہو جاتے
عوض تیرے جو ہم پتھر کے ظالم سے کچھ کہتے (کذا)
ہوا کیا عالموں سے شیخ جی نے پوچ گوئی کی
وہ دھو لاتا انھوں کو گر کسی جاہل سے کچھ کہتے
نہ کہتے بلبل ناقص سے راز عشق ہم اپنا
جو کہتے بھی تو اس فن کے کسی کامل سے کچھ کہتے
نہ تھی گو راز داری سوز تیری ہم جو سنتا وہ (کذا)
ترے حق میں بنا کر بات اپنے دل سے کچھ کہتے

* * *

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی
ماٹی ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی
لخت جگر مژہ سے کرے کیا یہ دیکھیے
آتش کو آ کے یاں خس نمناک سے بنی
ممکن نہیں بر آر ہو خاشاک شعلے میں
صحبت تری نہ اس بت بے باک سے بنی
مسواک تو کرے ہے دہن میں تو واعظا
لیکن یہ میں سنا ہے کہ وہ خاک سے بنی
صحبت میر اپنی بنتی نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی سو اس دل غم ناک سے بنی
ایسی بھی کیا کہ ہو گئی یکساں زمیں کے بیچ
اے سوز جسم زار کو کیا خاک سے بنی

تب دوری سے دایم یہ دلِ مہجور جلتا ہے
برنگ اخگر افسردہ نت مستور جلتا ہے
تو اس مہرو کے ہوگا روبرو اے مہر منہ دیکھو
جہنم کے سوختہ تیرے تو منہ کا نور جلتا ہے
ہر اک قطرہ سرِ مژگاں پہ ہے جوں پارۂ آتش
تماشا دیکھ پیارے دار پر منصور جلتا ہے
لگی ہے شمع کے سر سے، تو میرے دل کے تلووں سے
بھلا دیکھو تو ان میں کون با دستور جلتا ہے
جلے ہے غیر تیرے رشک سے پیارے تو جلنے دے
بلا سے میری اور تیری جو وہ مقہور جلتا ہے
مجھے آرام دل رونے سے ہے ناصح نہ ہو مانع
اگر رہ جائے بہنے سے تو پھر ناسور جلتا ہے
الٰہی خیر کیجو سوز کی یہ روشنی کیا ہے
وہ شمع طور سا کچھ دیکھیو تو دور جلتا ہے

دل اس کے ہاتھ سے تنہا نہ ہو کر تنگ جلتا ہے
جگر بھی سینے میں دل سے ہی کچھ نیرنگ جلتا ہے
یہ باعث مہر میں اے شوخ ہے اتنی حرارت کا
کہ تیرے سامنے چہرے کا اس کے رنگ جلتا ہے
نہ تنہا داغ لالہ کو کیا ہے رشک عارض نے
تمھاری دیکھ کر فندق گل اور نگ جلتا ہے
کیا اے شمع رو یہ فرق پروانے میں اور مجھ میں
کہ میں کس رنگ جلتا ہوں وہ کیسے ڈھنگ جلتا ہے
بیاں دیوانگی کا سوز کی میں کیا کروں یارو
کہ اس کا دیکھ کر احوال ہر یک سنگ جلتا ہے

مرے گھر میں الٰہی ایک شب وہ ماہتاب آوے
کہ تا اس دل کو ہو آرام ہمسایوں کو خواب آوے

جلا ہوں اس قدر تجھ سے کہ میرے بعد مرنے کے   اُگے گل خاک سے میری تو پھر ہووے کباب آوے
جو مجھ تک بعد مرنے کے مرے آیا تو کیا حاصل   کہے جا یار سے کوئی جو آوے تو شتاب آوے
نصیحت رائیگاں مت کر بغیر از وصل اے ناصح   دلِ بیتاب کو میرے نہیں ممکن کہ تاب آوے
بہار ایسی ہے اب کے سال، اے ساقی عجب کیا ہے   کہ جا کر میکدے سے محتسب مست شراب آوے
فرشتہ بھی ہو تو اجزائے دل درہم ہوں ملّا کے   جو مکتب میں سبق لینے کو وہ لے کر کتاب آوے
غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے سوزؔ کا یارو
کہ صائبؔ اس سے جا بھڑئے، تو ہو کر لاجواب آوے

میں وہ رسوا ہوں جس کو دیکھ خاص و عام روتا ہے
مری وضع خراباتی پہ ہر یک جام روتا ہے
مری حالت ہے یہ دردِ جدائی سے کہ اب یا رب
مرا پیغامبر دے کر اسے پیغام روتا ہے
ہنسے ہے ایک تو ہی سن کے میرے حال کو ورنہ
زباں پر جس کی آجاتا ہے میرا نام روتا ہے
بسانِ ابر جو واقف ہے اس دل کی حقیقت سے
تو دامن ڈھانپ کر منہ کو وہ صبح و شام روتا ہے
کہوں کیا سوزؔ کے رونے کا تیرے غم سے اے ظالم
لہو کے آنسووں جوں تیغ خوں آشام روتا ہے (کذا)

سینۂ پرسوز ہے اور دیدۂ پرآب ہے   اس سوا گھر عاشقوں کے اور کیا اسباب ہے
کیا کروں میں اپنے دل کی بے قراری کا بیاں   دل نہیں پہلو میں گویا قطرۂ سیماب ہے

پیرنا تو ہے دلا دریاے حسن یار کو   ناف سے بچ کر نکلنا ٹک کہ یہ گرداب ہے
صحبت یکدیگر اے یارو غنیمت جان لو   آج جو موجود ہے سو کل خیال و خواب ہے
اشک کو اے سوزؔ مت نا قدر دانی سے بہا
قطرہ جو گرتا ہے اس کا گوہر نایاب ہے

جسے دل دیجے سو دلبر کہاں ہے   جو ہے بھی تو ہمیں باور کہاں ہے
جھلکتا ہے ہر اک ذرے میں خورشید   شناسائی کسی کو پر کہاں ہے
مرا ہر چند طفل اشک ہے شوخ   تری زلفوں سا پر ابتر کہاں ہے
دلا یہ گلرخاں ہیں طالب زر   ہمارے پاس لیکن زر کہاں ہے
ترے کوچے میں ہے مدت سے ساکن   مرے پہلو میں دل کا گھر کہاں ہے
نہ برسا اس سے گا ہے قطرۂ خوں   مری مژگاں سا ابر تر کہاں ہے
تسلی سوزؔ کی کب ہو مغاں سے
بتا دو ساقی کوثر کہاں ہے

مرے دل کی کسے یارو خبر ہے   خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
نہیں پرواہ قاصد کی مجھے اب   کہ میرا دل ہی میرا نامہ بر ہے
بتا مجھ کو کسے تو نے کیا قتل   ترا دامن یہ کس کے خوں سے تر ہے
یہ نت کے کون نکتورے اُٹھائے   ترا غصہ تو ہر دم ناک پر ہے
یہ مردم کس طرح ڈوبیں نہ یارب   مری آنکھوں کا اب پانی میں گھر ہے
نہ کی تاثیر اس کے دل میں یارب   ہماری آہ بھی کیا بے اثر ہے
تری ہے گی یہی کیا مہربانی   سناں ہے تیر ہے تیغ و تبر ہے

کوئی دل سوز اس کا ہو تو جانے
تجھے کیا سوزؔ کے دل کی خبر ہے

مری آنکھوں میں یارو اشک ایسا موج مارے ہے
کہ جیسے ساغرِ مے میں صہبا موج مارے ہے
روا ہے ابرِ دریا دل یہ کس کے حال پر یارو
کہ یوں سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
پھنسے ہیں بس کہ دل دریا دلوں کے اس میں اے پیارے
ترے مکھڑے پہ کیا زلفِ چلیپا موج مارے ہے
تری دریا دلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے
ہمارے دل میں دریائے تمنّا موج مارے ہے
عبث تو سیر میں دنیا کی اب اوقات کھوتا ہے
سرشکِ سوزؔ کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

یار جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئیں چاہیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیے
مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے
چہرۂ خورشید کو دستارِ زریں چاہیے
ہے جبیں پہ چین تو لب پر تبسّم کی گرہ
بادہ کش ہیں گزک کے ترش و شیریں چاہیے (کذا)
ہم دعا مانگیں تو اپنے حق میں پر ساماں کہاں
لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آمیں چاہیے

ہاتھ پر اپنے حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب
حسن دیوے حق جسے کیا اس کو تزئیں چاہیے
سوزؔ کی ہرگز سبک وضعی پہ اے ناصح نہ جا
جو کوئی ہو شیخ و ناصح اس کو تمکیں چاہیے

مجھ کو صدقے تو یار ہونے دے　　آپ پر سے نثار ہونے دے
میری چھاتی پہ رکھ کے برچھی کو　　مت اُٹھا دل سے پار ہونے دے
ہم بھی نالہ کریں گے اے بلبل　　ٹک چمن میں بہار ہونے دے
کیا تجھے کام جیب سے میری　　ناصحا تار تار ہونے دے
اب تو سب کے گلے تو ملتا ہے　　ہم کو بھی ہم کنار ہونے دے
بہتے پرنالے ہم دکھا دیں گے　　ٹک مژہ اشکبار ہونے دے
رنگ میں ہوں تو بحث لے واعظ　　ٹک نشے کا آتار ہونے دے
تجھ سے سمجھوں گا میں بھلا اے دل　　ٹک مرا اختیار ہونے دے
ہے تری جان کا یہی دشمن
سوزؔ اس دل کو خوار ہونے دے

حذر نہیں انھیں عالم کی خوں فشانی سے　　رکھ ابرواں کو تو اب یار تیغ رانی سے
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش　　لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے
میں وہ اسیر ہوں جس کا کہ پاسباں ہر آن　　اجل کو چاہے ہے تنگ آ کے پاسبانی سے
ہوئی ہے دوستوں کی جب سے دوستی معلوم　　نہیں ہے خوف مجھے دشمنان جانی سے
تو اس کی آنکھ سے ٹک بچ کے جائیو اے سوزؔ　　حذر ضرور ہے آہوے آشیانی سے

ہم کو نہ کچھ مال نہ زر چاہیے لطف کی اک تیری نظر چاہیے
کس لیے تلوار خریدی میاں باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
فرض کیا میں کہ ہے وہ سنگدل آہ میں اپنی بھی اثر چاہیے
کھینچ کے شمشیر جو آجائے یار سینہ ہمارا بھی سپر چاہیے
راہ عدم کی بھی عجب راہ ہے کچھ نہ جسے راہ سفر چاہیے
کتنے مروت سے یہ رہتی ہیں دور یار ان آنکھوں سے حذر چاہیے
سوز تو ہرگز نہیں مانع میاں
اٹھ کے چلے جاؤ جدھر چاہیے

ترے عارض پہ خط کی ہر کوئی تحریر کیا سمجھے
بجز عالم کلام اللہ کی تفسیر کیا سمجھے
سر موزلف اس ظالم کی دکھ ..... اس دل کو
جو گذرے حال دیوانے پہ سو زنجیر کیا سمجھے
نہیں کچھ سوز دل سہنا اس آہن دل کی خاطر میں
زبان شمع کی تقریر کو گلگیر کیا سمجھے
بہت سمجھا رہا دل کو میں پیش از اس کے ملنے پہ
ولیکن یہ بلا کافر ہے یہ بے پیر کیا سمجھے
تجھے اے سوز دکھ اس شوخ سے کہنا ہے لاحاصل
کہ درد زخم کو دل کے دم شمشیر کیا سمجھے

دل چاہتا ہے تیری ملاقات کے لیے زلفوں سے پوچھ آئیں ہم اک رات کے لیے

ممکن نہیں کہ حکم ترا ہم کریں عدول
لاکھوں میں ہیں غلام ترے بات کے لیے
آتا ہے اب یہ دل میں ہمارے کہ ارمغاں
آنکھوں کو اپنی بھیجیے برسات کے لیے
مانند چاک جیب کے اس کا سیے وہ ہونٹھ
ایسا کوئی ہو ناصح بدذات کے لیے
گو مانگتا ہے تجھ سے وہ بوسہ تو کیا ہوا
مت قتل کیجو سوز کو اس بات کے لیے

سنے نہ یار تو دل کا بیان کیا کیجے
سخن کو اپنے عبث رائگان کیا کیجے
ہمیں یقیں ہے کہ محبوب بے وفا ہیں سب
وفا کو اپنی مرے مہربان کیا کیجے
کروں میں نالہ و فریاد دُور سے لیکن
رہی نہ اس کی بھی تاب و توان کیا کیجے
جہاں کہ دشمن جاں باغباں ہوا اے بلبل
تو اس چمن میں بھلا آشیان کیا کیجے
بجز فسانۂ فرہاد و قصۂ مجنوں
نہیں سنے ہے مری داستان کیا کیجے
کہوں میں بزم میں جا اس کی حالِ دل لیکن
کٹے ہے شمع کی واں تو زبان کیا کیجے
کہے ہے یار کی تو بندگی میں ہے راسخ
کھڑے کھڑے تجھے سوز امتحان کیا کیجے

ستم پہ دردوں کو ہر دم ستم ایجاد یاد آوے
چمن بھی گو ہوا اپنا، ہمیں صیاد یاد آوے
بہت پچھتائے گا مت کھو ہمیں تو ہاتھ سے اپنے
مبادا پھر تجھے دنیا مزہ برباد یاد آوے
یہ دل اب مائل بیداد ہے اتنا کہ اس جاگہ
جہاں دم لے نہ سکیے واں لے فریاد یاد آوے

دل و قالب، جان و مال اپنا سبھی کچھ اس کو بھولے ہے
جسے ہر لحظہ تو اے خانماں برباد یاد آوے

چھوا فرہاد نے اے سوز تیشہ نام لے تیرا
پڑے جب سر پہ شاگردوں کے تب استاد یاد آوے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنے   کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کنے
اب ہوا تو لالچی زر کا سویا مت ڈرے   زر کہاں مجھ رند مجھ قلاش مجھ مفلس کنے
زلف و کاکل، چشم و ابرو، سب کو دکھلایا ڈرے   دل نہ اُلجھا ان سے اُلجھایا مجھے کس کس کنے
پیچ ہو جب جاتے رہے آرام و صبر و عقل و ہوش   بیٹھے کس دلدار، کس غم خوار، کس مونس کنے
جوں کہا چل سوز سے مل، طیش کھا کر بول اُٹھا
جاؤں کس خاموش کس مدہوش کس بے حس کنے

آدم سے لگا سوز، جگر خوں ہوئے کتنے   اس لیلیٰ روپوش کے مجنوں ہوئے کتنے
کم طالعی اپنی کا نہ کیجے کبھو شکوہ   کس جاؤ بھلا تخت ہمایوں ہوئے کتنے (کذا)
سب صورت محسوس کے مفتوں ہوئے والہ   بتلاؤ بھلا عاشق بے چوں ہوئے کتنے
وہ سرو ہے میرا چمن دہر میں موزوں   بولو نہ بھلا اور یہ موزوں ہوئے کتنے
مجنوں کو تمھیں دشت کا گننے رہو سردار
میاں سوز سے آوارۂ ہاموں ہوئے کتنے

خبر لو دل کی نالہ آج جاں فرسود کیسا ہے   الٰہی خیر کیجو اشک خوں آلود کیسا ہے
الست ہی کی صدا ہے اب تلک دل محو ہو یارب (کذا)   بلا جانے ہمارا نغمۂ داؤد کیسا ہے

یہ گرد کاروانِ حسن ہے یا خط کی آمد ہے   صنم سچ کہہ ترا چہرہ غبار آلود کیسا ہے
کہا ہر چند ناصح کو کہ مجھ کو مت ستا ہر دم   نہ مانا پر نہ مانا ہائے یہ مردود کیسا ہے
میں اس سرکش کے ہاتھوں آپ کو جب آگ میں ڈالا
کہا اے سوز تو ٹک دیکھیو یہ دود کیسا ہے

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے   دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے
اپنی بساط میں تو یہی دل ہے میری جان   لیتا نہیں تو کیا کروں لاچار بھیج دے
دعویٰ جو برشکال سے آنکھوں کو ہے مری   ایسا تو کوئی ابر گہربار بھیج دے
دیتے ہیں عقد جنس میں عاشق عروس جاں   آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے
غم خوار سوز کا یہی دل تھا سو میں لیا
اس کے سوا بھلا کوئی غم خوار بھیج دے

نہ گھر سے تمرے ہم سفر کر چلے   میاں جان سے ہم تو مر کر چلے
تمنا سے خالی دل کو کیا (کذا)   ترے در سے ہم آہ بھر کر چلے
ملے گا نہ ہم سا کوئی پھر تجھے   خبردار ہو ہم خبر کر چلے
جگر میں لگی آگ میرے دو چند   یہ نالے تو الٹا اثر کر چلے
نہ آؤ گے دیکھیں بھلا کب تلک   مری آنکھوں میں اب تو گھر کر چلے
چلے تم تو اب بہ کے اے چشم تر   مرے اشک کو در بدر کر چلے
در میکدہ سے سنا تو نے سوز
نہ لب اپنے ہم آ کے تر کر چلے

ترے مکھڑے کے جلوے گو کہ آنکھوں سے نہاں ہیں گے
نہ پیش چشم دل ہر ایک دم عیاں ہیں گے (کذا)
یہی (ہوئی) ہے خاک سے خلقت تری اے مہروش جب سے
زمیں کے گرد روز و شب تصدق آسماں ہیں گے
ہوئی مدت کہ گذرا مرتبہ شکوے سے رونے کا
یہ چشم اب صبح سے تا صبح ظالم خونفشاں ہیں گے
سمجھ مت ..... ہرگز ہمارے آہ و نالے کو
نپٹ بے طرح اے غافل یہ تیر بے کماں ہیں گے
بظاہر داغ سینے پر ترے ہاتھوں سے چھوٹے ہیں
دو چند ان سے وہ ہوں گے دل پہ جو میرے نہاں ہیں گے
کریں کس طرح ہم باور تمھارے جھوٹے وعدوں کو
کہ اک مدت سے ہم دل کے تمھارے رازداں ہیں گے
غنیمت بوجھ تو اب سوز کے ملنے کو اے ناداں
یقیں یہ جاں لے اس طرح کے بندے کہاں ہیں گے

آنکھوں کی راہ میری یہ دل نکل نہ جاوے
ڈرتا ہوں آنسوؤں کے ہمراہ جل نہ جاوے
ہرگز اٹھائیو مت منہ سے نقاب اپنے
تابش سے اس کی ظالم خورشید جل نہ جاوے
آتا ہے اس لٹک سے کیا جانے کیا کریگا
یہ شوخ دل کسی کا تلووں سے مل نہ جاوے
مت جام پے بہ پے (دے) زنہار اب تو ساقی
ڈرتا ہوں دختر رز مجلس کو جھیل نہ جاوے
تیری صف مژہ سے منہ پھیر جائے رستم
پر روبرو سے اس کے یہ سوز ٹل نہ جاوے

دل پہ چھاتی میں داغ روشن ہے   اپنے گھر کا چراغ روشن ہے
ساقی آیا ہے مے کدے کے بیچ   آج چشم ایاغ روشن ہے
جلوہ گر ہیں چراغ لالے کے   کیا ہے اب صحنِ باغ روشن ہے
کس سے ظالم چھپا ہے میرا حال   ظلم کا تو سراغ روشن ہے
آتش تر سے سوز کا ساقی
شمع آسا دماغ روشن ہے

جام دیتا ہے وہ لیے ہی بنے   سم ہو یا امرت اب پیے ہی بنے
اے فلک زندگی سے خوش ناخوش   جوں جلاوے تو دوں جیے ہی بنے
اب تو بیٹھا ہوں بوسہ یا گالی   کچھ نہ کچھ اس گھڑی دیے ہی بنے
پھاڑ کر جوے شیر شیریں نے   کہا فرہاد سے ، سیے ہی بنے
حسن کیسا ہی کام فرمائے
سوز اب عشق کو کیے ہی بنے

ایک دن چھوٹے نہ ہم ظالم کے بس میں مر گئے   ہم صفیر بن قید میں او ہم قفس میں مر گئے (کذا)
کیا قیامت ہوگی جب آویں گے وہ عرصے کے بیچ   جو ترے دیدار کی پیاسے ہوس میں مر گئے
کون سا دل ہو کہ آہ آزردہ دل کی سن سکے   ہم تو یارب ایک فریاد جرس میں مر گئے
کچھ نہ دیکھا آن کر بحرِ جہاں میں جوں حباب   چشم وا کرتے ہی ہم تو یک نفس میں مر گئے
باغباں کب باندھنے دے گا چمن میں آشیاں   ہم تو ناحق فکرِ جمع خار و خس میں مر گئے
جورِ یار اے سوز کوئی دن رہا گر اس طرح
تو یہ سن لیجو کہ ہم دن آٹھ دس میں مر گئے

خالی نہ یاں سے اے ستم ایجاد جائیں گے
ہم دل میں تیری چاہ کی لے یاد جائیں گے
تقصیر ہے وفا کی، جفا کا نہیں گناہ
کس منہ سے کرنے ہم کہیں فریاد جائیں گے
گر ہم نے آ کے تخت سلیماں کیا حصول
یک روز اس جہان سے برباد جائیں گے
اسباب تو شتاب جوانی کا لد گیا
پیری کا کچھ ہے بار سو اب لاد جائیں گے
کر بیٹھیں سے زندگی کے تعلق کو دل کے قطع
جوں سرو اس چمن سے ہم آزاد جائیں گے
کھینچا ورق پہ دل کے ترا حسن ہم نے یار
ہرگز نہ کرنے منت بہزاد جائیں گے
شاداں رہیں گے اور تمھارے تو ہم نشیں
گو ہم تمھاری بزم سے ناشاد جائیں گے
ہم بے اثر قفس میں جو فریاد ہم صفیر
ہم نالے کرتے خانۂ صیاد جائیں گے (کذا)

تلقیں نہ کر سکا ہمیں ایمان شیخ شہر
اب سیکھنے کو تسوز سے الحاد جائیں گے

بتاں کی دیکھ گرمی چشم، دل سا یار لے ڈوبی
یہ کشتی بحر آتش میں مرا غم خوار لے ڈوبی
نہ اندیشہ کیا اپنا نہ کچھ فکر اس دوانے کا
یہ گرداب بلا ناداں کیا یکبار لے ڈوبی
گہر روتا ہے اک قطرے کو اپنے ابر دریا پر
مرا تو یہ صدف یارو در شہوار لے ڈوبی
ڈبایا گھر نہ کچھ اس چشم نے اپنا ہی رو رو کر
یہ کافر ایک عالم کا در و دیوار لے ڈوبی
رقیبوں سے لڑوں میں گر یہ سمجھوں ٹوٹ جاوے گی
مجھے دریا میں لوہو کے مری تلوار لے ڈوبی
زبس تھا تشنہ تیرا تیر خون بے گناہوں کا
کہ پیکاں اس کی میرے سینے میں سوفار لے ڈوبی
وضو کرتے ہوئے پانی میں سر سے گر پڑی واعظ
بزرگی تھی جو کچھ تجھ میں تری دستار لے ڈوبی
نہ کرتے عرض حال اس سے تو کیونکر دن مرے کٹتے
زباں جوں شمع میری مجھ کو آخر کار لے ڈوبی

تلاش اس دہر میں جن نے کیا ہے تسوز تیرا سا
طمع کو حرص کی اس غواص کو اے یار لے ڈوبی (کذا)

حال دل کس سے اب بیاں کیجے   کس کو بہلا کے مہرباں کیجے
سانس لینے سے وہ جھجھکتا ہے   کس طرح نالۂ و فغاں کیجے
باغ دنیا کی ہے حریف خزاں   کس بھروسے پہ آشیاں کیجے
غم ستاوے تجھے اے خانہ خراب   تیری فریاد اب کہاں کیجے
کچھ لگائی سے کیوں غرض کو کی (کذا)   اپنی خاطر کے تیں گراں کیجے
میں ترا ہوں گا بندۂ دل سوز   میرے حق میں نہ یہ گماں کیجے
سوز کو کا اے مرے قاتل (کذا)
کہنے سننے کو امتحاں کیجے

نہ تیرا پاٹ دامن کا نہ تیری آستیں ڈوبی   روا یہ خوں میں شب تا صبح کہ ہر چین جبیں ڈوبی
کرے گا غرق عالم کو غرور حسن کا ہے ہے (؟)   اگر آئینہ میں اس کی نگاہ شرمگیں ڈوبی
سخن اب لعل لب پر اس کے اس خوبی سے آیا ہے   کہ تیری قدر و قیمت یہ لے حرف نگیں ڈوبی (کذا)
ملا جنت میں یارب تو اس رشک جنت کو (کذا)   نہیں تو اشک خونیں سے یہ فردوس بریں ڈوبی
جہاں میں اک بت چیں کا میں اب شہرہ نہیں سنتا   مگر اے یار میرے اشک کے پانی میں چیں ڈوبی
نہ دی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پہ ہو   جو میں گذرا یہ خاطر میں کہ سب روے زمیں ڈوبی
بہا دریا مری آنکھوں سے اور اس کو نہ رحم آیا   مگر تاثیر کی کشتی خبر لو تو کہیں ڈوبی
بسان شمع جس کا عکس آب طشت میں ہووے   ہمارے اشک میں اس طرح آہ آتشیں ڈوبی
لے آیا گوہر نایاب بے دریاے معنی سے   کہ جب غواص ہو کر سوز کی فکر متیں ڈوبی

تجھے اے مہرباں یہ سوز عاشق کیا دعا دیوے
جو تیرے دل میں ہووے مدعا جلدی خدا دیوے

کوئی کہتا ہے زلفوں میں کوئی کہتا ہے کاکل میں
پھنسا ہے دل جہاں یارب کوئی مجھ کو دکھا دیوے
مسیحائی ہے میرے یار کی رفتار میں واللہ
ہزاروں گور کے سوتوں کو ٹھوکر سے جلا دیوے
بھرا ہے شیشۂ دل خون سے بدست آتا ہے
دھڑکتا ہے کلیجہ خوف سے شاید بہا دیوے
ترا احسان مجھ پر حشر تک ہوگا خدا کی سوں
صبا یہ مشت پر جو تو قفس سے لے اڑا دیوے
مجھے اے سوز، سن، بھاتی نہیں ہے صورت واعظ
کوئی اس وقت اس بدبخت کو یاں سے اٹھا دیوے

جو غم دل میں بسے آکر، اسے اب دور کیا کیجے   عطائے یار ہے اس چیز کا مذکور کیا کیجے
مرے بدست تیرے دل میں اتنا بھی نہ آیا ڈر   کہ دل پھٹتا ہے ہر اس کو غم سے چور کیا کیجے
مری آنکھوں سے اب تھمتا نہیں ہر اشک یک پل بھی   یہ زخم آہستہ آہستہ ہوا اب حور کیا کیجے
طفل اشک کو غم سے دیا سولی پہ مژگاں نے   چڑھائے دار پر دیکھو مرا منصور کیا کیجے
کہا مت مانیو تم سے جو یارو سوز کہتا ہے
عزیزو بات دیوانے کی اب منظور کیا کیجے

کسے طاقت جو اس قاتل کے آگے تم زباں ہووے   جو اس اپنے کرے گم گو کہ رستم داستاں ہووے
لگی ہے آگ گلشن میں میرا جی دھڑکتا ہے   مبادا بلبل بے کس کا اس میں آشیاں ہووے
نہ سینے میں کچھ اس کا کھوج پایا نے بیاباں میں   بتاؤ کوئی میرے دل کو اے یارو جہاں ہووے

نہ قطبیت مجھے درکار ہے نے جاہ اسکندر   الہی میرے اوپر وہ ستم گر مہرباں ہووے
جھجک مت ذوق سے کر قتل، سر بندے کا حاضر ہے   یہی تھی آرزو جو تجھ کو شوق امتحاں ہووے
ہوا میں خاک لیکن راہبر پایا نہ وا حسرت   اڑا لے جا صبا یہ خاک جس کا کارواں ہووے
خدا کے واسطے غصے نہ ہونا مہرباں میرے
قسم ہے سوز کے قالب میں گر دہشت سے جاں ہووے

میری نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاور ہے   شاید اس خاک کے پردے میں کوئی دلبر ہے
چار دن قاقم و سنجاب بچھایا تو کیا   آخرش جان مری تودۂ خاکستر ہے
جو جو دل میں ہے مرے وضع جہاں سے نفرت   آہ میں کس سے کہوں اور کسے باور ہے
جان من تیغ لگاتا ہے تو ٹک ہٹ کے لگا   کہیں دامن نہ بھرے یہ مجھے دل میں ڈر ہے
دوست کو قتل کرے حامی دشمن ہوئے   ہا مرے یار تری تیغ کا یہ جوہر ہے
چاہے اک آن میں قیدی کو کرے تخت نشیں
کچھ اچنبھا نہیں اے سوز خدا قادر ہے

عزیزو دیکھو کیا مہرباں پر رب کی رحمت ہے (کذا)
اگر یہ زہر کھاتا ہے تو اس کے حق میں رحمت ہے
یہ خورشید فلک جس کے مقابل ہو نہیں سکتا
مقابل اس کے ہوئے آئنہ یہ مجھ کو حیرت ہے
نہ اس کو شہر میں آرام، نے صحرا میں خوش وقتی
نہ سینے میں لے ہے چین، دلبر کیا عداوت ہے
صنم آئین دلداری سکھاؤں کا سکھ کر سن (کذا)
کرم ہے مہربانی ہے، مدارا ہے، محبت ہے

جہاں میں تجھ سوا ہے کون جس سے میں کروں الفت
مجھے تیری ہی الفت کی قسم، تیری ہی الفت ہے
گیا ہے ایک تو دل چھوڑ کر مجھ کو ملامت میں
تس اوپر ناصحوں کا دو کھنا دونی مصیبت ہے

کہاں مجنوں، کدھر لیلیٰ، یہ افسانہ ہے اے یارو
جہاں میں ان دنوں میں سوز اور مہدی کی شہرت ہے

ہم کیا کریں صبا جو چمن میں بہار ہے   قربان اشک یاں بھی قفس لالہ زار ہے
کوئی جان بوجھ کر بھی جلاتا ہے اپنی جاں   اے وائے عاشقی میں کسے اختیار ہے
راتوں کی سیر ہم سے چھپائی تو کیا ہوا   آنکھوں میں اب تلک بھی تمہاری خمار ہے
ملنے کو تیرے ہم کو بہانا ہی چاہیئے   روٹھے تو روٹھے دل تو ہمارا ادھار ہے

جب دیکھتا ہے سوز کو کہتا ہے دوڑیو
جانے نہ پاوے لیجیو میرا شکار ہے

غنچۂ دل نے کبھو تیرے نہ بو کی ہو گی   کدھر آئی ہے صبا راہ تو بھولی ہو گی
اشک تو منہ پہ مرے گرم نہ ہو کر یوں آ   گل کے گہوارے میں شبنم بھی تو جھولی ہو گی
بوالہوس آہ نہ کر رشک سے میرے تو جل   تیرے حق میں یہ تری آہ ہی سولی ہو گی
دل دھڑکتا ہے نہ جا باغ میں نرگس کے حضور   سیم و زر دہ تو نظر تیری قبولی ہو گی

گوہر اشک مرے شعر کو سن کیجو نثار
سوز کچھ اور جو بولا تو فضولی ہو گی

دل تلخ ہو رہا ہے اب تیری گالیوں سے
بوسہ کبھی تو دے جا ان شکریں لبوں سے
کیا کیجیے تصدق اب اشک بھی نہیں ہے
اے مرگ آ چھڑا دے تو ان خجالتوں سے
دل سا ہزبر باندھا نازِ نگہ سے تو نے
کیا زور چل سکے ہے اشدان بتوں سے
بس مہربان میرے باہر نکل شتابی
جاتا ہے جان میرا واللہ حسرتوں سے
یاد آتے ہیں گے وہ دن جب غم نہ تھا کسی کا
اے سوز اب خجل ہیں دل کی مصیبتوں سے

کیا کرے گی نہیں معلوم جدائی تیری
ہم تو مرتے ہیں صنم ہائے خدائی تیری
اشک مت رہ مری آنکھوں میں تو میں کہتا ہوں
تنگ گھر میں نہیں ہونے کی سمائی تیری
اس قدر تجھ سے توقع نہ تھی اے دل افسوس
قید ہوتے ہی خبر ہم نے نہ پائی تیری
منع کرتا تھا میں اے دل تجھے الفت مت کر
جی دھڑکتا ہے مگر موت ہی آئی تیری
گو کہ سر کاٹ کے لے جائے گا خوباں کے حضور
سوز ہرگز وہ نہ مانے گا بھلائی تیری

تو مرے دل کا درد کیا جانے
اس بلا کو تری بلا جانے
وہ کہاں میں کہاں کہوں کس سے
دل ہی جانے ہے یا خدا جانے
دین و ایمان میں کروں قرباں
آہ گر یار آشنا جانے
دل نہ ہو زلفِ یار کا قیدی
درد اپنا جو وہ سنا جانے
سوز عاشق کہوں میں سُن (کذا)
اپنے غم کو جو اب کہا جانے

اشارت ابرووں کی قتل کو میرے بلاتی ہے   میاں بانکے انہیں دھڑکوں سے میری جان جاتی ہے
طفلِ اشک کو آنکھوں میں پالا نہیں تہمت (کذا)   جگر میں آہ کو روکے یہ کس کافر کی چھاتی ہے
اگر دل با وہ ہوتا تو کیوں رہتا نہ پہلو میں (کذا)   یہ جانِ ناتواں کیوں اس کے غم میں بلبلاتی ہے
اگر جھمکا دکھاؤں شوخ کو تو دنگ رہ جائے   یہ تقلیدی جھمک سے برق مجھ کو کیوں چڑاتی ہے
الٰہی سوز ہی کو قید میں رکھتا ہے ظالم (کذا)
چمن میں فصلِ گل یوں آن کر دھومیں مچاتی ہے

سوز کو پوچھ کہ یہ سوختہ جاں اور ہی ہے   حیف صد حیف ترے دل میں گماں اور ہی ہے
ترے نالے سے کوئی اب یہ قفس جلتا ہے   بلبلِ زار وہ اندازِ فغاں اور ہی ہے
میرے پہلو میں دلِ زار کو مت ڈھونڈھ اے غم   اس کے رہنے کا تو مدت سے مکاں اور ہی ہے
زردی رنگ دیا خشکی لب پر کیا ہے   عاشقی کا تو میاں جان نشاں اور ہی ہے
کوئی کعبہ کہے اور کوئی کہے بت خانہ
سوز بات ایک ہے ہر منہ میں زباں اور ہی ہے

تجھے تو مجھ سے ہزاروں ہیں پر مجھے تو ہے
تری نگاہ نہیں جان کوئی جادو ہے
کدھر کو بھاگوں مری جان اب تو گھبرایا
اُدھر تو زلف ہے ایدھر کو دامِ گیسو ہے
عبث تو قتل کو شمشیر ڈھونڈھے ہے ظالم
مرے تو واسطے کافی یہ تیغِ ابرو ہے
نگہ کو جس کی ہے پرواز فرش سے تا عرش
پھنسے ہے ناف یہ ناف یا جکا لو ہے (کذا

ہوا ہے سوز کا دل گم وے ملا ہے سراغ
کہے تو کہہ دوں ابھی گھور مت، ابے تو ہے

دکھ تو تو دیتا ہے پر تجھ کو کڑھاؤں تو سہی
بیٹھتے اُٹھتے تجھے اے دل جلاؤں تو سہی
چھیڑتا کیوں ہے مجھے اے ابر ہر دم گھیر گھیر
دیکھ تو اپنی طرح تجھ کو رلاؤں تو سہی
مت نصیحت کر مجھے ناصح نہیں تو اب کے سال
آپ سا تجھ کو دوانہ کر دکھاؤں تو سہی
زندگی میں گو نہیں ہے دسترس پاؤں تلک
خاک ہو آنکھوں سے دامن کو لگاؤں تو سہی
یوں سنا ہے لاش سے میری تو لے دیگی قصور
اے زمیں جیتا ہی میں تجھ میں سماؤں تو سہی
عشق کے کوچے میں تو نے خوب سرگرداں کیا
اے فلک تا حشر میں تجھ کو رلاؤں تو سہی
وعظ کیوں کرتا ہے اپنے جی میں کیا سمجھا ہے تو
خاک میں تیری میں سب شیخی ملاؤں تو سہی
داڑھی منڈوانے پہ اب رندوں کو جو ہنستا ہے شیخ
دیکھیو تیری بھی میں داڑھی منڈاؤں تو سہی

عشق کے ہاتھوں سے اے یارو ہوا سودا مجھے
خوش نہیں لگتی ہے اب آنکھوں میں یہ دنیا مجھے

صبر کی گر تجھ میں طاقت ہے تو رہ سینے میں دل
ورنہ اے بے صبر سر ٹکرا کے مت گھبرا مجھے
میں نہیں آزردہ اے دل تجھ سے کیوں آتا نہیں
تیری کیا تقصیر آنکھوں نے کیا رسوا مجھے
گاہ اپنا درد دل کہتا ہوں میں موزوں کے ساتھ
شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعوا مجھے
سوز اس جینے سے مجھ کو موت آوے تو بھلا
ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے بکھیڑا مجھے

مجھے چھیڑتا ہے کہ تو پارسا ہے　　میاں جان تو بھی بڑا اولیا ہے
سنا بس کہ عاشق ہوا ہے کہیں تو　　دل اب چین سے بیٹھ اتنا بھی کیا ہے
نہ ڈر عشق سے اے دل بے تامل　　اگر کھا ہی جاوے گا یہ بھی مزا ہے
دل بے وفا بے مروت ہوا کیا　　جو تیرا صنم لطف سے آشنا ہے
تجھے نعمتیں ہیں تو میری بلا سے　　مرا روز خون جگر ناشتا ہے
ہر اک اپنی اپنی بجاتا ہے نوبت
بجا سوز کا کوس شہرت بجا ہے

گھڑی نامہربانی ہے گھڑی وو ہی مدارا ہے
کوئی پوچھے تو نا انصاف بولو یہ طرح کیا ہے
میاں لخت جگر ہے داغ دل ہے اشک خونی ہے
ہمارے پاس بھی سامان ہجراں کا مہیا ہے

دل روشن مثال شمع رکھتا ہوں اگر خوباں
جلادیں تو عجب کیا اور سر کاٹیں تو بجا ہے
قیامت تک نہ بھولیں گے تمھارے یہ سلوک اب تو
رقیبوں کی تواضع سرد قد ہے ہم کو بالا ہے
کروں کیا اشک اب مجھ سے تو یکدم تھم نہیں سکتا
مری آنکھوں میں پوچھو سوز سے یہ کون دریا ہے

گر قید کیا چاہے تو تدبیر یہی ہے
زلفوں کو نہ کھولو مری زنجیر یہی ہے
یک شب ترے پانو کو لگے تھے یہ مرے ہاتھ
کچھ اور تو معلوم نہ تقصیر یہی ہے
ہو دشمن جاں بات میں جو دوست ہو اپنا
کیا کیجے میاں خواہش تقدیر یہی ہے
گلزار جہاں سب تر و تازہ ہے ولیکن
ٹک دیکھ دل غنچۂ دلگیر یہی ہے
گوش اس کے میں پہنچی تو کہا کھینچ کے شمشیر
اے سوز تری آہ کی تاثیر یہی ہے

دل کو ترے خیال سے مقصود ہے سو ہے
اس آئنے میں شخص جو موجود ہے سو ہے
شیرینی زباں میں ہے حال مختفی
ورنہ جگر میں زخم نمک سود ہے سو ہے
کس سے کہوں کہ کس نے اٹھایا صنم کو ہائے
تم جانتے تو ہو وہی مردود ہے سو ہے
آنکھوں سے اپنی دیکھی نہیں صورت پری
ان پتلیوں میں اشک خوں آلود ہے سو ہے
دام ستم میں جب سے دل سوز جا پھنسا
نامہ پیام تب ہی سے مفقود ہے سو ہے

سنو اے بلبلو جس جا وہ شمع انجمن ہووے   پر پروانہ سے وہ بزم بھی رشک چمن ہووے
دہن تیرا خدا نے تنگ اس خاطر کیا پیدا   مبادا غیر سن لے بات تو جا بے سخن ہووے
بھلا اے صبح صادق تو ہی آئی وقت مرنے کے   دگرنہ کون تھا جس کو مرا فکر کفن ہووے
دلا پروانہ تیرا مجھ سے بہتر کون ہووے گا   مجھے مت بھولیو جس وقت ذوق سوختن ہووے
کہاں شام غریبی سوز کیسی ہر مسافر کو
شکست رنگ ورو جس شخص کو صبح وطن ہووے

اے پیک صبا حال دل زار سنا بھی   چل جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی
لڑکے تو مرے دل کو ذرا رکھ سکے گا (کذا)   جاتا ہے کدھر تجھ کو نہ چھوڑوں گا میں آ بھی
کرتا ہوں تو کرتا ہوں بتوں کی میں پرستش   لاحول ولا شیخ مرے پاس سے جا بھی
پیچ حق بطرف تیرے ہی تو کیوں نہ کھنچے تند   برجود ترا دل نہ کسی بت سے لگا بھی (؟)
اب پاس ادب ختم ہے اس سوز کے ادبر
کیا خاک ہوا جل کے کہیں دود اُٹھا بھی

اگر صندل لگاؤں سر کو دونا درد سر ہووے
خیال گل جو لاؤں دل میں تو داغ جگر ہووے
تجھے توفیق ساغر تو کہاں اے شو مرے ساقی (کذا)
بھلا اتنا بھی قطرہ دے جو کام تشنہ تر ہووے
میں وہ غم خوار ہوں جو خاک میری سو برس پیچھے
اڑے گر آسماں پہ دیدۂ خورشید تر ہووے
مثال شمع سر سے پاؤں تک اب سوز جلتا ہے
کبھی تو یہ شب ہجراں بھی یا مولا سحر ہووے

کس طرح چاک کروں ہاے گریبان قبا   زخم پنہان جگر سب میں نمایاں ہوں گے
تجھ کو معلوم نہیں داغ مرے دل کے میاں   تب ہی جانے گا کہ یہ رشک چراغاں ہوں گے
مت رُلا مجھ کو تو کہتا ہوں میں ہوگا طوفاں   ٹک ابھی یار مرے چشم جو گریاں ہوں گے
عمر گذری نہ ہوا ہم کو بتوں سے حاصل
سوز ہم جا کے کہیں اب تو مسلماں ہوں گے

تجھ بن ہے عذاب زندگانی   ہے میری خراب زندگانی
مت کر یہ خیال کل ملوں گا   ہے پل ہی میں خواب زندگانی
ناصح مت کر کباب دل کو   ہے میری شراب زندگانی
ٹک آنکھ کہ مٹ گیا آہ (کذا)   تھی مثل حباب زندگانی
مت کیجیو اعتماد اس کا   ہے نقش بر آب زندگانی
آ میرے مہربان ورنہ   جاتی ہے شتاب زندگانی
ایسے جینے سے سوز واللہ
دے کاش جواب زندگانی

جاتا ہے کدھر جان تو اب تیغ و سپر لے   دل تجھ کو ہے درکار تو لایا ہوں ادھر لے
اے مرگ کٹے سر تو چلوں ساتھ میں تیرے   ٹک رہ تو کہ یہ بوجھ مرے سر سے اُتر لے
یہ دل دیدار کو آیا نہ مری جان (کذا)   اتنا تو کھڑا رہ کہ ترے روبرو مر لے
عاشق کو فراموش نہ کر اتنا اے ظالم   مرتے ہیں تغافل سے ترے اب تو خبر لے
اس گلشن دنیا میں ثمر ہے یہی اے سوز
جاتا ہے تو تخت جگر اب گود میں بھر لے

قاتل ہمارے ڈھیر سے جانا پرے ہوے
ٹھوکر سے جی اٹھیں گے یہ عاشق مرے ہوے
کیا تاب خاک ہے کہ یہ زخم کھا سکے (کذا)
تا حشر یہ رہیں گے امانت دھرے ہوے
بازار دوستی کا یہ کاسد پسند ہے
تو ان بتوں کے آگے یہ کھوٹے کھرے ہوے
ظاہر ہے عزم کعبہ کا اور دل میں قصد دیر
اے شیخ اب تو زور ہی تم مسخرے ہوے
اے سوز تو بھی چل نہ جدھر دوستی چلے
جاتا ہے کاروان محبت بھرے ہوے

اس دل کی ترے دل کو خبر ہوئے تو جانے
عاشق کو تو عاشق تو اگر ہوئے تو جانے
ہر شخص بنی نوع سے رکھتا ہے محبت
یہ حور اگر جنس پری ہوئے تو جانے
ہر صورت انسان میں ہے جلوۂ یوسف
اے شیخ تجھے حسن نظر ہوئے تو جانے
بس جھوٹے مرے دل کی نہ کھا ہر گھڑی سوگند
پر مر کے مری قدر اگر ہوئے تو جانے
شکوہ نہ کر اے سوز عبث بے خبری کا
نالوں کا ترے اس کو خبر ہوئے تو جانے

میدمیں رکھتا ہوں صنم ترے کرم کی
اس واسطے برداشت ہے یہ جور و ستم کی
ل کھول دہن لطف کی اک بات سنانے
جب جیتے ہی جی دیکھ لوں میں راہ عدم کی
اب روز تو آ کلبۂ احزان میں میرے
غم دور ہو میرا ترے برکت سے قدم کی
ب دم میں کرے قطع نشاط دل عاشق
تعریف کروں کیا میں ترے ابرو کے خم کی
ہر چند کہ سیراب ہیں آنسو سے یہ آنکھیں
یہ سوز ترے دیدہ کو ماسی ہیں خم کی (کذا)

عشاق کی لاشوں سے بھری تیری گلی ہے
اب تک بھی نہیں رحم عجب سنگدلی ہے
اے اشک تو میرے دل بیتاب کو مت ڈھونڈ
جانے دے مرے سر کی بلا اب تو ٹلی ہے
دیوان مہرباں جو دیکھے تو کہوں کیا
جو بیت ہے اس کی گویا سانچے میں ڈھلی ہے
اے غم ترے قربان کروں عیش کو سو بار
وہ یار گھڑی کا تو رفیق ازلی ہے
لاکھوں ہی برس پیچھے نظر آیا ہے میاں سوز
اللہ ادھر کی یہ کہاں باد چلی ہے
کیوں گل کے نمط چاک گریبان ہے تیرا
کیا جانیے کس رند نے چھاتی یہ ملی ہے

* * *

صنم کے ملنے کی اے محباں خدا کرے کوئی راہ نکلے
نہیں تو پہلو سے میرے یارو یہ دل ستم کش بھی دادخواہ نکلے
نہ کر تو فریاد اس کے کوچے میں مان میرا کہا بھی اے دل
ابھی خرابی تری کے سالے اگر وہ آفت پناہ نکلے
میاں محبت کا نام مت لے تجھے محبت سے کیا ہے ناتا
بھلا دکھا دیویں گے کبھی ہم اگر ہمیں کوئی چاہ نکلے
سنا تھا یارو کہ دل ہے مخزن ہزاروں جوہر ہیں اس کے اندر
جو اس کو چھری سے چیرا تو اس میں لاکھوں گناہ نکلے
نمط چراغاں کے سوز کو یار جلنے سے اب تری گلی میں
یہی غرض تھی کہ تیرے منہ سے کسی طرح واہ واہ نکلے

* * *

جس دن وہ صید افگن بہر شکار نکلے
ہر صید اپنے دل کو لے کر نثار نکلے
ہم میں تو وہ وفا ہے جو ذرہ ذرہ ہوئیں
تو بھی نہ دل سے ہرگز اخلاص و پیار نکلے

دل ہر کر آفت جاں آرام و صبر کھویا　　پہلو سے میرے یارب یہ بے قرار نکلے
غصہ نہ کھاؤ ہر دم تم مجھ پہ شیخ صاحب　　کھولو کہ تا تمھارے دل کا بخار نکلے
بولے تو یہ کہ اس کے کوچے میں تو نہ جانا　　شابش میاں جی اچھے تم دوستدار نکلے
تیری نگاہ پیارے مانا تو ہے ولیکن (کذا)　　ایسا لگائیو جو چھاتی کے پار نکلے
روؤں نہ کس طرح سے اے سوز خون دل میں
آنکھوں سے اشک کب تک یوں زار زار نکلے

آہ جی اس طرح نکلتا ہے　　جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے
آگ لگ جاوے اے پتنگ تجھے　　تیرے جلنے سے جان جلتا ہے
ٹک ادھر دیکھو موتیوں کی طرح　　اشک آنکھوں سے منہ پہ ڈھلتا ہے
جس نے سر ہی دیا برائے جیت　　کب کسی کے کہے سے ٹلتا ہے
غیر کو کیا کہوں مرے پیارے　　تو ہی چھاتی پہ مونگ دلتا ہے
واہ وا تیری گرمی آتش　　پانی ہو ہو کے دل ابلتا ہے
دل کو دریائے غم میں مت ڈھونڈھو　　کوئی ڈوبا بھی پھر اچھلتا ہے
آہ میں جانتا نہ تھا دل کو　　دشمن جاں بغل میں پلتا ہے
سوز شعروں کو تیرے سن کر آج
کوئی بجھتا ہے کوئی جلتا ہے

مدام ہے دل کی آرزو یہ کہ اس گلی کا غبار ہوجے
کروڑوں ذرے کے ذرے ہو کر قدم پر نثار ہوجے (کذا)
سنا ہے میں نے کہ بے تامل کرے ہے وہ قتل اپنے عاشق
تو اب تلک کیا کرے ہے اے دل چلو نہ اس سے دوچار ہوجے

ہوا ہے اب رام ہوئے لے دل گرے ہے کوچے میں تیرے منزل
شکار کا شوق گر ہے تجھ کو تو وقت ہے اب سوار ہوجے
نہ ایک دم کی چمن میں فرصت، نہ ہم صفیروں سے ہم کو اُلفت
صنم لگا دے جو زخم تن پر شگفتہ ہو کر بہار ہوجے
بڑی بلا ہے یہ مرگ جینا کوئی اور نہ کوئی بجیے گا (کذا)
جو عشق کی راہ میں مرے تو زمانے کا یادگار ہوجے
گئے جو کعبے تو کب ملا دل، ہوئے برہمن تو کیا محاصل
جو وار اپنے صنم کے ہوجے تو دونوں عالم سے پار ہوجے
پھرے ہے گلگشت کو چمن کے کہے ہے دل سرو اور سمن سے
جو شوق ایسا ہے سوزؔ تجھ کو تو داغ کھا لالہ زار ہوجے

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسو کی   پاؤں میں پڑی زلف کی زنجیر کسو کی
دل آپ ہے پرکالۂ آتش میں کہوں کیا   اس امر میں ہرگز نہیں تقدیر کسو کی
گو آہ شرر بار ہو یا نالۂ جاں سوز   ان سنگدلوں کو نہیں تاثیر کسو کی
کیوں اتنی درازی ہے تجھے اے شبِ ہجراں   کھلتی ہے مگر زلف گرہ گیر کسو کی
ہے دوستی کا یار کی اب شکوۂ بے جا   کچھ سازشِ دوراں نہیں جاگیر کسو کی
خاموش ہے غنچے کی طرح سوزؔ سدا کیوں
دیکھی ہے مگر صورتِ دلگیر کسو کی

یہ زلف ہے یا کوئی بلا ہے   دل قید میں جس نے کر لیا ہے
جینے کی نہیں اُمید ہم کو   کالے کا ڈسا کہیں جیا ہے

کرتے ہو عبث علاج یارو   کیوں روٹھ رہے ہو آج کیا ہے

بولا وہ جسے تیری تصویر نظر آئی   یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی
وہ نالے جو موم اکثر کرتے ہیں پہاڑوں کو   ان کی نہ ترے دل میں تاثیر نظر آئی
یں رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا   گرد رہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی
حلقے جو پڑے باہم بے جائے گرفتاری   آنکھوں میں کی لڑتی ہیں زنجیر نظر آئی (دکنا)
دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرو ہم کو   اس امر میں اپنی ہی تقصیر نظر آئی
کچھ اس کی نگہ کا اک میں ہی نہ مسخر ہوں   مجھ کو دو جہاں واں کے تسخیر نظر آئی
مستوں کے سخن ہم کو اے تموز بہت بھائے
واعظ کی تو باتوں میں تذویر نظر آئی

دختر رز اب تو نڈر ہو گئی   تموز سے مل شیر و شکر ہو گئی
عشق بتاں کا میں چھپاؤں کہاں   اب تو یہ عالم میں خبر ہو گئی
کھول دیا زلف کو جب شوخ نے   ایک جگہ شام و سحر ہو گئی
شاد رہیں یار رہیں تجھ بغیر   ہر طرح اے یار بسر ہو گئی
اُلٹ ہی مارے گا صفوں کی صفیں
سامنے گر اس کی نظر ہو گئی

پڑا رہنے دے ہم کو کنج میں اے باغباں سن لے
مسافر ہیں نہیں کچھ یاں ہمارا آشیاں سن لے
رسائی تجھ تلک تو ہو نہیں سکتی ہے کیا کیجے
کبھو افسانہ خوانوں سے ہماری داستاں سن لے

یہ جتنے دوست کہلاتے ہیں سارے تیرے دشمن ہیں
میں دوست کہلاتا ہوں میری مہرباں سن لے (کذا)
یہ آنکھیں جس میں تیری پتلی رات دن رہتی (کذا)
سو تیرے غم سے رہتی ہیں یہ دائم خوں چکاں سن لے
بہت کچھ گالیوں میں کر چھٹی ہے گی زباں تیری (کذا)
ترے استاد سے کہہ دوں گا سب اے بد زباں سن لے
بھلا اے دل یہ شوخی تو مچائی ہے بہت تو نے
مجھے ڈر ہے تری رندی مبادا یہ بیاں سن لے
گلوں نے بلبل نالاں پہ کیسے کان کھولے ہیں
کبھی تو بھی تو اپنے سوز کی آہ و فغاں سن لے

آ مل ہم سے یار دل سے   بس دور کر اب غبار دل سے
محشر تک یہی رہے گی اُمید   جاوے گا نہ انتظار دل سے
بلبل کی طرح رہوں گا نالاں   عاشق ہوں ترا ہزار دل سے
دونوں کے کہے سے بجلے ہے ہے   کھویا آخر کو پیار دل سے
گو خلق نے آنکھ سے گرایا   لیکن نہ تو اُتار دل سے
آخر میں وہی ہوں تیرا بندہ   جانا تھا تیرے وار دل سے
کل سوز کی کہوں کیا حقیقت   پڑھتا تھا یہ بار بار دل سے
تجھ پہ اے عشق صبر میرا
کھویا تو نے قرار دل سے

کیا فائدہ یعقوب سے ہم ہو دیں مدیدے   عاشق ہو زلیخا سا تو یوسف کو خریدے
جی لینے سے تجھے حاصل ہے بھلا کچھ (کذا)   میاں واسطے مولا کے مری جان ابھی دے
میں حشر تلک تجھ سے نہ توڑوں کبھی الفت   ساقی جو مجھے ابر میں تو لال پری دے
دس بیس کیے قتل تو دم لے کے یہ بولا   آئے تجھے مرے سامنے کیوں مرگ رسیدے
فریاد رس اے سوز جہاں میں نہیں کوئی
یہ داد مرے دل کی نبی دے کہ علی دے

دوستی کا نباہ مشکل ہے   نہیں نبھتی ہے آہ مشکل ہے
کیوں بھٹکتا ہے دل بتاوے گا   اس کے ملنے کی راہ مشکل ہے
سانس لینے سے جی نکلتا ہے   کیا کروں نالہ آہ مشکل ہے
ایسے قاتل کے روبرو لے دل   ہو نہ اب دادخواہ مشکل ہے
جان و ایمان لے کے پھر جاویں   بے وفاؤں کی چاہ مشکل ہے
دیکھنا تیری طرف بھر کے نگاہ   اے مرے بادشاہ مشکل ہے
پہلے سر دے، تو نام عشق کا لے   عشق کا سربراہ مشکل ہے
اب تو اے سوز کیا کہوں تجھ سے
بات کہنا ہی آہ مشکل ہے

شمع کس واسطے دل اپنا جلا کہتی ہے   پوچھو تو اب کوئی پروانے سے کیا کہتی ہے
ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا تو ستا تو سہی   غمزۂ شوخ سے ہر دم یہ ادا کہتی ہے
جان و ایمان دے اور بات نہ کچھ منہ سے بول   ہر گھڑی مجھ سے محبت یہی آ کہتی ہے
دسترس پانو تلک جب سے ہوئی ہے اس کو   میں ترا لوہو پیوں گی یہ حنا کہتی ہے

دختر رز سے تو ہرگز نہ ملوں گا ساقی   کیونکہ وہ فاحشہ ہر ایک سے جا کہتی ہے
کس کی حسرت سے کیا چاک گریباں گل نے   بلبلو کچھ بھی تمھیں بادِ صبا کہتی ہے
مجھ کو درکار نہیں عشق میں جینا اتنا   کیا کروں مرگ بھی اب مجھ کو بُرا کہتی ہے
ایسے قاتل سے خبردار نہ کیجو کچھ بات
سوز جانے بھی دے اب تیری بلا کہتی ہے

محبت نہیں چھوٹتی آہ دل سے   بھلا کیا کروں میرے اللہ دل سے
اگر جسم سب بہ کے ہو جاوے دریا   نہ جاوے گی تو بھی تری چاہ دل سے
ذرا چونچ اپنی تو کر بند ناصح   تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے
نہ لیوے کبھو نام دیر و حرم کا   اگر ہووے یہ طالب آہ دل سے
نہ کعبہ کو دیکھا نہ بت خانہ ہم نے   بھلا میں کدھر جاؤں گمراہ دل سے
تجھے مجھ سے ہرگز نہ ہووے گی الفت   میں چاہوں تجھے جان سے خواہ دل سے
نہ کر اس قدر ظلم اے سوز مجھ پر
میں عاشق ہوں تیرا میاں واہ دل سے

نہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے   نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے
چمن میں کیسی مچا دیں گے دھوم جاتے ہی   قفس سے ہم کو جو صیاد اس برس چھوڑے
عجب لپیٹ سے لپٹتا ہے دل کو مار سیاہ   صنم کی زلف مرے دل کو کاش ڈس چھوڑے
میں ایک آن میں دکھلا دوں یہ طلسم جہاں   جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوڑے
یہ کیا بہار ہے مت دیکھ سوز میں جانوں
صبا چمن میں اگر کوئی خار و خس چھوڑے

بس تو اب دل کی ہوس جانے دے   چھوڑ مت مجھ کو قفس جانے دے
کارواں دور گیا اب تو نکل   شور مت کر اے جرس جانے دے
ماہ و خورشید کھڑے ہیں در پر   ان کو پیشانی بھی گھس جانے دے
شیخ مت لڑ تو مسلمانی پر   ہم ہیں کافر بھی، بس جانے دے
ہر گھڑی باغ میں مت آ گلچیں   ایک دم غنچوں کو ہنس جانے دے
پیچ کھا جائے گی زلفوں کی طرح   تو کمر اپنی نہ کس، جانے دے
لخت دل اتنی شتابی کیا ہے   اشک کو ٹک تو برس جانے دے
سوز کیا شمع ہے ، کیا پروانہ
آگ میں دل کو جھلس جانے دے

اگر خضر ایک باری آن کر تیری گلی دیکھے   میں جی بازی لگاتا ہوں جو وہ اک آن ہی دیکھے
جگر سے آہ کو کس واسطے باہر نہیں کرتا   مبادا تیری صورت نقش باندھے اور کوئی دیکھے
قیامت تک زمیں سے گل نہ نکلیں خندہ رو باہر   اگر باد صبا تیرا تبسم یا ہنسی دیکھے
شرابیں تو بہت پیتا ہے شیرازی و تاتاری   کوئی کہیو میاں سے خون دل میرا بھی پی دیکھے
خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے   تلے کر دیدے اپنے ناصح مردود .... دیکھے
خدا ہی کی قسم ہے دھجیاں کر کر اڑا دوں گا   بھلا ناصح سے یہ کہہ دے گریباں نیا سی دیکھے
یقیں تو جانیو عاشق کا چہرہ زرد ہوتا ہے
صبا تو سوز سے کہیو کہ پیارے آرسی دیکھے

تری گلی میں تو یہ خاکسار رہتا ہے   جو دل میں تیرے ہمیشہ غبار رہتا ہے
کسی کے دل کو ہنسا اور کسی کے دل کو رلا   صبا کا روز یہی کاروبار رہتا ہے

گلوں کو دیکھ کے اتنا مجھے ہوا معلوم   تلے زمیں کے کوئی دلفگار رہتا ہے
خدا کرے کوئی مژدہ دے قتل کا آ کر   مجھے ہمیشہ یہی انتظار رہتا ہے
کہاں سے صورت سوزؔ اب تجھے نظر آئے
تری تو آنکھوں میں ہر دم خمار رہتا ہے

ناصح جفائے عشق اگر میں سہی سہی   تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی
دریائے عشق کیا بتاؤں کہ جس کے بیچ (کذا)   کشتی پھرے ہے عقل کی تیری بہی بہی
یہ دل نہ کھول زلف کو پیارے خدا کو مان   لاکھوں گرہ جہاں میں تو یہ بھی رہی رہی
پکڑے ہی تیری بانہہ کو ہر ایک دم رقیب   ہم نے بھی گو کمر تری ذرہ کہی کہی
چہرے کو تیرے سوزؔ تو سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہیں اس کو گو کہ مغل سب ہی ہی

نہ میں جہاں میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے   نباہ مجھ سے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے
رفو ہوا جو گریباں مرا تو کیا حاصل   جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے
طلب کرو ہو دل اس منہ پہ گالیاں دے دے   وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے
بچشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ   سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے
میں کہہ رہا کہ تو اس شوخ سے نہ مل اے دل   شریر یہ ہے، اشریہ ہے، جنگ جو یہ ہے
غرض نہ ہم سے ہے اس کو نہ غیر سے مطلب   ملے ہے گرم جو ہر اک سے اس کی خو یہ ہے
عجب نصیب ہے اترا ہے آئنہ اے یار   کہ اس کو جب کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے
ڈرا نہ ہم کو تو قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر   قسم ہے تیری اپنی تو آرزو یہ ہے (کذا)
ہمیشہ یار کے پیچھے لگا پھرے ہے سوزؔ   جو وہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے

دل کے لینے سے خوشی ہے لیجیے یوں بھی سہی
بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجیے یوں بھی سہی
مارنے بیٹھے جب سے تو میں نے تمھارا کیا کیا
جی میں آوے کوئی گالی دیجیے یوں بھی سہی
مے سے تم تائب تو ہو لیکن خدا کے واسطے
ایک پیالا میری خاطر پیجیے یوں بھی سہی
گالیاں دینے کو اچھے ہو بچارے سوز کو
یہ نہ آیا ایک بوسہ دیجیے یوں بھی سہی

پھوٹے وہ آنکھ جس میں نہ ذرہ بھی نم رہے
دل جل بجھے وہ جس کے نہ ہمسایہ غم رہے
ٹک ہمرہان قافلہ سے کہہ دے اے صبا
ایسے ہی گر قدم ہیں تمھارے تو ہم رہے
قسمت حرم کو لے چلی اب یاں سے باندھ کر
شاکر رہیں گے دوست سے تا دم میں دم رہے
غم سے ہوئی ہے کارروائی یہ دل کی بند
چلتے ہوئے اب اشک بھی آنکھوں سے تھم رہے
مفلس ہمیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ
خالی ہمیشہ کیسۂ اہل حرم رہے
اے سوز کیا طلسم زمانہ کا اعتبار
نے جام ہی رہے نہ جہاں میں نہ جم رہے (کذا)

پاس رہ کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے
مجھ کو سب مشکل ہے پیارے تجھ کو سب آسان ہے
اے مرے بدمست مت کر تو غزالوں کا شکار
لے نہ میرے دل کو چکھ یہ زور ہی بریان ہے

کیا دعا دیتے ہو میاں جیتے رہو جیتے رہو
زندگانی تو نہیں انگریز کا زندان ہے
ایک بوسہ پچ مچا کر بیچ سے ہونٹوں کے دے
پھر اگر دل تجھ سے مانگوں جان بھی نادان ہے
جس کی نیت میں دغا ہے آپ ہوتا ہے خراب
خوشۂ گندم کو دیکھو کب سے داتا دان ہے
آہ کچھ چبھتا ہے اٹھتے بیٹھتے سینے کے بیچ
چیر کے دیکھو تو یہ الماس کا پیکان ہے
میرے سمجھانے کو آیا ہے بغل میں لے کتاب
ناک میں لایا ہے دم ناصح کوئی شیطان ہے
سوز کا رتبہ کہاں پہنچا ہے جو تیری رضا
لوگ یہ کہتے ہیں اب تو صاحب دیوان ہے

یوں پوچھنا کہ سچ ہے فلانے کو عشق ہے
صدقے میں، جان بوجھ بھلانے کو عشق ہے
رو دینا جو ہیں دیکھنا عاشق کو بے قرار
اے آفریں ہے تیرے بہانے کو عشق ہے
کہنا بھی تو یہ کہنا کہ چل بے وفا ہے تو
عیار تیرے بات بنانے کو عشق ہے
گاہے دو چار ہونا تو جدھر ہی اینچنا
کہنا کہ یوں جی میرے ستانے کو عشق ہے
اب آ تو دیکھ سامنے تلوار کے بھلا
میں بھی تو جانوں ہاں کہ فلانے کو عشق ہے
دل خانۂ خدا ہے خدا لا شریک ہے
پر اس میں تیرے سوز سمانے کو عشق ہے

بھلی اک بار ساقی نے مے وحدت پلائی ہے
ہر اک بندے کے دل میں اب تو دعوائے خدائی ہے
کوئی کہتا ہے یہ ارض و سما میں نے کیا پیدا
کوئی کہتا ہے ساری خلق میں نے ہی بنائی ہے
کوئی کہتا ہے یہ قصر فلک میں نے کیا پیدا
کوئی کہتا ہے یہ گنگا تو میری ہی کھدائی ہے
کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں ہے موت عالم کی
کوئی کہتا ہے میں دیتا ہوں جو رزق سمائی ہے
حقیقت کو سمجھ ہے تو زباں سے بوجھ کر چپ رہ
جدھر دیکھا خدا ہے اور جہاں دیکھا خدائی ہے

مقابل مت کرو شوخی بڑے آہو کی آہ سے
نہ رم کرتا ہے اپنے پیرہن میں عشق کی بو سے
میں تیری بے قراری سے بہت بے چین ہوں اے دل
گلی میں اس کی کر فریاد دور ہو میرے پہلو سے
دل گم گشتہ تجھ کو کس طرف ڈھونڈوں کدھر جاؤں
نہ طاقت میرے پاؤں (میں) نہ قاصد ہے یہ جا سو سے
بھلا صاحب کبھی تو پھر بھی تم آؤ گے اکتا کر
جو کچھ ہونا ہے سو ہوگا نکل جا اب تو قابو سے
کبھی تو بات کوئی ہو تو اس دلسوز سے اپنے
یونہیں جاوے مگر اپنا سامنے کر ترے کو سے

خدا نے لڑکپن کا بھی عجب عالم بنایا ہے
کہ اس صورت کو اپنی ساری چھل بل میں چھپایا ہے
یہ مکتب خانہ کہتے ہیں جسے شیطان خانہ ہے
یہاں ایک (ایک) لونڈا فتنۂ عالم بٹھایا ہے
ادھر دیکھو نہ آتا ہے محلہ دار کا لڑکا
کس اپنی اچھی اچھی شکل کو کیسا بنایا ہے (کذا)
چڑھا آتا ہے میرا منہ میں نے کس کو کچھ کہا (کذا)
ابے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسمایا ہے
ابے جا بھی کہیں جا خیر سلّا سے کہا دور ہو
بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آیا ہے
میں کہہ دیتا ہوں تو کم سی میاں جی بہر نیکوں (کذا)
بس اتنی ٹھیس میں رونے کا تو نے منہ بنایا ہے
میاں جی تم جمالی مجھ سے لو اور اسکو چھٹی دو
یہ پھر جاتا کہاں ہے اب تو اس نے سر اٹھایا ہے

چڑا تو منہ چڑا، پر سوز کے قابو میں جب آیا
تجھے معلوم ہوگا کسی کا مُنہ چڑایا ہے (کذا)

وہ شوخ جو ہم سے یار ہووے   تب دیکھئے کیا بہار ہووے
مے پی کے اس کی دوستی کی   کس کا قدم استوار ہووے
ساقی دے بھر کے جام دل کو   ایسا نہ کہ ہوشیار ہووے
پورا تو کھینچ کر لگا تیر   جو دل سے دار پار ہووے
...... نے لگا دی آگ گل کو   عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے
میرے گل رو کو اس نے دیکھا   اب کاہے کو گل کی یار ہووے
آتی ہے ہوا اڑی چمن سے
تا سوز کے دار پار ہووے

شوخ نامہربان کے صدقے   صدقے اس نوجوان کے صدقے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے   لے میں اس کی ہر آن کے صدقے
مجھ کو ہے کیسے خدا کرے مرجائے   تیری میٹھی زبان کے صدقے
لے ہوا لا الہ الا اللہ   ہوکے ہیں تیری جان کے صدقے
بات ہے یا کہ پھول جھڑتے ہیں   یار غنچہ دہان کے صدقے
سوز تو جی ہزار برس تک (کذا)
تیرے لطفِ بیان کے صدقے

دل تو کیوں اس سے اب چھپاتا ہے   پر تقاضا ہی اس کا بھاتا ہے

میں نے اس کو کہا سُنا یارو
بات کرتا ہوں منہ چڑاتا ہے
ایک دن مار ڈال جھگڑا کیا
روز کیا مجھ کو آزماتا ہے
واہ واہ واہ الہی خیر
کیوں چھُری کھینچ کھینچ آتا ہے
اپنے تم سر پہ کھینچو تو جانو
سوز پر تم کو طیش آتا ہے

الہی خیر کیجو عشق پھر آنکھیں دکھاتا ہے
چلو بھاگو شکیب و صبر.... کو آتا ہے
نہ بھائی عُشق تم اتنا قدم رنجہ نہ فرماؤ
تمہاری کیا گرہ سے جائے گا یا جان جاتا ہے
ابھی تشریف لائے ہی نہیں غم آگے بھجوایا
یہ غم جاسوس یا جاروب کش ہر کیا کہاتا ہے
میاں غم، میرزا غم، میر صاحب غم ادھر دیکھو
محبت تو محبت تو ہی میری جان کھاتا ہے
میں برقِ غمزۂ قاتل سے ابر تر ڈرا کس دن
تو اپنی اوڑھنی جھمکا کے کیوں مجھ کو ڈراتا ہے
غزل اس بحر میں اک اور بھی کہہ ڈال سُنتا ہے
تو آخر بیٹھے بیٹھے سوز اپنے دن گنواتا ہے

اسی کو عشق کہتے ہیں جو یوں ہر دم ستاتا ہے
تصدق عشق کے کس کس مزے سے جان کھاتا ہے
اسی کو کیا یہ بے چون و چگوں کہتا ہر سب عالم
بھلا سچ بھی تو ہے یہ صورت اپنی دکھاتا ہے (دکھتا)
یہی بے چین دل رہنے لگا خواب و خورش بھاگی
روا میٹھا جلا بھلا سو وہ عاشق کہاتا ہے
الہی خیر ناصح پیٹ پکڑے آگے ہی دوڑا
کوئی دل دے نہ دے اس کا کلیجہ منہ کو آتا ہے
عبث بے فائدہ کیا کام بابا گھر کو اپنے جا
نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے
سدھارو خیر سلّا سے کہیں دم داب کر بھاگو
وگرنہ کوئی دم کو سوز سوٹا لے کے آتا ہے
جو تو ہے پارسا تو آپ کو ہی ہم کو کیا حاصل
اسی پردے میں اپنی پارسائی تو جتاتا ہے

اے میاں جانے والے ٹک خدا لگتی تو کہہ دنیا
کہ غافل سوز تیرے در سے بستر اُٹھاتا ہے (کذا)

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے   جدھر کو منہ تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے (کذا)
دکھا دوں داغ جو لالہ کو اپنے سینے کے   قسم خدا کی وہ میرا جگر نہ دیکھ سکے
سرشک آنکھ سے نکلے وے ہوئے پامال   یہ طفل حیف کہ رنجِ سفر نہ دیکھ سکے
یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہے ورنہ عزرائیل
کبھی بھی سوز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی   جو رضا تیری مرے اللہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو   کیا کروں تعریف اس کی واہ جی
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان   گو موا میں بھی ترے ہمراہ جی
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے   آنکھ اُٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی
تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب   کون ہے تو بندۂ درگاہ جی
ایک بوسے کی گدائی تم سے کی   پر نہ بوسے لیتے جاوُ شاہ جی
کیوں قسم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو
سوز کو چھیڑو گے تم تم آہ جی

جو یہی غم ہے کہ سن لیجو کہ ہم مر جائیں گے   پر میاں غم دیکھیے اس خو سے کس گھر جائیں گے
طفل اشکوں سے بہت رکھتا تھا میں چشمِ اُمید   یہ نہ جانا تھا کہ یہ مجھ کو رُلا کر جائیں گے
صبر و طاقت کو میں سمجھا تھا کہ ہیں جی کے رفیق   یہ نہ تھی اُمید جو دامن چھڑا کر جائیں گے

دل جگر تو میں کلیجے سے بھی رکھتا تھا عزیز   یہ نہ تھا خاطر میں جو مجھ کو خفا کر جائیں گے
یہ حواسِ خمسہ جن کے زور سے انسان ہیں   کب یہ خطرہ تھا کہ پنجہ آزما کر جائیں گے
میں یہ کہتا تھا کہ ہیں دل کے رفیق اب درد و سوز
کب توقع تھی کہ کونے میں بٹھا کر جائیں گے

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے
مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بے وفا چل بھاگ جا
بے وفا اپنے تئیں سُن سُن بھڑک جانے لگے
بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر
اپنی باتوں پہ بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے
یا ہمارے کہنے پر اُٹھاتے تھے جریب (کذا)
یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکریں کھانے لگے
میرے غش کو دیکھ کر کہتے ہیں سارے مکر ہیں
کیوں کسی کے تیر مژگاں آپ تم کھانے لگے
یا تو لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر
یا کسی کے تیر مژگاں آپ تم کھانے لگے
جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر
آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرانے لگے
یا نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے
یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت پھسلائیے
یا تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے
اپنے ہاتھوں سوزؔ نے جیسا کیا پایا میاں
سوزؔ سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

مری صحرا نوردی پوچھ تو ٹک جا کے ہاموں سے
کہ میں سو دشت آگے پھر چکا ہوں دشت مجنوں سے
کسی پر گیروا میں نے نہیں خرقہ کیا اپنا
اسے رنگا ہے میں نے پونچھ کر اب اشک گلگوں سے
جو دیکھے نوح کا طوفاں اسے شرما کے پھر جانا
مقابل مت کرو دریا کو میری چشم پُر خوں سے
نہ شاگردی کسی کی کی نہ فن شعر کو سمجھا
یہ سیدھی باتیں سکھا سوزؔ بھی اس قد موزوں سے

اے نکہت گل جائیو محفل میں کسی کے
ٹک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے
نے لعل نہ یاقوت نہ یہ گل نہ یہ اخگر
ہیں لخت جگر دامن قاتل میں کسی کے
باللہ تڑپنے کا نہیں پاسِ ادب سے
ارمان بھرے ہیں دل بسمل میں کسی کے
اوراق گل اُڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا
دیکھو تو اُڑا آتا ہوں یوں ہی ل میں کسی کے (کذا)
دم تن سے نکلتے ہی یہی سوزؔ سے بولا
ٹک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے

غرورِ حسن ہے تجھ کو تو مجھ کو تمکیں ہے
تو سنگدل ہے تو میری (بھی) آہ سنگیں ہے
اگر رحیم ہے تو میں بھی ایک عاصی ہوں
جو تیغ زن ہے تو میری طرف سے تحسیں ہے
تو عشق ہے تو میں دل ہوں تو درد ہے (میں دوا)
تو کوہ کن ہے تو مجھ پاس جانِ شیریں ہے

نہ پوچھو حال دل ہا ہا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
بسانِ وسعتِ دریا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی لبریز ہے گل سے گھڑی ہر خار و خس سے پُر
بہارِ گلشنِ دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی ہاتھی پہ بٹھلاویں گھڑی کوچوں میں پھرواویں
بلے دنیا بلے دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی آ کر گلے لگنا · گھڑی تلوار دکھلانا
بتوں کی دوستی بابا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
گھڑی ہے سیر دنیا سے گھڑی تولہ گھڑی ماشہ
میاں اس سوز کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی دل پہ بار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
اور تو توشہ نہیں پر حسرتِ دیدار ہے

کہوں کس سے حکایت آشنا کی
سنو صاحب یہ باتیں ہیں خدا کی
دعا دی تو لگا کہنے کہ دور ہو
سنی میں نے دعا تیری دعا کی
ادا کی آرزو کی تو یہ بولا
سنو فرمائی تو بس ادا کی (کذا)
کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا
تمھارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ
کہ تو نے اس وفا پہ مجھ سے کیا کی

لگا کہنے کہ بس بس چونچ کر بند   وفا لایا ہے دُت تیری وفا کی
عدم سے زندگی لائی تھی پھسلا   کہ دنیا جائے ہے اچھی فضا کی
جنازہ دیکھ کر سُن ہو گیا دل   کہ ہے ظالم دغا کی لیے دغا کی
تجھے اے سوز کیا مشکل پڑی ہے   جو ڈھونڈھے ہے سفارش اغنیا کی
کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل
محبت ہے اگر مشکل کشا کی

کہاں ہے تو مرے پیارے کہاں ہے   خدا کے واسطے بتلا جہاں ہے
میں چھلنی لے کے چھانا سب جہاں کو   ترا دنیا سے کیا باہر مکاں ہے
ارے میاں ایک باری منہ تو دکھلا   فلک پر ہے کہ زیر آسماں ہے
(یہ) کیا مجلس میں تو یاروں سے بولا   نہ بولو اس سے یہ آتش زباں ہے

گوش ہوش جو پنھانے کو گہر چیریں گے   اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
ماہر دیوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید   ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے
جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ ناچیز   زکریا کی طرح تا بہ کمر چیریں گے
دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں اب ناچار   اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے
قتل دل ہوئے گا زینت کے لیے محبوباں   ارہ شانے سے جو زلفوں کے اگر چیریں گے
گو تھ کر زور کیا تو بھی نہ ٹوٹا پاپڑ   اس بھجے ڈنڈ پہ کہتے ہیں سپر چیریں گے
کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے سارے
ادبدا مجھ ہی سے ہر بار نظر چیریں گے

محبت منہ پہ کرنا اور دل میں بے وفائی ہے   یہ آئینہ یہاں کہتا ہے کیسی آشنائی ہے
بھلا بوسہ ہم اس سے آج مانگیں گے کسی ڈھب سے   توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے
محبوں کو کریں ہیں قتل دشمن کو جلاتے ہیں   بتوں کی بھی میاں صاحب نرالی ہی خدائی ہے
عجائب رسم ہے ان دلبرانِ دہر کی یارب   کسی کے ساتھ جا سونا کہیں سائی بدھائی ہے
یہ عاشق اپنے اپنے اشک کو طوفان کہتے ہیں   جو سچ پوچھو تو یہ گنگا ہماری ہی کھدائی ہے
الہی کیا بنے گی ساتھ میرے شیخ و واعظ کو   ادھر رندی شرابی ہے ادھر کو پارسائی ہے
نہیں یہ ابر و باراں سوز کے احوال کو سن کر
فلک کی بھی محبت سے یہ اب چھاتی بھر آئی ہے

اشک و خوں آنکھوں میں آ کر جم گئے   دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے
تو نہ آیا پر نہ آیا ایک بار   اشک ساں ہر چند ہم پیہم گئے
کوچۂ قاتل میں لے دل جان بوجھ   تجھ کو رہنا ہے تو رہ پر ہم گئے
شبنم آسا گلشن دنیا سے سوز   کچھ نہ تھا لے کے ترا ہم غم گئے
اشک و آہ و نالہ و بے طاقتی   لے کے اپنے ساتھ اک عالم گئے

مسی پر سرخی پاں دیکھ میری عقل بھولی ہے   کہ ہے خورشید تاباں تس پر ایسی شام پھولی ہے
صنم کی رونمائی کے لیے نرگس کا منہ دیکھو (کذا)   تمامی سیم و زر گٹھی کا آنکھوں سے قبولی ہے
قفس میں ہم کو دیجے ایک نظارہ کے جرم اوپر   انھوں پر کیا ستم ہوگا جنھوں نے ...... ہے
تجھے اے بوالہوس معلوم کیا ہے عشق کا رتبہ   یہ آہ عشق اس منصور سے عاشق کی سولی ہے
عزیز و سوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے
پھر ایسے کو برا کہیے حماقت ہے فضولی ہے

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی
جہاں تک کہیے ہے تقصیر دل کی

ہوا کس پر یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

بہ از آئینہ خانے سے ہے منعم
جو تجھ سے ہو سکے تعمیر دل کی

جو بچتا ہے تو بچ اس کی انی سے
ہے برچھی نالۂ شبگیر دل کی

پر پرواز کاغذ ہو قلم شمع
اگر حالت کروں تحریر دل کی

پٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
کروں اس سے جو میں تقریر دل کی

جفا سے تیری اٹھ جاؤں میں لیکن
وفا ہوتی ہے دامنگیر دل کی

طلا کر دے سخن مس کو زباں سے
نہ یادے گر کوئی اکسیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہے لگی
شکایت میں جوان و پیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے اے سوز
یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

مسی پہ سرخی پاں جب جھمک کھاتی ہے
حیا سے برق بھی منہ ابر میں چھپاتی ہے

خدا ہی جانے کہ دیکھی ہیں انکھڑیاں کس کی
یہ نرگس آج تو پھولی نہیں سماتی ہے

ہزاروں مجھ پہ تصدق کیے یہ پروانے
بس اپنی جان کو اے شمع کیوں جلاتی ہے

جو کھاوے داغ پہ داغ الم سن اے لالہ
سو وہ مرا ہے جگر اور کس کی چھاتی ہے

نسیم زلف بھی کرتی ہر عقدۂ دل وا
چمن میں جیسے صبا غنچے کو کھلاتی ہے

نہیں ہے داغ و قفس سے محبت گل کم
یہ عندلیب عبث جان کو پھنساتی ہے

ہو جب تلک ترے دل میں دوانہ پن کر لے
وگرنہ سوز یہ فصل بہار جاتی ہے

گذشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے   نہ ہوں فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے
اُمید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو   چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے
ہی قدی کا نہ ہو کام قامت خم سے   گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے
مری تو سینے کہ مانند شمع بزم اخیر   پگھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے
نہ ہوئیں ہم سے جہاں میں تو گو نہ ہو اے یار   تو رہ جہاں میں کہ تجھ سے جہان باقی ہے
خط آچکا ترے اپنی گئی نہ سادہ دلی   کہ جھوٹے وعدوں پہ اب تک گمان باقی ہے
اسی ہی منجھلے میں روز و شب ہوں گا سوز   بدن میں جب تئیں میرے کہ آن باقی ہے
نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت
نہ چُپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے

یا تو جاتے رہے اے یار ہمیں دنیا سے   یا سروکار محبت ہے کہیں دنیا سے
دم نہ مارا میں کسی کام میں مانندِ حباب   اُٹھ گیا یار دم باز پسیں دنیا سے
مر کر اُٹھے نہ کوئے یار سے جوں نقشِ قدم   تا فنا ہو نہ سکیں خاک نشیں دنیا سے
یاد میں یار کی جب آپ کو سمجھیں ہیں فنا   نے غرض دین سے نہ ان کے تئیں دنیا سے
گھر خراب اور کا گو کر کے بنائی مسجد   دین ان باتوں میں ملتا ہے کہیں دنیا سے
صحبت شعر و بکف جام و صحرائی در دست
اس سوا سوز کو کچھ کام نہیں دنیا سے

جب سے کہ چشم خلق صنم تجھ سے جا لگی   کہتا نہیں ہے بات کوئی یاں خدا لگی
پامالِ غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے   ہاتھوں سے کس کے پانو میں تیرے حنا لگی
بھڑکی ہے آگ لالہ سے گلشن میں باغباں   کس دل جلے کی باغ میں یہ بددعا لگی

فرہاد بے ستوں میں جو باندھے تھا نقش کو   پر تب بندھا وہ نقش کہ جب سر پہ آ لگی
کافر ہوں گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا   کی یک نگہ کہاں میں کہ گویا بلا لگی
لگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر یک سے پیشتر ازیں   تم کو بھی اب زمانے کی پیارے ہوا لگی
پھاڑے نہ کیونکے سوز گریباں کو یار آہ
چسپاں ترے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

عزیزو دیکھیو میرا دل اس پر قرض آتا ہے   پھر الٹے ہاتھ منہ پر پھیر کر مجھ کو دھراتا ہے
جو کہتا ہوں کہ میرا دل تو دے میں ناز الفت سے (کذا)   تو دونوں ہاتھ اپنے جھاڑ کر مجھ کو دکھاتا ہے
جو کہتا ہوں کہ تم ایسے کہاں سے رستم آئے ہو   تو اپنے ڈنڈ ل کر ہاتھ مونچھوں پر پھراتا ہے
جو میں مایوس ہو کر اپنی گردن نیچی کرتا ہوں   تو گردن میں ملا کر ہاتھ چھاتی سے لگاتا ہے
جو روتا ہوں تو آنسو پونچھ کر کہتا ہے مت رو (کذا)   ترا دل پاس میرے ہے تو کیوں جیوڑا کڑھاتا ہے
بھلا ایسے سے کیا بس چل سکے فرہادِ عاشق کا   مگر رہ رہ میرے دل میں یہی اندیشہ آتا ہے
کہ گھبرا کر کسی پردیس چپکے سے نکل جاؤں   ولے دل چھوڑ کر جاؤں تو کیونکر جان جاتا ہے
یہ .... زندگانی کس طرح کاٹوں خداوندا   تو مجھ کو اور دل دے کیونکے تیرا نام داتا ہے
ولے ایسا ہی دل جس میں (کہ) تیرا سوز ہو اور بس
کہ اس کے ساتھ پھر خطرہ کسی کا کب سماتا ہے

عاشق تو دل پہلے ہی تھا اب تو ہوا مستانہ ہے
آگے جگر بیزار ہے ڈرنے لگا بیگانہ ہے
ان مغ بچوں کے خوف سے بھاگے تھا اپنے شہر سے
اب یاں سے بھاگوں کس جگہ بھرٹ کا ہے اور ویرانہ ہے

دوڑو شتابی سے بتو اپنے تو لو گھر کی خبر
کون سے دل کی تھی لگی اب لگا ..... ہے
ان شمعرو کی آگ میں جلتا تھا میں ہر رات دن
اب رشک سے جلتا جو ہوں جلنے لگا پروانہ ہے
ہاں میرے ظالم سنگدل تیرا بھی دل جاتا پگھل
تو نے سُنا ہوتا کبھو اس سوز کا افسانہ ہے

جلا ہاتھوں سے تیرے دین و ایماں جان اور تن بھی
بچا تجھ سے نہ تر دامن نہ چھوٹا پاک دامن بھی
ہوس جو دل میں تھی سو تو نکل گئی سر سے گھبرا کر
بلا گرداں ہوں میں تیرا سبک کر بار گردن بھی
ترے غم کی کرے کیا پاسبانی کنج تنہا میں
ذرا سخت جگر سے بند کر جاوے گا روزن بھی
ستم جتنا کیا ہے تو نے مجھ پر کافر بد خو
مسلماں تو مسلماں روتے ہیں گبر و برہمن بھی
ذبح کرنا ہی آیا پر سلیقہ کچھ نہ تم سیکھے
کہوں کیا آستیں کو بھر رہا ہے اب تو دامن بھی
ابھی وارث کوئی آ کر چھڑا لے گا میں کہتا ہوں
یہ دشمن آبرو کا ہے ترا دل بار گردن بھی
چلو جی سوز کے گھر سے خبر لا دیں یہ کیا غل ہے
الٰہی خیر ہو ہونے لگا ہے اب تو شیون بھی

بچ تو گیا ہے .... اس زلفِ عنبریں سے   پر کانپے ہے کلیجہ اس چشمِ شرمگیں سے
بچ جائے دل تو بچ جائے شاید کہ اب کی باری   پر کوئی کب بچا ہے اس شوخ کی کمیں سے
مژگاں نے میری آنسو پونچھے کہاں سے صاحب   بہتا ہے خون ہر دم اس زخمِ دل نشیں سے
ہے موردِ ترحم یہ سن لو سوز صاحب
ہاں اس کا ڈھونڈھ لاؤ محبوب ہر کہیں سے

کس سے کہوں میں یا رب اپنا غمِ نہانی   میرے گلے پڑی ہے یہ تھوڑی سی زندگانی
اب بیٹھتے نہیں ہیں محبوب میرے پہلو   کیا کوسوں تجھ کو میری ہی ہے مری جوانی
ان آنکھوں ہی نے تیری مجھ پر ستم کیا ہے   کرتا ہے چوٹ آخر آہوے آشیانی
آنکھیں بچیں کہ بھاگا، ہر روز یا الٰہی   کرتا رہوں میں کب تک اس دل کی پاسبانی
فرہاد و قیس کا تو افسانہ سن چکے ہو
اب جی لگا کے سنیو تم سوز کی کہانی

مجھ سے دار و مدار کرتا ہے   غیر کو ہم کنار کرتا ہے
ملنے کو جو گیا اسے مارا   گھر میں بیٹھا شکار کرتا ہے
عاشقوں کا تو دشمنِ جاں ہے   وہ کسے دوستدار کرتا ہے
پوچھتے کیا ہو سوز یارو (کذا)   کون سا کاروبار کرتا ہے
ایک مدت سے ہے جو خاک نشیں
کچھ تو وہ خاکسار کرتا ہے

وا شد ہے جیسے غنچۂ تصویر میں چھپی   ہے مغفرت ہماری بھی تقصیر میں چھپی

دہشت سے اپنی جان کی اے قاتلِ جہاں   پانی ہوئی قضا تری شمشیر میں چھپی
کیوں میں رسائی اس کو بٹھاتا بگوش یار (کذا)   فریاد جا کے نالۂ شب گیر میں چھپی
کیا کیجیے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہلِ رشک   غیرت ہمارے دامن تحقیر میں چھپی
نے حسن رہا نہ جنبش و نے گفتگو نہ دید (کذا)   جانِ غیر صورت تصویر میں چھپی
اس طرف اس نے تیر کو کھینچا ادھر موا   میری اجل بھی شوخ کے زہ گیر میں چھپی
ان کبریائی والوں میں ہے جان کا خطر   جیسے اجل ہے کلمۂ تکبیر میں چھپی
رو دیں نہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے سوز ہم
بخشش ہماری ماتم شبیر میں چھپی

نہیں غم شادمانی میری یہ ہے   عزیزو زندگانی میری یہ ہے
مروں پاؤں تلے جو اس صنم کے   تو عمر جاودانی میری یہ ہے
پیو تم مے، میں خوں پیتا ہوں اپنا   شراب ارغوانی میری یہ ہے
سنو جی ایک تھا سوز ایک مہدی
شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

تیرے ملنے سے نہایت اب یہ دل مایوس ہے   اور تو وسواس کیا دھڑکا بڑا جاسوس ہے
مسی لب کا مجھے بوسہ دے ہونا ہو سو ہو   یہ ہی کہ بھیجو فلانا ایک مکھی چوس ہے
تو ہی مجھ کو اس جگہ کی خاک نیچے داب دے   جس جگہ اس کا جلوس میمنت مانوس ہے
اب تو خلوت میں بلالے اس کو تو ڈرتا ہے کیوں   ایک تو وہ ہے افیمی اور بوڑھا پھوس ہے
شاعروں میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر
کیا کہوں میاں خلق کی فہمید ہی معکوس ہے

راہ میخانہ کوئی آج ہمیں بتلاوے   خرد و عقل و قرار و دل و دیں لے جاوے
پائے خم میں ہوں میں افتادہ و مینا در دست   اور اس حال میں وہ شوخ ادھر آجاوے
یوں کہے آج اسے کس نے دیا بار یہاں   ٹھوکریں مار کے اس جا سے مجھے اٹھواوے
چونکتے گر پڑوں گر پاؤں پہ اس قاتل کے   اور وہ ہاتھ پکڑ مجھ کو کہیں لے جاوے
پھر تو جو بات بنے آگے خدا ہی جانے
سوز سے پوچھیو شاید وہ تمھیں بتلاوے

گر دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے   حاضر ہے دل لیجیے نذر ہے (کذا)
ناصح عبث تو ہوتا ہے مانع   تجھ کو خدا کا کچھ دل میں ڈر ہے
تیری بلا سے جو دل پھنسا ہے   میں کیوں نہ روؤں میرا جگر ہے
پھرتا ہوں بازار کہتا   او دل کہاں ہے او دل کدھر ہے
اے سوز ہا ہا آگے نہ جانا
بانکا کھڑا ہے جی کا خطر ہے

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیتابی سے محرم ہے
میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے
چلو اے اشک آگے ساعت اچھی ہماری ہے (کذا)
جگر دل جان کے ہمراہ اب چلنا مصمم ہے
خدا ہی جانے یا دل جو گذرتی تھی مرے دل پہ
بلے درد درونی سے کسی کے کون محرم ہے
دل و دیں جان و ایماں صبر و طاقت کھو چکے کب کے
یہ مشت استخواں باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں اب سوزؔ
ولے غصّے میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے

جس کے قدم قدم پہ تڑپے دل و جگر ہے   پوچھو تو یارو یہ کس جلّاد کا نگر ہے
کہتے ہیں عرش دل کو جھوٹا کروں کسے میں   سچی تو بات یہ ہے ہم سوختوں کا گھر ہے
ہرگز سراغ اس کا پاتا نہیں کہیں میں   کیا پوچھتے ہو دل کو کیا جانیے کدھر ہے
یوں تو کہاں وہ بہکے ایسا نہیں وہ بھولا   وہ مل گیا ہو شاید اس بات کا خطر ہے
ہم لے کے آویں اس کے محبوب کو کہیں سے
پر سوزؔ کو تو دیکھو اس میں بھی دم اگر ہے

اے پیک صبا تو نے دل زار سنا بھی   میاں جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی
لڑکے تو مرے دل کو کبھی رکھ نہ سکے گا   جاتا ہے کدھر لے کے نہ چھوڑوں گا میں لا بھی
کرتا ہوں کرتا ہوں بتوں کی میں پرستش (کذا)   لاحول ولا شیخ مرے پاس سے جا بھی
پیچ حق بطرف تیرے ہی تو کیوں نہ کرے پند   مردود ترا دل یہ کسی بت سے لگا بھی
اب پاس ادب ختم ہے اس سوزؔ پہ یارو
کیا خاک ہوا جل کے کہیں دود اٹھا بھی

جگر سے لب تلک آہ و فغاں بے تاب نکلا ہے   وداعِ میہماں کرتا ہی حتی الباب نکلا ہے
نہ یہ ناسور دل چنگا ہوا کیا کیجیے یارب   ابھی آنکھوں سے میری قطرۂ خونناب نکلا ہے

لہ اصل میں 'آدم' ہے۔

تجھ بن کس کام زندگانی   ہے ہی تو بنام زندگانی
آتا ہے تو آ شتاب ورنہ   کرتا ہے غلام زندگانی
جو تو ہی نہ پوچھے حال عاشق   کیا زیست کدام زندگانی
لے آنکھ اٹھا تو دیکھ، تجھ کو   کرتی ہے سلام زندگانی
حسرت ہی میں گذر گئی آہ
اے سوزؔ تمام زندگانی

یوں تو نکلے نہ مرے دل کی اپاہے گاہے   اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے
جز تری خاک در، اے دوست بربّ کعبہ   دل میں ہو گر ہوس عزت وجاہے گاہے
نہ شفاعت ہو پیمبر کی نہ تیرا دیدار   ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گاہے
ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی   الم زخم سے جو دل کے کراہے گاہے
نعش کو میری سر راہ ہی رہنے دینا   گر گرے رکھ کے وہ کچھ قتل گناہے گاہے
منت باد صبا خاک کو ہے میری عار   ابھی روندے گا وہ باخیل سپاہے گاہے
خرمن عمر بصد جان کروں میں قرباں   اس طرف دیکھے اگر برق نگاہے گاہے
میں تری تیغ کی برش کی کروں سب ثنا   تو مرے زخم اٹھانے نہ سراہے گاہے
ایک نے سوزؔ سے پوچھا کہ صنم سے اپنے   اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
دیکھ منہ اس کا گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد   یوں اشارت سے بتایا سر راہے گاہے
بولے دوزخیو جھوٹ نہ کہیو اب بھی
سوزؔ سا تم میں ہوا نامہ سیاہے گاہے

جاے مے بزم میں گو بادۂ کوثر ہووے   کس کو خوش آوے اگر طبع مکدر ہووے

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی   بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برادر ہووے
داغ ہوتا ہوں میں اس غم سے کہ یہ جھینگا چاند   میرے محبوب کے مکھڑے کے برابر ہووے
کیا ہوا جان تری غیرت محبوبی کو   زلف کو چھوڑ دیا تو نے کہ ابتر ہووے
تیرے ہاتھوں سے جو کچھ سوز کے دل پر گزرا
آہ میں کس سے کہوں اور کسے باور ہووے

ساغر مے کی نمط پاؤں اگر جا خالی   مثل مینا میں کروں دل کی تمنا خالی
بہتے بہتے تو ہزاروں ہوئے دریا خالی   پر نہیں اشک سے ہوتا دل شیدا خالی
. . . .   دل و دیں لے کے مجھے دکھایا خالی (کذا)
کب ہمیں شیشۂ ساعت سے ہے اب پرواہ   ریگ صحرا سے نہیں آبلۂ پا خالی
جس طرح سانپ کو آرام کرادے بے من   ویسی رہتی ہی نہیں زلف چلیپا خالی
لے گئی تھی طمع خام کہ دل پاؤں گا   جا کے کوچے میں پٹک سر کو بھی آیا خالی
دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال   در سے ہوتا ہی کہاں کیسۂ دریا خالی
قیس کا وقت گیا سوز چلو اب جلدی
لخت دل سے ہی پڑا دامن صحرا خالی

ہماری چشم نے یاں تک تو خونفشانی کی   کہ روح قیس نے سر سے پھر دوانی کی
نکل سکی نہ مری آہ تا بلب جا کر   سسکتے رہ گئے اے تیری ناتوانی کی
گئے تھے آج جنازے کے ساتھ سوز کے تم
بھلا عزیزو بڑی تم نے مہربانی کی

تجھ پاس اگر تیغ ہے یاں تیرِ دعا ہے   پر سامنے کیا ہوں مری آنکھوں میں حیا ہے
میں تم سے نہیں بولتا نچلے رہو بیٹھو   کیوں چٹکیاں لیتے ہو مری ران میں کیا ہے

آج اپنے دل کو دیکھا آج میں نے دور سے   ایک کونے میں پڑا تھا خاطرِ رنجور سے
برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں   لختِ دل جھڑتے ہیں ویسے آنکھ کے ناسور سے
ماہ اور خورشید کا رد اور ایسی روشنی   ہے یہی مہ پایا ہے تیرے منہ کے عکس نور سے
اہل جنت نے جو دیکھا حسن میرے یار کا   منہ پھرا بیٹھا وہ چپ کر اپنی اپنی حور سے
خال وخط میں دیکھتا ہے ناصح گم کردہ ہوش   دل پھنسا ہے زلف میں کہ دیجو اس شب کور سے
دیکھیو بدمستیاں اس بادہ کش کی اجلاے مے   کھینچے ہے خوناب میرے زخم کے انگور سے
آج پایا ہے اکیلا تجھ کو کنج باغ میں   ہائے یوں کھا جاؤں پہ ڈرتا ہوں تیرے شور سے
جس طرح تو نے ستایا منہ کو تیرے بھینچ کر   بوٹیاں توڑوں و لیکن ہونٹھ کے زنبور سے
جس طرح پردہ اٹھا کر شوخ نکلا ناز سے
اس طرح موسیٰ نہ لایا آگ کوہ طور سے

دعا دیتا ہوں تو مکھڑے کو پھرا کر چڑاتا ہے(؟)
جو بوسہ مانگتا ہوں ہونٹھ دانتوں سے دباتا ہے
جو میں کہتا ہوں لے مرجاؤں تیرا پنڈ چھٹ جاوے
تو یوں بھی چین نہیں کھسکے ہی کھسکے مسکراتا ہے
جو گاہے شکوہ کرتا ہوں تو لکڑی لے کے اُٹھتا ہے
جو چپ رہتا ہوں تو بغلوں میں آکر گدگداتا ہے
جو اُٹھ جاتا ہوں تو وہ راہ آگے روک رکھتا ہے
جو سو رہتا ہوں تو وہ چٹکیاں لے لے جگاتا ہے

جو گلیوں میں پڑا رہتا ہوں فریادی کی صورت بن
تو لڑکے ساتھ لے کر ہر طرف سے غل مچاتا ہے
جو روتا ہوں تو ہنستا ہے، جو ہنستا ہوں تو چڑتا ہے
غرض میں کیا کہوں جس جس طرح مجھ کو ستاتا ہے
حِلم کی لیجیو جلدی خبر بے چین ہے یہ دل
غزل اور ہی کہوں مضمون تازہ کلبلاتا ہے

ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے آج آتا ہے
مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے
جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ
کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے
الٰہی خیر کیجو آج کس پہ تیغ لے نکلا
فلک پر خوف سے خورشید جس کے تھرتھراتا ہے
عجائب سیر ہے اب کوچۂ قاتل میں چلتے ہو
کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہے کوئی پھڑپھڑاتا ہے
صبا تجھ کو سلیماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہیو
یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سماتا ہے
کسی نے اس سے پوچھا توز بھی اب شعر کہتا ہے
تو کیا کہتا ہے ہاں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

جو پہلے ہم سے اُلفت تھی سو اب اس میں نہیں باقی
کہاں ہر روز کا ملنا کہاں ہر دم کی مشتاقی

جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
کہاں محفل کدھر مینا کہاں مطرب کدھر ساقی
ادا و غمزہ و ناز و کم نگاہی جور و بے مہری (کذا)
یہ سب ہے حسن خوباں میں و لے اتنی بد اخلاقی
جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا احسان کیا ان کا
تکلف برطرف یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی
بجائے اشک ان سنگیں دلوں کے جور سے اب تو
شرر جھڑتے ہیں مژگاں سے بجائے سنگ چقماقی
کبھی کالی گھٹا میں جیسے بجلی کوند جاتی ہے
یہ چمک جاتی ہے مستی میں ترے دانتوں کی برّاقی
تجھے اے غیب بیں معلوم ہو گا حال عالم کا
میں کیا جانوں کہ کیا ہے انفسی اور کیا ہے آفاقی
بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو
یہ تیرے ترک چشم اب کس سے سیکھ آئے ہیں قزاقی
بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا دل کو
خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاقی

یہ آنسو ہو کے قاصد جس کی آنکھوں سے نکلتا ہے — زمیں کو چوم لیتا ہے تب اس کوچے کو چلتا ہے
تماشا دیکھ پیارے آن کر رونے کا تو میرے — کہ ایک اک لخت اب دامن میں آ کر اچھلتا ہے
جگر کو لے کے نشتر گودتا ہے لون ملتا ہے — جو دم مارو تو کہتا ہے کہ چپ رہ جی بہلتا ہے
اٹھاؤ نعش کو میری نہ اس کوچے سے سنتے ہو — بلا سے گاہ گاہے اپنے گھوڑے سے کھندتا ہے

یہ ہیں لخت جگر یا شعر ہیں یا لعل پارے ہیں   شرارے آگ کے ہیں سوز کیا منہ سے اگلتا ہے
موا جب سوز تب بولا کہ ہاں دل سوز تھا میرا
نہ لیجو نام اس کا آہ میرا جان جلتا ہے

چمن سے پھر صبا نے بوئے گل صحرا میں جھمکائی
مبارک باد دو اب عندلیبوں کو بہار آئی
جلاتا تھا خدا کا نام لے مردوں کو جب عیسیٰ
صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

کون سا اس جہاں میں بے غم ہے   جس کو دیکھا سو تجھ سے محرم ہے
اشک تو جل نہ جل یہ تیرا شوق   آہ کا تو سفر مصمم ہے
ایک دم کے لیے تو آ لے جان   تیرے دم کے لیے کوئی دم ہے
کچھ نہ کہیو اسے خدا کے لیے   روٹھنے کا بھی زور عالم ہے
گو نہ آیا تو کیا ہوا اے سوز
میرے مرنے کا اس کو ماتم ہے

کہوں میں اس کے شرمانے کی خوبی   کہ اپنے جی کے لگ جانے کی خوبی
مجھے کہتا ہے میں نے کب لیا دل   بہت اچھا مکر جانے کی خوبی
نکل جاوے ہی گا سینے سے واللہ   تو دیکھو دل کے گھبرانے کی خوبی
نہیں جاتی تری اب تک شرارت   ملا کر منہ سرک جانے کی خوبی
کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جان   لگا کہنے کہ بہلانے کی خوبی

سوز غم سے ترے با دیدۂ تر رہتا ہے   اے دل گم شدہ سچ کہہ تو کدھر رہتا ہے
اشک صدقے ترے تو چل تو خبر لا دل کی   نامہ بر ورنہ وہاں جاتے ہی مر رہتا ہے
دل کی کس قاتل سفاک سے ہے آنکھ لگی   جو لیے تیغ و سپر آٹھ پہر رہتا ہے
جن دنوں تھک کے وہ شمشیر کو کرتا ہی میان   ان دنوں شہر میں خوں تا بہ کمر رہتا ہے
ٹھیس لگتے ہی ذرا پھوٹ بہیں وہ کم بخت   انکھڑیو، ایسی ہی باتوں سے تو گھر رہتا ہے

مجھ کو دھمکاتا تو ہے ہر بار کیوں کس واسطے
کیا گنہ کیا جرم میرے یار کیوں کس واسطے
آج تک کس نے غریبوں کو ستایا ہے بھلا
تو جو دیتا ہے مجھے آزار کیوں کس واسطے
کس کنے تیری برائی مجھ کہی تحقیق کر
اس قدر مجھ سے ہوا بیزار کیوں کس واسطے
جب میں کہتا ہوں کہ آ پیارے مری چھاتی سے لگ
ہے یہی اس شوخ کی گفتار کیوں کس واسطے
آنکھ اُٹھا کر دیکھنے دیتا نہیں وہ شوخ چشم
بس نہ رو اے چشم گوہر بار کیوں کس واسطے
پارسائی شیخ تو ہے آپکو تو اس کو کیا (کذا)
سوز سے بے فائدہ تکرار کیوں کس واسطے

کیوں رے دل میرے بدے جاتا ہے   ذبح کرنے کو وہ بلاتا ہے
مجھ سے آ کہیو عشق کی لذت   کس مزے سے چھری چلاتا ہے

میں سنتا ہوں ایک مدت سے (کذا)   عشق عاشق کا جی جلاتا ہے
برق ہے آگ ہے شرارا ہے   کیا ہے جو دل میں پیر جاتا ہے
تجھ کو میں بھیجتا ہوں آگے جا   میرا دل ڈر سے تھرتھراتا ہے
جیسا سنتا ہوں شاید ایسا ہو   تنوز کیوں مفت جی گنواتا ہے
تجھ میں طاقت ہے ظلم سہنے کی   دیکھوں کیا تیرے پیش آتا ہے
میں تو جاؤں ابھی ولے مجھ کو
تنوز کہ کے کچھ ڈراتا ہے

کہوں اسرار اپنے دل کا تو عالم ڈراتا ہے
نہیں کہتا تو جو دل میں ہے اُگلا منہ کو آتا ہے
جو دم لیتا ہوں تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے
جو چپ رہتا ہوں تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے
جو کچھ احوال کہتا ہوں تو سننے والے روتے ہیں
نہیں کہتا تو کوہ غم آ سینہ دباتا ہے (کذا)
جو جنگل میں نکل جاتا ہوں تو سب دشت .....
کبھی جو شہر میں آتا ہوں تو گھر بھول جاتا ہے
پہاڑوں میں اگر پھرتا ہوں ٹکڑے ہو کے اُڑتے ہیں
جو دریا پر کبھی جاتا ہوں سر پر خاک اڑاتا ہے
خدا کے در پہ بیٹھ اے تنوز یوں واہی نہ پھر در در
کہ وہ پیدا کیے کی شرم کو آپ ہی نبھاتا ہے

جو دل پہ ہے گذرتی اس کو خدا ہی جانے
کس سے بیاں کروں میں اور سچ ہے کون مانے
اے دل بہت ستامت جاتا ہے تو نکل جا
سینہ تو پک گیا بس ٹکرا نہ او دوانے
صبر و شکیب و طاقت مدت سے چھوڑ بھاگے
اب آپ ہو جے رخصت کرتے ہو کیوں بہانے
غم کو نہ چھوڑ جانا اپنے ہی ساتھ لے جا
کاہے کو چھوڑتا ہے تو میری جان کھانے
صاحب تمھاری خو کو میں خوب جانتا ہوں
اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے
اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت
جس عصر میں سراسر اپنے ہوئے بگانے
نکلو سدھارو بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
پھر اس طرف نہ آنا تم سوز کو ستانے

دور سے سمجھے کہ یہ زخمی کوئی نخچیر ہے
پاس جا دیکھا تو دل ہے، پار اس کے تیر ہے
قید ہستی سے کوئی چھوٹا نہیں آ خلق میں
موج سے دریاؤں کے بھی پانو میں زنجیر ہے
ابر و باراں تم نہ پوچھو شرم سے روتے ہیں آہ
ابر کی صورت یہ میری آہ بے تاثیر ہے

ہر ایک عاشق کے جی میں یہ ہے کہ میرا محبوب مجھ کو چاہے
غضب ہے یارو یہ چاہنے کو کہ وہ بھی میری طرح کراہے
کسی محبوب نے کیا بھی کہ اپنے عاشق کا ہووے عاشق (کذا)
یہ تھوڑا احسان نہیں (ہے) اس کا کہ آنکھ اٹھا دیکھے گاہ گاہے
غرض یہ مطلب کے ہیں گے عاشق کہا کریں کچھ زباں سے اپنی
اسی کو عاشق کہیں ہیں ہم تو کہ . . . .
اسی کی خواہش مراد ہووے جو مار ڈالے تو شاد ہووے
طلب اسی کی زیاد ہووے نہ منہ سے کچھ نکلے آہ واہے

میں تجھ کو کہتا ہوں سوز سن رکھ اگر تو عزت کا ہو گا طالب
جھکا نہ سر کو کسی کے آگے اگر سلامی ہو بادشاہ ہے

بندہ خانہ ہے کرم فرمائیے آئیے حضرت ہمارے آئیے
کیا تلاشِ دل کو آئے ہو یہاں دل بھی حاضر ہے اسے لے جائیے
ایک بوسے پر ہے خطکش یہ لیجیے دیجیے اور چپکے گھر کو جائیے
بیچ سے ہونٹوں کے گالوں کے نہیں عارضی بوسے پہ مت بہلائیے

بہ عزمِ دلبری پھر وہ ستم ایجاد آتا ہے پرے اے عقل عشق خانماں برباد آتا ہے
خوشی کیا خاک ہوئے عندلیب ایسے گلشن میں جہاں نت کا یہی دھڑکا کہ وہ صیاد آتا ہے
توقع دل کے پھر آنے کی اب مجھ کو کہاں لیکن وہ اس کا بے قراری سے نکلنا یاد آتا ہے
خدا کے واسطے اے ہم نشینو ڈھانپ لو مجھ کو ادھر ٹک پھر کے دیکھو ناصح جلاد آتا ہے
خدا جانے بنی کیا بزم میں اس آتشیں خو کی
گیا تھا کس خوشی سے سوز، پر ناشاد آتا ہے

دل لے ہی گیا نہ یار ہے ہے ہے ہے دل بے قرار ہے ہے
تو قہقہہ مار کر ہنسے، اور میں روؤں زار زار ہے ہے
مت جائیو بار بار، ہا ہا میں تیرے ...... وار ہے ہے
پیکان سے تیرے دل خوشی تھا سو ہو گئی دل سے پار ہے ہے (کذا)
ہرگز نہ بجھی عطش جگر کی کیسی تھی یہ آبدار ہے ہے
اب تک جیتا ہے سوز، آ جان اتنا بھی انتظار ہے ہے

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا بناتا ہے
ذری سے دل میں اس بندے کے کوہِ غم سماتا ہے
ارے میاں یہ جو تل ہے اس کو دیکھو اپنی آنکھوں سے
کہ آ اس عرش سے لے فرش تک سب کچھ دکھاتا ہے
کبھو تو ایک کو کرتا ہے سلطاں، ایک کو چاکر
کبھی پتھر کو اس سلطان کنجر پر بندھاتا ہے (کذا)
کبھی تو شہروں کو ویراں کر جنگل بناتا ہے
کبھی جنگل کو کر آباد مردوں کو بساتا ہے
کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و حشمت و دولت
تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھاتا ہے

ساتھ پھرتے ہیں میرے یہ سارے   میری تقصیر کیا کہو بارے
تو نے مجھ کو فراق کو سونپا   یعنی یہ ہیں ہیں کر مارے

عشق سے جو کہ دل لگاتا ہے   سو وہ اپنے کیے کو پاتا ہے
تیرا تو کچھ نہ جائے گا لیکن   مفت میں میرا جان جاتا ہے
عشق پیارے سدھارو اپنے گھر   کیوں عبث میری جان کھاتا ہے
پوچھ تو جا کے سوز کا احوال   مثل ماہی وہ تڑپھڑاتا ہے
سات دن سے وہ زار و نالاں ہے   نہ تو پیتا ہے کچھ نہ کھاتا ہے
عشق کہیے تجھی کو حضرت عشق   کیا تجھے نام یہ سہاتا ہے
ان سلوکوں پہ کہتے ہو سب سے   مجھ کو تو سوز ساتھ ناتا ہے

کسی صورت سے یہ دل شاد نہیں ہوتا ہے   آہ یہ گھر بسا آباد نہیں ہوتا ہے
ایسے ظالم کے میں پھندے میں پھنسا ہوں ہی ہر   جس کا قیدی کبھی آزاد نہیں ہوتا ہے
جیسا تو قاتلِ سفاک ہے ایسا تو میاں   کوئی دنیا میں بھی جلاد نہیں ہوتا ہے
چہچہے کرتی جو ہیں بلبلیں حیرت ہے مجھے   مگر اس باغ میں صیاد نہیں ہوتا ہے

آپ کی جور و جفا جتنی تھیں سب مجھ پہ ہوئیں
اب نیا ظلم بھی ایجاد نہیں ہوتا ہے

تجھے دل کے لینے کی کیا چاہ ہے   ہمارا تو .... ہے
تعین کے گھونگھٹ سے منہ کو نکال   ذرا جھانک کر جان آگاہ ہے
نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو   مری جان اللہ ہی اللہ ہے
اسی کا یہ مظہر ہے اے ناقصو   جدھر دیکھیے واہ (ہی) واہ ہے
مظاہر اسی کا ہے یہ سب ظہور   کہیں ہے گدا اور کہیں شاہ ہے
یہ اشیا جہاں تک ہیں آئینہ ہیں   سبھوں میں وہی جلوۂ ماہ ہے

تجھے وہم ہے عرش پر ہے خدا
ترے دل سے اس عرش تک راہ ہے

صنم کے ہاتھ میں کیا آرسی تھی   کہ جوے غمزہ گلشن میں بہی تھی
کہا میری طرف سے سوز نے کچھ   تو واں شمشیر آگے ہی دھری تھی
جڑی آتے ہی اور منہ سے (نہ) بولا   مگر اتنا کہ اے تیری کہی تھی
رلایا یوں مجھے آٹھ آٹھ آنسو   کوئی پوچھے تو یہ کیسی ہنسی تھی
تو کہیو ہم نشیں کیا سوز عاشق   مجھے ہے ہے کرے کس نے کہی تھی

نہیں تقصیر اس میں آپ کی کچھ   بلے صاحب یہ قسمت کی بدی تھی
خدا جانے کہ گالی یا دعا دی   نہ سمجھا کچھ زبان فارسی تھی

بھاگتا کیوں ہے تو اے سرو خراماں مجھ سے   تیری چھل بل نہیں ہونے کی یہ پنہاں مجھ سے
ایک قطرے میں مرے اشک کے قطرہ کہاں (کذا)   بحث کرتے تھے بہت حضرت عماں مجھ سے
خاک مجھ کو کیا تو بھی نہیں رحم تجھے (کذا)   کیا چھڑاتا ہے بھلا کھینچ کے داماں مجھ سے
موت ہر بار نہیں آتی ہے بس مر تو چکا   کیوں اجل ہوتی ہے اب دست و گریباں مجھ سے
دیکھ کر میری پریشانی کو کھاتی ہے باد   بیر کیوں رکھتی ہے زلف پریشاں مجھ سے
داغ دکھلائے ہے لالہ کے چراغانوں کو   چار داغوں کو گناتا ہے گلستاں مجھ سے
میرے شمشاد کی جا چال تو پہلے سیکھ آ   کیوں اکڑتا ہے تو اے سرو خراماں مجھ سے
شکر حق کل تو کہا اپنے جلیسوں سے یہ
روٹھ بیٹھا ہے عبث سوز غزلخواں مجھ سے

مجھے دیکھ کر موت یوں بولتی ہے   کہ یہ کیا مرے، یہ تو عاشق کا جی ہے
مری جان، دیدار آخر تو دکھلا   مری جان آنکھوں میں اب آ رہی ہے
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے   کسی جوگی کی یہ تو دھونی دبی ہے
تجھے سوز کیا غم ہے تیرا تو والی
علی ولی ہے، وصی نبی ہے

آ جا مرے منتوں کے پالے   اے پیارے جھنڈولے بالوں والے
تو سامنے میرے اٹھ گیا ہاے   میں مر نہ گیا تری بلا لے

تاریک ہوا جہاں تجھ بن   اے میرے اندھیرے کے اجالے
سر سے پاؤں تلک لگی دون   پھنکتا ہوں آن کر بچالے
وہ شرم سے تیرا مسکرانا   اے پتلے ہی پتلے ہونٹوں والے
دل چاہتا ہے کہ پھر بھی دیکھوں   اک آن تو پھر مجھے دکھالے
یا آن کے پاس بیٹھ میرے   یا پاس تو اپنے مجھے بلالے (کذا)
تم تو جنت کو سدھارے اچھا (کذا)   دوزخ کے ہمیں کیا حوالے

اے میرے مسیح، میرے مہدی
میاں مرتا ہے کیا جلالے (کذا)

متفرقات

آنکھوں میں وہ لگاوٹ، دل آہوِ رمیدہ   ہم سے بھی یہ چھنالا، اللہ رے شوخ دیدہ

اے نالہ نکل مت کہ مرا راز نہ نکلے   اللہ کرے منہ میں سے آواز نہ نکلے

ہوئے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کی گم مہدی
مبارکباد کو بھی عید کی آئے نہ تم مہدی

ماہ کو نسبت نہیں کچھ میرے مہ رخسار سے   وہ بھری راتوں کو یہ واقف نہیں اسرار سے

نکل اے جان گر تجھ میں ذرا بھی دل میں قوت ہے   صنم آتا ہے استقبال کو یہ وقت فرصت ہے

تجھے رسوا کروں ایسا میں تیری بے وفائی ہے   کہ سب ڈر جائیں اپنے دل میں تیری آشنائی سے

زلف میں اُلجھا ہوں تس پر قتل کی تدبیر ہے   اب کدھر جاؤں لہی پانو میں زنجیر ہے

ترا سوز احوال ہر دم بتر ہے   وہی جیہے کا ہے احوال وہی چشم تر ہے (کذا)
ترے یار کو میں بلا لاؤں بتلا   کدھر اس کا کوچہ کہاں اس کا گھر ہے

مرا قتل اس بے وفا نے نہ چاہا   وہ کب چھوڑتا تھا خدا نے نہ چاہا
بڑا داو تھا آج بوسے کا لیکن   وہ راضی ہوا تھا خدا نے نہ چاہا

کوئی سنتا نہیں در در پھروں ہوں مثلِ دیوانہ
الہی رات ہو جلدی سنوں میں اپنا افسانہ

اگر گل جائے سب میرا رگ و پوست   درون گور سے بولوں کہ یا دوست

کون ہے کس پاس جا فریاد و واویلا کروں   ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا اب کیا کروں

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں   مجھے قربان ہونے دے ترے قربان ہو جاؤں

ہم پہ یوں گزرے قیامت واہ واہ   واہ وا حضرت سلامت واہ واہ

میں کس کے ہاتھ لکھ بھیجوں میاں صاحب سلام اپنا
مجھے تو بھول جاتا ہے ترے دھڑکے سے نام اپنا

دل لیا، عاشق کیا، رسوا کیا، شیدا کیا   اے مرے اللہ تو نے مجھ کو کیوں پیدا کیا

بس میں کہتا ہوں اپنے گھر جاؤ   حضرت عشق تم نہ جی کھاؤ
دین و ایمان تو لیا تم نے   کچھ تمھارا لیا ہے فرماؤ

روز محشر بود سیاہ چو قیر   چہرۂ منکران روز غدیر

رباعیات

اے امت حضرت رسول الثقلین   مانگو ہو اگر دونوں جہاں کا تم چین
تو ورد کرو صبح و مسا اپنا تم   اللہ و محمد و علی و حسنین

اس صورت ظاہر کو جو حیراں ہیں ہم   واللہ غلط سمجھیں ہیں ناداں ہیں ہم
ہاں سایۂ موہوم جو کہیے تو ہیں   اپنا ہی گماں ہے کہ انساں ہیں ہم

نہ درد کسی کے ہیں نہ درماں ہیں ہم   نے خام ہیں عشق میں نہ بریاں ہیں ہم
دو چار دن، اے سوز اگر سچ پوچھو   اس بزم جہاں کے بیچ مہماں ہیں ہم

وہ کبک خرام، حور وش، رشک ماہ
کوہ تمکیں، فلک نمط، عالی جاہ
جو دیکھ سکو تو آؤ یارو دیکھو
کس شان سے آتا ہے کہ اللہ اللہ

جاتا ہے یہ طفل اشک با نالہ و آہ
لخت دل بے قرار لے کر ہمراہ
کیونکر روکوں تجھے میں اے نور العین
اللہ نگہبان ہے پیروں کی پناہ

بس کون ہیں ہم، جو کہتے ہیں ہم ہیں عزیز
ٹک سوچ تو اس ہم کو، جو ہے فہم و تمیز
یہ جو کہتے ہیں، ہم ہیں، سچ کہتے ہیں
جو اس کے سوا ہیں، جان تو سب ناچیز

بس رہ اے آہ ورنہ جل جاؤں گا
بس تھم اے اشک ورنہ گل جاؤں گا
بس اے دل اتنی اضطرابی مت کر
تیرے ہاتھوں سے میں نکل جاؤں گا

بس حملۂ عشق میں تو پامال ہوا
ٹک دیکھیو یار میرا کیا حال ہوا
لب خشک ہوئے، مونہہ کا یہ حال ہوا
تو عشق ہوا کہ جی کا جنجال ہوا

جو میرے عدو تھے ان سے تو یار ہوا
مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا
رہ رہ کے مرے جی میں یہی آتا ہے
اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

کاہے کو کیجیے کسی پر اب چشم
چھوڑا دنیا کا ہم نے سب دولت و حشم
باقی نہیں اب طلب کسی کی دل میں
آیا تو بچشم ورنہ آیا تو بپشم

اے جان پدر جب سے تم اپنے گھر گئے   بابا کے جگر پہ داغ غم کا دھر گئے
کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو   کس منہ سے کہوں کہ میر مہدی مر گئے

گر حق کہیے تو مفت میں جان گیا   خاطر رکھیے تو دین و ایمان گیا
بیزار میں اس جہاں سے، جلدی لے چل   میرے اللہ تیرے قربان گیا

یہ بات الہی ہے جی اوسان گیا   ارمان بھی حسرت سے پر ارمان گیا
سچ ہے صدقہ بھی چاہیے (ہی) لایق   کس منہ سے کہوں کہ تیرے قربان گیا

اے توز سنبھل یہ آہ وزاری کب تک   ..... نہ مل یہ بے قراری کب تک
آپہی عاشق ہے اور آپہی معشوق   پردے سے نکل یہ شرمساری کب تک

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا   نے کوئی عدو تھا نے کوئی ہمدم تھا
تھی آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر   چل لے جی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

کیوں مجھ کو ستاتے ہیں یہ سب اب یارب   چھوٹے ہی عشق مجھ سے اب کب یارب
اعدا سب اک طرف یہ ناصح مردود   حیران کرے ہی مجھ کو جب تب یارب

بس جھوٹے نہیں ہیں عندلیباں دیکھا   کس جا ہے چمن کہاں گلستاں دیکھا
آرام سے سوتا تھا جگایا ناحق   آنکھیں کھلتے ہی ہم نے زنداں دیکھا

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص و عام
کیا اہل سکوت اور کیا اہل کلام
پر زیست ہے ان کی جوں مثال خورشید
پیدا ہوں صبح تو مٹ جاویں شام

اے میری زندگانی اے میری حیات
تیرے الطاف کی کروں کس منہ سے بات
زلفیں جو تو نے ڈالیں میرے منہ پر
کیا بو آئی تھی، بر محمد صلوات

اے محتسب اتنا تو نہ کر مجھ پہ عتاب
سن میری بات کا ذرا دے تو جواب
تجھ سے یوں ہیں چھپا ہے کچھ شیشے میں
تو بول تری ذات بھلی یا کہ شراب

میں نے کہا اے جو تجھ کو زر ہے درکار
بولا لب خشک و چشم تر ہے درکار
میں بولا تو سوز دل ہے تجھ پاس کہا
اچھا ترے عشق کو جگر ہے درکار

آتا ہے تو کیوں دوڑ دوڑ راتوں کو (کذا)
بکواس بھرے آگ لگے باتوں کو
لو اور ڈھٹائی مار بیٹھا چٹ سے
دور ہو، صدقے کروں ترے ہاتھوں کو

گر دم ہے تو آہ آہ کرنے کے لیے
در جسم ہے خاک خوں میں بھرنے کے لیے
دل ہے سو شب و روز پڑا جلتا ہے
ہے جان تو ایک روز مرنے کے لیے

واعظ مجھے کعبے کی بتاتا ہے راہ
کرتا ہے صنم کدے سے مجھ کو آگاہ
میں کب مانوں ہوں ایسے شیطاں کا کہا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اے مرگ ہزار گھر اجاڑے تو نے
اچھے اچھے لباس پھاڑے تو نے
جو نخل کہ بار ور ہوا دنیا میں
جڑ پیڑ سے اس کو سب اکھاڑا تو نے (کذا)

آدم کی ہے یہ سخن ...... باقی
ڈھونڈو تو کسی کی نشانی باقی (کذا)
کہتا ہے تو کہہ لے ورنہ ہوئی صبح (کذا)
رہ جائے گی سوز یہ کہانی باقی

عاشق جو پتنگ کو کہے ہیں شاعر
دل سے نہیں شمع کے ہے کوئی ماہر
ہر چند کہ عاشق کا تو جلنا ہی کام
معشوق بھی اس کام سے کب ہی باہر

کعبے کی خراب اب عمارت کیجے
بت خانے کو ہر طرح سے غارت کیجے
ہووے گا حصول کچھ (نہ) اس میں اے سوز
ہے دل میں کہ دل ہی کی زیارت کیجے

یہ دل ہوا سب طرح سے تجھ پر مایل
اس واسطے میں ہوں تمے آگے سایل
تو کھول نہ کھول زلف اپنی پیارے
ملنے کا مرے اس میں ہے عقدہ حایل

کب آئے مدام زیست کرنے کے لیے
دن عمر کے یک چند ہیں بھرنے کے لیے
کیوں روز تولد یہ کریں ہیں شادی
یاں آئے ہے جو کوئی سو مرنے کے لیے

کہتا ہوں میں جس سے آشنائی کی بات
سنتا ہو وہ مجھ سے اور ملتا ہے ہات
کہتا ہے یہ کیا کیا اے ناداں تو نے
اب کیونکے کٹے گی سوز تیری اوقات

نے دیر سے کچھ ہم کو نہ کعبے سے کام
دنیا میں ہیں ان دونوں کے طالب بدنام
جو شیخ و برہمن ہو سو اس پر جھگڑے
ہم رند ہیں مشرب ہے ہمارا مے و جام

دن کو کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں
اور رات جو ہوتی ہے تو ہم سوتے ہیں
نے کام خدا کا نہ کیا عقبی کا
اس عمر کو دنیا میں یونہی کھوتے ہیں

ہر وقت مرے دل میں یہی آتی ہے
کیونکر رکھوں میں عمر چلی جاتی ہے
تس پر جیتا ہوں یار دنیا کے بیچ
ٹک دیکھ تو میری بھی عجب چھاتی ہے

دل کو مرے عاشقی سے پھیرے گا کون
وحشی ہے غزال اس کو گھیرے گا کون
نے دام ہی پاس (ہے) نہ صیاد یہاں
یہ منجہلہ اے توز نبیڑے گا کون

اے آنکہ بعشق مصطفائی مدہوش
در ماتم آلِ او بجان دادن کوش
شاہِ شہدا شود شفیع تو بحشر
بر سینہ سبک چہ میزنی دست بجوش

بر روے غدیر سرور خلق پناہ
فرمود بجاے ما علی باشد شاہ
ایں بود حدیث آں رسول عربی
من کنت مولاہ فعلی مولاہ (کذا)

فریاد ز ہم یکہ بدوش آمدہ است (کذا)
ہم نالۂ بے خودی خموش آمدہ است
از سینہ چہ راہ کربلا نزدیکست
آہ از جگرم سیاہ پوش آمدہ است

قربانِ تجبر گدائی گردم   حیرانِ گماں کبریائی گردم
من آں بودم کہ باکمال حیرت   در قافلہ داغ جدائی بودم (کذا)

اے مردم زار زار حیران تو ایم   وے دیدۂ اشکبار ویرانِ تو ایم
بردی دین وصبر وطاقت ......   اے عشق زخود شکار قربانِ تو ایم

اے خواجہ دوگام رہ نراندی، ماندی   خود را برفیقاں نہ رساندی ماندی
ایں راہ نہ راہِ کعبۂ آب وگل است   یک گام زکارواں چو ماندی ماندی

مستزاد

سُن سوز محبت دیکھ کے حیراں ہوگا   خوباں کا جمال
دل زلف میں اُلجھے گا پریشاں ہوگا   مت دے یہ بال
یہ چال بُری ہے تجھ سے نبھنے کی نہیں   او خام خیال
کیا ہنستا ہے بہت پشیماں ہوگا   مت دانت نکال

جو شخص ملازمت کو آتا ہے گا   از بہر حصول
کچھ وہ بھی نذر کو چیز لاتا ہے گا   یوں ہے معمول
بندے کو نظر اور نہ آیا ایسا   حیراں رہ کر
اپنے تئیں آپ ہی دکھاتا ہے گا   گر کیجے قبول

بالفرض کہ ہم عاقل و باہوش ہوے   کس کام میں ہیں
ہوکر آزاد خانہ بردوش ہوے   تو دام میں ہیں
دو دن کی نمود میں نہیں کچھ حاصل   یارو جانو
مے حق ہومے خوخاک میں روپوش ہوے (کذا)   آرام میں ہیں

(قطعات)

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر   ہوگیا میرا قضارا واں گذار
آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او   کوئی یاں حاضر نہیں اب نابکار
ہے سرہانے دیکھیو تیر و کماں   جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار
سنتے ہی میرے گئے واں پانو پھول   لگ گیا دیوار سے تب آہ مار
خوبی قسمت تو دیکھو اس گھڑی   کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہے غضب   تھکے نہ پتھرے بھی کہ کرتا سنگسار
ہاے بے منت اجل آئی تھی ہنوز
بچ گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا   رمز میں کرنے لگا اظہار پیار
جب تلک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا   دل میں آیا آنکر بوس و کنار
کھول کر آغوش جوں سرکا دہیں
کہنے لاگا وا چھڑے چل جھک نہ مار

او میاں او بھائی او خلوت کے جلنے والے دوست
اس سے کہہ دیجو خدا کے واسطے کا کام ہے
پہلے کیجو عذر یعنی وہ نہیں کہتا ہے آپ
تیرے اس محزون نالاں سوز کا پیغام ہے
کاسے نڈر، بے رحم، بے پرواہ، بے دید آ سمجھ
تیرے ہاتھوں ساری خلقت اب تو بے آرام ہے
جس نے دیکھا آنکھ اٹھا کر، تو نے چٹ مارا وہیں
یہ جو تیری وضع ہے اس کا برا انجام ہے
آدمیت سیکھ باز آ، قتل مت کر خلق کو
سوز کا بھی مار لینا کون ایسا کام ہے

..... تجھ کو دلا سوئی یا لگا کانٹا   جو تو اچھل پڑا ایسا کہ تیرا سر پھوٹا (کذا)
ہماری بیچ کی انگلی ہے بوجھیے صاحب   پکڑیو زور سے، چھوڑوں، یہ لیجے انگوٹھا

کیا کہوں تم سے اے خردمندو   دیکھتے ہو تم ان بتوں کے جھنجھند
دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر   بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
رام کرتے ہیں باز کو جیسے   طعمۂ بوسہ دے کے روزے چند
بھوکھ پر کھینچتے ہیں حکمت سے   پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند
بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی   پھر بھڑک جاتے ہیں یہ مثل پرند
الغرض چھوڑتے نہیں بابا
جس طرح سوز کو کیا پابند

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں   شاعری سے مجھے نہیں نسبت
میں انھوں میں تھا سب سے بیگانہ   وہ دلاتے بے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات، بھی نہیں آتی   ہم سے بر آئے کس طرح صحبت
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں   یا ہمیں جانتے ہو بے عزّت
تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا   انھیں باتوں کو شعر کی صورت
ورنہ اس منہ پہ شاعری توبہ
یہ بھی مرزا رفیع کی ہے دولت

مخمس

راہ گلشن میں نہ دے مجھ کو ہوادار چمن   دام میں کھینچے نہ صیاد دلآزار چمن
ہوں نہ .... لایق نہ سزاوار چمن   بلبل تصویر ہوں جوں نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن

کب ہمیں آزاد رکھنے کو فلک نے دی ہی عمر   گوشۂ زنداں کی زینت کے لیے بخشی ہی عمر
طوق در گردن بسر جوں فاختہ ہم کی ہی عمر   کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گذری ہی عمر
تب اسیرِ دام تھے اب ہیں گرفتار چمن

کہ تو کس کے جی کو دکھ دیتا ہی تو اے باغباں   چھوڑ کر کیوں اُٹھ چلا گلزار کو اے باغباں
درد کی ہر گل سے اب آتی ہی بو اے باغباں   نوک سے کانٹوں کی ٹپکے ہی لہو اے باغباں
کس دل آزردہ کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

شام سے گذرے ہے روتے اس کو ہر شب صبح تک   پر کسی کی حال پر اس کے نہ دیکھی نم پلک
اشک نے تاثیر رکھتے ہیں ایسی کی مردمک (کذا)   زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
سیکھے گر ہم سے رونا شبنم زار چمن

ہو جدی تجھ سے ترے معشوق سے بھی عندلیب　　پھیر گلشن میں ہی تو جینی کی ڈرے عندلیب (کذا)
قطرۂ اشک آنکھ میں تیری نہیں ہے عندلیب　　تخت دل گرتے .... جاے برگ اے عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن

سوز کہتا ہے تجھے آ دیکھ لے نرگس کو ٹک　　اے مرے محو تماشا دیکھ لے نرگس کو ٹک
ہے تغیر حال اس کا دیکھ لے نرگس کو ٹک　　...... سودا دیکھ لے نرگس کو ٹک
باغ میں مہماں کوئی دم ہے یہ بیمار چمن

رکھتی ہے زمانے میں جو خشکی و تری رنگ　　ہے دیدۂ تحقیق میں یہ سب نظری رنگ
کافر ہو کسی کا جو خوش آتا ہو ذری رنگ　　کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ

سب چیز کی میں سیر کیا ڈھنگ کا جلوہ　　آتش کا جمال اور ہر اک سنگ کا جلوہ
تجھ بن نظر آیا نہ کسی رنگ کا جلوہ　　کس رنگ میں دیکھا نہ کسی رنگ کا جلوہ
سب رنگ میں ہے تو یہ ترا سب ہے پری رنگ

ہر چند پڑا آکے میں صیاد کے بس میں　　مشہور اسیری ہے ہوا ناکس و کس میں
لیکن نہیں تر آگل و گلشن کی ہوس میں　　کس گل میں یہ جلوہ ہے کہ اب کنج قفس میں
دکھلاتی ہے میری مجھے بے بال و پری رنگ

مجھ عاشق نالاں کے نامے کو تو لینا　　اس حسرت و ارمان کے نامے کو تو لینا
ٹک پوجھ سمجھ بوجھ کے نامے کو تو لینا　　ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

جو چیز کہ ہر کوچہ و بازار ....　　اس کے لیے لا سنگ کو آتش پہ گلا دے
افسوس ہے جو عمر کو یوں اپنی گنوا دے　　اے شیشہ گراں دل کوئی ٹوٹا جو بنا دے
پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

صیاد تو مجھ طوطی کے طالب ہے سخن کا   اور دل کو مرے ہے غم و اندوہ وطن کا
معلوم کچھ احوال نہیں سرو و سمن کا   ہے خاک بسر آج، خدا جانے چمن کا
دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ
مت دل لگا دنیا سے تو ہرگز ذری سودا   جب سب سے ترا اٹھے سبھوں سے بری سودا
جانے ہے جہاں کی سبھی خشکی تری سودا   کر جامۂ عریانی کو خاکستری سودا
ہے عزم سفر یاں سے تو ہے یہ سفری رنگ

چشم میں اپنی گہر بار کروں یا نہ کروں   آہ گھبرا کے میں ناچار کروں یا نہ کروں
درد پنہاں کو میں اظہار کروں یا نہ کروں   کیوں میں تسکین دل اے یار کروں یا نہ کروں
نالے جا کر پسِ دیوار کروں یا نہ کروں
زندگی کا کوئی دم مثل شفق باقی ہے   جزو ہستی سے مرے نیم ورق باقی ہے
ہاں میاں اس میں وہ اک کلمۂ حق باقی ہے   سن لے اک بات مری تو کہ رمق باقی ہے
پھر سخن تجھ سے ستمگار کروں یا نہ کروں
تم تو وہ شخص ہو اپنے کو برا یا سمجھو   دل جو ہم آپ دیں اس کو چرایا سمجھو
غیر سے وصف کریں اس کو لگایا سمجھو   سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایا سمجھو
ہے زباں میری بھی گفتار کروں یا نہ کروں
کون ایسا ہے کہ جس شخص سے غم رکتا ہے   اڈے جب اشک تو ہر ایک سے کم رکتا ہے
شدتِ درد میں کس دل سے الم رکتا ہے   ناصحا اُٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے
نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں
گریہ رک رک مری گردن پہ ہوا اب طوق   کوئی غم اس سے نہیں جان کو میری مافوق
جب تلک چونکے مرے جی سے میاں جائے ذوق   خواب شیریں میں وہ اور دل (ہے) مرا مائل شوق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں

نہ سنا حال کبھو اس نے تو آ کر یا رو کب تلک دل میں رکھوں غم کو چھپا کر یا رو
کوئی فریاد و فغاں اپنی سُنا کر یا رو موسمِ گل ہی میں صیاد سے جا کر یا رو
ذکرِ مرغانِ گرفتار کروں یا نہ کروں
نہ رہا دوست جسے رحم مجھ اوپر آوے اس زمانے میں ہیں سب قتل کے میرے درپے
کوئی ایسا نہیں جو اس سے یہ اب جا کے کہے حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے
میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

.... دلداری کو کیا جانے ابھی ان بے وفاؤں کی وفاداری کو کیا جانے
تیری عمر ہے تو نالہ و زاری کو کیا جانے (کذا) نہ ہو عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے یہ یاری کو کیا جانے
نہیں ہوتی ہیں آخر کو یہ کچھ باتیں بھلی پیارے ترے یہ دن تو ہنسنے کھیلنے کے تھے ابھی پیارے
سہے گا کب یہ ایذا عشق کا اتنا سا جی پیارے لگیں بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پیارے
تڑپنا، لوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تک رات دن تو کھیل میں مشغول رہتا تھا بلا جانے تری پیارے محبت کو کہ ہے وہ کیا
نہ پھنس تو عشق کے پھندے میں جانی، اس سے تو باز آ ابھی تو تو نے آئینے میں اپنا منہ نہیں دیکھا
گرفتاری کو کیا سمجھے تو خودداری کو کیا جانے
ابھی تو طرزِ عیاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو کچھ دل آزاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
ارے اب تک ستم گاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو مشقِ خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
یہ ننھا سا کلیجہ تیرا غم خواری کو کیا جانے
سرہانے اس کے کیوں غل کرتے ہو ہر وقت جانے دو کوئی آشفتہ کی جانب سے اس کو جا کے یہ کہہ دو
نہ اٹھے گا جگانے سے تمہارے سنتے ہو یارو عزیزو سوز کو چونکاؤ مت ....
ازل سے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

مثنوی

میں کس سے کہوں دل کی باتیں   کٹتی ہیں کس دکھ میں راتیں
ناحق ناحق گھبراتا ہے   صحرا صحرا پھرواتا ہے
آرام نہ اس کو سونے سے   ہے کام سو اس کو رونے سے
بدرنگ ہے اب دل کی حالت   سمجھی نہیں جاتی اس کی مت
مطلوب نہیں اس کا پیدا   کس کی صورت کا ہے شیدا
تو نبض تو اس کی پہچانو   کیا مرض ہے اس کو دیوانو
بیماری کیا ہے اس دل کی   کیا چاہ ہے اس کو قاتل کی
تو اس کو اس تک پہنچا دو   محبوب کو اس کے دکھلا دو
سودا ہے جو ہے سودائی   تشخیص کرو کیا ہے بھائی
یا جن و پری کا سایا ہے   کس چیز سے عشق لگایا ہے
ہاں اس کی کچھ تدبیر کرو   میں راضی ہوں زنجیر کرو
ہے ہے اب ہاتھ سے جاتا ہے   مجھ کو اس کا غم کھاتا ہے
کیا اچھا بچھا دل تھا یہ   سب رنگوں میں شامل تھا یہ
ہنستوں میں بیٹھ ہنستا تھا   فوجوں میں پہلے دھنستا تھا
محبوبوں سے مل جاتا تھا   محبوبوں ہی میں ملتا تھا
کرتا تھا سب سے رنگ رلیاں   باتیں کرتا بھلیاں بھلیاں
سب اس سے پیار سے ملتے تھے   وحشی تک اس سے ہلتے تھے
سب دل سے اس کو رکھتے عزیز   ہے سب کے آگے اب ناچیز
پھر کیوں چپکا ہے اب یا رب   منہ سے اپنے لو کیا کب (کذا)

مت چپ رہ میرے پیارے دل   جا جا بے جس سے چاہے مل
یوں چپکے چپکے غم مت کھا   پیارے یہ غم کھا جائے گا
مت اپنے جی سے رہ غافل   او دل او دل او دل او دل
میں تیری چال سے ڈرتا ہوں   اندیشے ہی میں مرتا ہوں
قربان میں تیرے منہ کھولو   کچھ مجھ سے بات کہو بولو
تم کس کے اوپر عاشق ہو   کس کے پیچھے اتنے دق ہو
میں اس کو تجھ سے ملوا دوں   اس کا کام ب تجھے لا دوں
یا تعوذ سے مل کر کام کروں   اس بت کو تیرا رام کروں
منت سے اس کے پانو پڑوں   تیری خاطر جی دان کروں
پر سچی بات یہ ہے اے دل   ان لوگوں سے ہرگز مت مل
یہ پہلے سر سہلاتے ہیں   پھر کچا بھیجا کھاتے ہیں
ہے عشق (کی) راہ بہت مشکل   سن میرے بھولے بھالے دل
تو بھول یہ گلیاں جائے گا   ہر در پہ سر ٹکرا دے گا
یاں غول بہت ہیں اے غافل   بہلا کے لے جاتے ہیں دل
ان سے اے مرے صاحب دل   مت مل مت مل مت مل مت مل
پر تو کہنا کب مانے ہے   مجھ کو تو دشمن جانے ہے
.... میں ایسا دشمن   کہہ دے جو تیرے ....
.... زمانہ ایسا ہے   جو دل اپنا تجھ جیسا ہے
واللہ تم اس میں نہیں جھوٹے   اپنے ہی بخت بنے پھوٹے
گھر کو ہو منکو آتے ہیں (کذا)   تو الٹی لاتیں کھاتے ہیں
میں مجرم ہوں جو اب بولوں   کاہے کو اپنا منہ کھولوں

کیا گندہ نکلا میرا دل   اور اپنے کہے سے کیا حاصل
ہے ہے میں کیا غافل تھا   جو سمجھا تھا میرا دل تھا
واللہ یہ دل بے گا ہے   میں بھول کے اپنا جانا ہے
لاکھوں میں ہوگا صاحبدل   ورنہ سب دل سے ہیں غافل
یارو میں تم سے کہتا ہوں   جو جور میں دل کے سہتا ہوں
مت اس کو اپنا جانوگے   جو میں نے کہا سو مانوگے
ہاں بندے دل کے ہو رہیو   جو ظلم کرے چپکے سہیو
ورنہ یہ ایک سیانا ہے   بھید اس کا کس نے جانا ہے
تو دو دو بانس ٹہے گا یہ   جو اپنی بات کہے گا یہ
سنیو دل کے کان کو کھول   اچھے میٹھے میٹھے بول
سب کا پیدا کرنے والا   ہے وہ صاحب حق تعالیٰ
تم کیوں بھولے میرے بھائی   یہ غفلت کس نیند سے آئی
پیارے دل کی آنکھیں کھولو   اب کو سمجھو تب کو بولو
پیدا اب کو گر تو جانے   اپنا خالق ہوا ہے کیا نے (کذا)
میں میں تم جو کرتے ہوگے   اس میں میں کو کچھ بھی بوجھے
میں میں کون کہے بیٹھا   تم میں میں کس گن سے بیٹھا
میں کو بوجھو میں کہتا ہوں   تم کو یہ میں میں بہتا ہوں(؟)
میں جو کہتے ہو کیا تم ہو   کیوں اس میں میں سر درگم ہو
میں جو کہتے ہو تم .... ہنڈیا میں ہے وہ ......
بولے آپ کہو ہے تم میں   تم تو ..... پر ہے تم میں
آپ میں اپنے آپ کو دیکھو   آپ کو بوجھو ٹک تو چیتو

آپ وہ اپنے سوانگ بناوے   آپہی رتجھے آپ رجھاوے
ہو کر .... دکھلاوے   لاکھوں شان میں وہ جھمکاوے
عرش سے تا فرش وہی ہو (کذا)   یہ تو سب نے رمز کہی ہے
...... لوک ہیں اس کا جھمکا   پر وہ سب سے باہر دھمکا
عین کرو ہے سب سے نیارا (؟)   وہ چنچل سب کا ہے پیارا
پر یہ پتلا خاص بنایا   اس میں پورا ہو دکھلایا (؟)
جن پایا سو آپ کو بھولا   جل کر ہو کر آگ بجولا
اپنی ہستی آپ جلائے   غیر کو کب اس کی بھائے
..... کب تہ میں بیٹھے   اپنی یکتائی میں بیٹھے
سب میں بیٹھ سماوے ملیں (کذا)   قید نہیں وہ آب وگل میں
سب جاگہ وہ حاضر ناظر   جب ڈھونڈھو تب سب سے باہر
لاکھ روپ کی آن بنائے   بھول بھلیاں تن میں چھپائے
جو ڈھونڈھے سو اس کو پاوے   بن کھوجی وہ ہاتھ نہ آوے
کہیں کہیں یوں ہی مل جاوے   سوتوں کو وہ آپ جگاوے
یہ سونا محبوبوں کا ہے   دہر سے ...... کا ہے
تم اس پر مت بھولو بھالو (کذا)   اپنی آنکھیں مل مل کھولو
آئینے کو صاف بناؤ   منہ دیکھو جب آپ کو پاؤ
آئینہ کیا دل ہے تیرا   جس میں کرتا ہے وہ پھیرا
دور کرو گر زنگ کو اس کے   اور ہی پاؤ ڈھنگ کو اس کے
جھانکو تاکو دیکھو سوچو   سامنے جو ہو اس کو پوچھو
جو پاؤ تو میں کہہ بولو   ورنہ اپنی جیب نہ کھولو

اس میں کر تو سیر فلک کی   راہ ہے کتنی ایک پلک کی
پہلے گور کو ڈھونڈھ لے بھائی   بن گور کا ہو سودائی (کذا)
پکڑ پرن تو اس کے کہہ کر   اپنی شیخی تو واں تہ کر
اپنا مولا جان تو اس کو   بندہ ہو پہچان تو اس کو
سُن لے اور یہ بھید بتاؤں   سوچ ذرا جو تجھ کو بتاؤں
.... ہمیں فرمایا   آدم کو سجدہ کروایا
بھید وہی تجھ پر کھولے گا   میں میں تجھ سے وہ بولے گا
اپنی خودی تو چھوڑ شتابی   سب اپنی ہے خانہ خرابی
جب تک مرے نہ آپ کو پاوے   موت ملے تجھ کو سمجھاوے
مرتا کوئی نہیں ہے جانی   کہتے ہیں یہ بات گیانی
مرنے سے آگے مرجانا   زندہ دلوں کا ہے یہ بانا
حرص و ہوا کو مارو صاحب   طول امل سے ہو تو تائب
قسمت ہی پر راضی رہیے   جو جو بیتے سو سو سہیے
روز ملے یا دو دن پیچھے   اپنا پودھا آپ وہ سینچے
کیوں مُرجھاتا ہے ناداں   رہ تو اپنے من میں شاداں
ننگا رکھے وہ یا کر اڑھاوے   وہ جانے جو اس کو بھاوے
اس کا بتلا ہے تو بھائی   تجھ کو کس کی غیرت آئی
تیرے باپ کا اس میں کیا ہے   تجھ کو تو ہر آن بقا ہے
وہ جانے جس کا یہ گھر ہے   تجھ کو اس میں کون .... ہے
کروبی تب تجھ کو جتاوے   تجھ میں ہے تجھ کو دکھلاوے
تب میں کہیے، تب ہو اچھا   سوز کہے ہے سُن لے بچّا

ان باتوں کو تب تو پاوے   تجھ میں جب یہ سوز سماوے
عشق کا ہے یہ سارا بکھیڑا   عاشق ہو سلجھا ابکھیڑا
بن عاشق یہ بھید نہ سوجھے   عاشق ہو سو اس کو بوجھے
یاد رکھ اس کی حاضر غائب   اس کو جان تو اپنا صاحب
مان لے بھیا باتیں گرُ کی   وہ کہہ دے گا تجھ کو دھر کی
تو بندہ وہ تیرا مولا   سب سے جان اسی کو اولا
وہ مذکور ہو تو ذاکر   رہ اس کے تو حکم میں شاکر
کڑوا میٹھا جو وے سو لے   اس کی بات میں کچھ مت بولے
تب تجھ کو وہ میں دکھلاوے   عہد میں منصوری بجواوے
ردم ردم مرا جب بولے   تب میں آپ تو پورا ہوے
. . . . کیا بتلاؤں   سوتوں کو کس بھانت جگاؤں
اپنا رب تو بوجھ لے بھیا   تو ہی تو ہے اپنا بجھّا
لا الہ کے بھید کو بوجھو   یعنی غیر نہیں ٹک سوجھو
کہوں میں کیونکر تجھ میں کیا ہے   پیارے جی اللہ اللہ ہے
اللہ وہ ہے جو لہا نہ جاوے (کذا)   اس کو کیونکر لا دکھلاوے
شہ رگ سے نزدیک رہے ہی   گردن بھی یہ چھڑا رہے ہی (کذا)
آپ میں ڈھونڈھو بابا میرے   یوں تو سوانگ بنے بہتیرے
شیشے میں جن آپ کو پایا   اس نے دیکھا اور دکھلایا
پھر پھر سوچو اس کو یارو   اور نہیں ہے خوب نہارو
الا الہ کے معنی جانو   غیر نہیں ہے جانی مانو
لاکھ طرح تو میں نے جتایا   ہے ہے تم نے بھید نہ پایا

ڈھونڈھو اپنا آپ ٹٹولو   اپنا گورکھ دھندا کھولو
میں کا میں نے کیا بیان   تو جان اور تیرا گیان (کذا)
میں میں مت کہ .... توز
تو میں میں بہت ....

تذکرۂ مجمع الانتخاب

میں

میر سوز کا ترجمہ

میر محمد صاحب نام، سوز تخلص، اوصافِ ذاتِ شریف چه شرح دهد، بشکلِ آفتاب در تمام عالم روشن تر که بجمیع کمالات ممتاز بودند، خصوصاً در فنِ شعر گفتن و خواندن، در لطیفه گوئی و در خوشنویسی شفیعا و نستعلیق وغیره هفت قلم، و در علم تیراندازی و سواریِ اسپ یکتای روزگار و در بزرگی (و) درویشی ممتاز بزرگان، و بر حالِ فقیر اینقدر عنایت و اشفاق مبذول داشت که اکثر فقیر بخدمتِ میر صاحب مذکور حاضر میشد و اکثر به فقیر خانهٔ فقیر قدم رنجه میفرمودند۔ اول ترکیب دادن دیوان میر صاحب معزالیه باعث فقیر است، چنانچه اول بار دیوانی که ترکیب یافته بود نزد فقیر موجود است، در آن اکثر دستخطِ خاص بخطِ شفیعا میر صاحب مرحوم و مغفور است۔ بعد ازان از این دیوان بسیار نقل ها شده اند و رواج یافته اند۔ غرض نوزده سال ملاقات از فقیر در لکھنؤ مانده، عمرش از هشتاد متجاوز خواهد بود۔ از مرزا رفیع السودا مرحوم و مغفور یک سال در عمر زیاد بودند، بفقیر اکثر میفرمودند۔ عرصه شش سال میشود که از عالمِ جاودانی به عالم فانی ودیعت حیات سپرده۔ یک قطعهٔ تاریخ وفات گفته بود برای دریافت سن وفات می نویسد۔ قطعهٔ تاریخ وفات:

از وفاتش دلم بسوخت چو شمع
الفتش بود چون به آب و گلم
طبع من چون الم کشید کمال
گفت تاریخ "سوز سوخت دلم"

از ہمون دیوانِ قدیم چند غزلہای برای یادگار تبرکاً در حیدرآباد داخل انتخاب نمودہ شد۔ از وست۔ غزل سرِ دیوان:

سرِ دیوان پہ اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا   بجائے مدِ بسم اللہ مدِ آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی   تو لا کر کر الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا
وگر نعتِ محمد کی مجھے توفیق کچھ آتی   تجلّیِ کلمۂ طیّب رسول اللہ میں لکھتا
زباں سے مرتضیٰ مشکلکشا کا منقبت کہتا   تو مذہب پہ نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیا کہتا   بہ سوزِ سینۂ زہرا فقط ایک آہ میں لکھتا

غزل

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمد کا   جو چاہے پاک ہو، پیرو ہوا اصحابِ محمد کا
محمد علم کا گھر ہے، علی اس کا ہے دروازہ   غلام اُس کا ہو تو جو کلب ہو بابِ محمد کا
قدِ رعنا جو اپنا خم کیا بہرِ نماز اُس نے   ہوا اس وقت ساجد کعبہ محرابِ محمد کا
زمین و آسماں ہوں کیوں نہ روشن نور سے اسکے   کہ ہے اک پرتوا خورشید مہتابِ محمد کا
کیا پیرِ خرد نے موجبِ خم پشتِ گردوں کا (کذا)   یہ بختی بارکش رہتا ہے اسبابِ محمد کا
ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اُس کی نعمت کا   دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قابِ محمد کا

ولہ

اہلِ ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا   آہ یارب، رازِ دل ان پہ بھی ظاہر ہو گیا
ناصحا بیزار دلسوزی سے تیری، دور ہو   دل کو کیا روتا ہے، لے جی بھی مسافر ہو گیا
درد سے محظوظ ہوں، درماں سے مجکو کام کیا   بارِ خاطر تھا، سو میرا یار شاطر ہو گیا
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہے میرے نام   واہ یہ دیوان بھی نقلِ دفاتر ہو گیا
کیا مسیحائی ہے تیرے لعلِ لب میں اے صنم   بات کے کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہو گیا

یہ چال یا قیامت، یہ حسن یا شرارا   چلتا ہے کس چمک سے ٹک دیکھیو خدارا
جوڑا لپیٹے جب تک، روزِ حساب آخر   بل بے تری بناوٹ لے خود نما خود آرا
غرفے کو جھانکیو تو کیسی چمک ہے اللہ   یہ نور یا تجلّی، خورشید یا ستارا
ہر آن اُس کا جلوہ ہے گا بسانِ دیگر   خسرو ہے نہ سکندر، جمشید ہے نہ دارا
کس کا یہ نرگستاں، ترے شہید پیارے   زیرِ زمیں سے اُٹھ اُٹھ کرتے ہیں یہ نظارا
دیکھو اُچک پنا تم، آیا ہے پھر ستانے   دل چٹ کیا کبھو کا، مانگے ہے اب دوبارا
پوچھے ہے مجھ سے سنیو عاشق کتا ہو میرا (کذا)   کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بچارا
لیتا ہے ملک دل کو یہ دلربا امانی   اس میں نہیں کسی کا اے دلبرو اجارا
اتنی جراحتوں پہ جیتا ہے سوز صاحب   سینہ ہے یا کہ ترکش، دل ہے کہ سنگِ خارا

ولہ

قضارا وہ قاتل ادھر آن نکلا   کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے   یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو، مگر سوز ہے یہ   بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر   یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا   تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

ولہ

ملنے کی تیرے، دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعائیں کیا کیا
دکھ درد، ٹیس، جلنا، رہ رہ کے کھول پڑنا
پھوڑا ہے دل نہیں ہے تجکو سنائیں کیا کیا
خوفِ رقیب و حسرت، عجز و نیاز و منّت
جیوڑے پہ یہ اذیت، آفت اٹھائیں کیا کیا

تن چاک، سینہ سوزاں، دل داغ، چشم گریاں
تو دیکھتا نہیں ہے تجکو دکھائیں کیا کیا
لے سر سے تا بسینہ، سینے سے لے قدم تک
ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلائیں کیا کیا
آنا تو جوں چھلاوا، دل چھین کے بھاگ جانا
ہم نے سہیں ہیں ظالم تیری دغائیں کیا کیا
خنجر سے منہ نہ موڑا، تیغے سے دم نہ مارا
اس سوزؔ نے بھی کی ہیں تجھ سے وفائیں کیا کیا

ولہ

مرا قتل اُس بے وفا نے نہ چاہا — وہ کب چوکتا تھا، خدا نے نہ چاہا
بڑا داد تھا آج بوسے کا ہے ہے — وہ راضی ہوا تھا، حیا نے نہ چاہا

ولہ

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے مگر ہر دم کا نکتوڑا
کہ جس پر یہ حکومت ہے، اسے کہتے ہیں کیا زورا
ہزاروں دست بستہ روبرو حاضر ہیں من مانہ ہے (کذا)
نہ رسی ہے نہ زنجیر ہاں ....
خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو
اُٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا جھکجھورا
زرا تو را ملا دنیا میں، اس سے بھول بیٹھے بس ق ۵۰۵ ب
یہ موجِ دہر ہے اے سوزؔ، یہ مورا نہ یہ تورا

ولہ

میں زلفوں کو دام بلا جانتا تھا   پھنسا میں تو آ بھی، یہ کیا جانتا تھا
چلے مجھ سے دامن چھڑا کر میاں دل   میں تجھ کو بڑا آشنا جانتا تھا
مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی   تجھے میں تو اہلِ وفا جانتا تھا
وے گرم جوشی سے تیری تھا دھڑکا   کہ آخر کرے گا دغا جانتا تھا
دغا کھائی آخر، دغا کھائی آخر   میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا
دلاسا تو دے سوز کو چلتے چلتے   مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

غزل قطعہ بند

رسوا ہوا، خراب ہوا، مبتلا ہوا   وہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جُدا ہوا
ہر آن تیغ و تیر کے رہتا ہے سامنے   یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
گالی سے آشنا بھی نہ تھا مارے شرم کے   اب تو وہ قتل کرنے کو لوہو بہا ہوا
وہ مجکو منہ دکھائے تھا کاہے کو سچ کہوں   چھپ کر صنم کو دیکھنا مجھ پہ بلا ہوا
سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر   کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
جا کر کہا کسی نے کہ لو سوز بھی موا   کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
پر اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف   طوطا ہمارا اُڑ گیا کیا بولتا ہوا

ولہ

تیرے ہاتھوں میں چلا او بیوفا   واہ واہی واہ وا او بیوفا
اس قدر بے رحمی تجھ سے شخص سے   آ خدا سے ڈر ذرا او بیوفا
ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط   سو اُسے تو نے لیا او بیوفا
اپنے پر سے کر کے صدقے پھینک دے   میں ترے قرباں ہوا او بیوفا
میں کہاں اور تیرا بوسہ واہ وا   یہ تو مت تہمت لگا او بیوفا

تیری محفل میں گیا کس روز میں　　کان تیرے کب لگا ادبوفا

قطعہ

سوز حاضر ہے اسی سے پوچھیے　　میں نے کب بوسہ لیا ادبوفا
کر چکے بدنام چھوڑوں ہوں کوئی　　یونہیں پھر جاؤں میں کیا ادبوفا

ولہ

بات کہتے ہی بگڑ کر تو چلا　　دل تو میرا پھینک جا ظالم بھلا

قطعہ بند

ایک دن اس کو اکیلا پا کے میں　　اپنے دل کی آرزو کہتا چلا ÷ ۵۰۶
ایک باری پانو چھونے دے مجھے　　دونوں ہاتھوں سے تری میں لوں بلا
گھور کر کہتا ہے کیا لے تو غضب　　یہ بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا
چل ترے ہاتھوں کو میں صدقے کروں　　اپنی قینچی سے ترا کاٹوں گلا
تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوز کا　　ایک اُف کرنے میں دیوے گا جلا

ولہ

چشمِ غفلت کھول کر ٹک دیکھ تو اے مستِ خواب
دہر نے کن کن ملوکوں کا کیا خانہ خراب

قطعہ

مسندِ فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بہ ناز
اہلِ استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب
خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ پیدا نہیں
کون سا اس میں ہے رستم کون سا افراسیاب
بارہ ساعت کے لیے افلاک پر پہنچا دماغ
واہ وا ان کو بھی کہہ لو آفتاب و ماہتاب

ان دنوں میں سوز کو دیکھا ہے یارو واہ وا
ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

ولہ

کیا ہے اتنا بھی، ادھر منہ تو پھراؤ صاحب
سو جی ہم تم سے نہیں بولتے، جاؤ صاحب
چور پکڑا ہے، بھلا کیا ہے بغل میں، سچ کہہ ت
اب جدھر جاؤگے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
دل نہ جاتا کہیں اگر مجھ سے آسے ہوتا پیار
یاد مت اُس کو دلاؤ، نہ رلاؤ صاحب
ذکر مت کیجیو، دیوانے کو ہو کافی ہے
نام لے لے کے نہ سوتوں کو جگاؤ صاحب
یہ وہی یارِ قدیمی ہے اسے پہچانو
اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

مطلع

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب   سنتے ہی منہ پھرایا، لو صاحب

ولہ

تو مرے دل کو ملا دے یارب   مرے روٹھے کو منا دے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط   اس لگی کو تو بجھا دے یارب
جوں مرے دل کو دکھایا اُس نے   اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب
اُس کا گھر آج ملا ہے سوتا   میرے طالع کو جگا دے یارب
جس طرح عشق لگایا مجھکو   عشق کو عشق لگا دے یارب

بھیج کر میرے مسیحا کو آج   مردۂ سوز جلادے یارب

مطلع

مجکو دھوکا دیا، دکھا کے شراب   اے ان آنکھوں کا ہوئے خانہ خراب ؛

ولہ

ہوا اب کے سرسبز بستاں نہایت   سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس سے پر اب   سخن ناشنو ہے پشیماں نہایت
کھلا کس کا بند قبا اس نے دیکھا   کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت
نہیں سوز پروانہ گر اس کے دل میں   تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت
نہ جانے ہے دیوانہ کون اس میں اے سوز   کہ دل کش ہے سیر بیاباں نہایت

ولہ

نہ کی صحبت (نے) اپنی یار میں تاثیر کیا باعث
طلا اس مس کو کر سکتی نہیں اکسیر کیا باعث
شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوئے ہے یارب
ہمارے خانۂ دل کی نہ ہوئی تعمیر کیا باعث
خبر لے جلد دیوانے کی اپنے، آج زنداں سے
نہیں آتی صدائے نالۂ زنجیر کیا باعث
بہار آئی ہے، اب تک سوز کے تم دل سے غافل ہو
نہیں کرتے ہو دیوانے کی تم تدبیر کیا باعث

مطلع

تکتے تکتے راہ تیری، جان گھبراتی ہے آج
نیند کو کیا موت آئی، جو نہیں آتی ہے آج

ولہ

ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشو و نما ہیچ
بنشین و بیا، ناز و ادا ما و شما ہیچ
یک ہستیِ موہوم ہے سب صورتِ اشیا
ہے دیدۂ تحقیق میں جز نامِ خدا ہیچ
سب مو کمر و غنچہ دہاں کے ہوئے طالب
کورانِ بصیرت کا ہے منظور سو کیا ہیچ
کیا جلوہ دکھاتی ہے فنا سب کو شب و روز
پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے حمقا ہیچ
جب ہیچ ہی ہم بوجھ چکے وضع جہاں کی
غم ہیچ، طرب ہیچ، ستم ہیچ، عطا ہیچ
عاقل سے زمانے کے جو تحقیق کیا خوب
یعنی کہ جہاں کیا ہے تو بولا یہ صدا، ہیچ
بس سوز کے پہلو سے سرک جاؤ عزیزو
عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا ہیچ

ولہ

دیکھیو ٹک اس طرف اٹھکیل کے آنے کی طرح
پاؤں سے ٹھکرا کے میرے دل کے لے جانے کی طرح
برق پڑیو جان پر بجلی کی، میں تو جل گیا
کس سے سیکھ آئی یہ آنکھوں میں چمک جانے کی طرح
دیکھ کر عاشق کو بے دل، چپٹ سے لگ جانا گلے
اے تری رندی کی، کیا آتی ہے پھسلانے کی طرح

آس پاس اُس شمع رو کے پھر کے کیسا جل بجھا
سوز خوش آئی تجھے کس جی سے پروانے کی طرح

ولہ

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ
تجھکو کیوں لگتی ہے اے ظالم ہماری آہ تلخ
اُس لب شیریں کی حسرت سے ہوا ہوں جاں بلب
زندگانی یوں ہوئی مجھ پر مرے اللہ تلخ
شکر ہے اُس کا، زباں کی ہم نے لذّت چھوڑ دی
جو ملا سو کھا لیا، تھا خواہ شیریں خواہ تلخ
زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجکو دے
تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بدخواہ تلخ
سوز دل دینے (کی) گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح
ہے محبت کا مزا میٹھا دے نرباہ تلخ

ولہ

بڑا دنیا میں ہوگا وہ خردمند
زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
قبائے دوستی مت چاک کر جان
پھٹا دل پر نہیں ہوتا ہے پیوند
گلے پڑ کر کبھو تو آشنا ہوں
مرے تسمے کا اب کرلے علی بند
سبھی رسمیں ہیں اُلٹی ان بتوں کی
نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند
تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر
نظر پڑتا ہے کچھ گولے کی مانند
کوئی دم کو چلا جاوے گا آبھی
مسافر سوز کو رہنے دے یکچند

قطعہ بند

کیا کہوں تم سے اے خردمند   دیکھتے ہو تم ان بتوں کے چھند
یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے   کھول کر زلفِ عنبریں کی کمند
دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر   بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
رام کرتے ہیں باز کو جیسے   طمع بوسے (کا) دے کے روزے چند
بھوکھ پر کھینچتے ہیں حکمت سے   پاس لاتے ہیں ہونٹھ پہ منہ بند
بھاپ دیتے ہیں دونوں نتھنوں کی   پھر پھڑک جاتے ہیں یہ مثلِ پرند
الغرض چھوڑتے نہیں بابا   جس طرح سوز کو کیا پابند

ولہ

لکھوں جو وصف تمہارے میں گل رخاں کاغذ
عجب نہیں ہے کہ ہو رشک بوستاں کاغذ
جواب خط میں ہمارے لکھے نہ پرزہ یار
جو ہو زمیں سے بھرا تا بہ آسماں کاغذ
لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں ابر سے سرخ
فراق دوست میں یہ چشمِ خوں فشاں کاغذ
پڑھوں ہوں سوز جو میں داغِ دل کی اپنے شرح
کرے ہے خون جگر برگ لالہ ساں کاغذ

قطعہ بند

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر   ہو گیا میرا قضارا واں گزار
آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او   کوئی یاں حاضر نہیں اب نابکار
ہے سرہانے دیکھیو تیر و کماں   جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار

سنتے ہی میرے گئے واں پاؤں پھول   مل گیا دیوار سے تب آہ مار
خوبی قسمت تو دیکھو اُس گھڑی   کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب   تھے نہ پتھر بھی کہ کرتا سنگسار
ہائے بے منت اجل آئی تھی پر   بچ گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایسے جینے سے بھائی میں بیزار   وقنا ربنا عذاب النار
جھوٹھ تزویر مکر و فن و فریب   ہیں جلو میں مری قطار قطار
جب سے پیدا (ہوا) ہوں تب سے گناہ   کیے ایجاد ہیں ہزار ہزار
میر صاحب ہیں آپ اس منہ پر   ٹک ادھر دیکھیو تو استغفار
چھوڑ تسبیح اور مصلا بس   اب تو گردن میں ڈالیے زنار
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمھیں   پوجنے آئیں ہند کے کفار
لیک استغفر اللہ تو اور مرد   حیز بہتر ہے تجھ سے تو سو بار
خرقہ پہنا تو کیا اُباڑا جی   یہی در در پکارتے ہو بیار
شرم آئی نہ اے خرف تجکو   اب بھی کہتا ہوں بس گلے سے اُتار
سات تابوں سے منہ کو کالا کر   ہو کے اُلٹے گدھے اوپر اسوار
چھوکروں کو مٹھائی دیتا جا   اور آپ بھی زبان سے یہ پکار
جو کہ پہنے لباس مردوں کا   اور حیزوں کے رکھتا ہو اطوار
اس کی یہ ہی سزا ہے خلق خدا   جو گلے میں ہوں جوتیوں کے ہار

ولہ

بس میاں عشق تیرے پوجوں پیر   تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو ہائے   لے چلا دشت کرنے سیر
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی   کہیں کر جوڑ کر پجایا دیر

جو کہا کیا کیا، تو فرمایا   ایک ہے بوجھ ان میں کون ہے غیر
سات اور پانچ دل میں ثابت کر   جان مولا علی کو ہو تو نصیر
آپسا ہی کیا نہ سوز کو خوب   ایک سے دو ہوئے الٰہی خیر

مطلع اول

جگر سے دل میں، دل سے آنکھوں میں، آنکھوں سے مژگاں تک
یہ طفلِ اشک لڑہ پودہ کر پڑی آخر کو داماں پر (؟)

مطلع دوم

نہ بھول اے دل تو اس نیرنگیِ مینائے دوراں پر
یہ شیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاقِ نسیاں پر
بہ رنگِ سبزۂ خوابیدہ ہیں مژگانِ گل رویاں
یہ دامن لوٹتا گزرا ہے کس کا اِس خیاباں پر
رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے، دل ورنہ ڈوبے گا
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہِ زنخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے نکل جاوے
خداوندا گزر قاتل کا ہو گورِ غریباں پر
ہجومِ عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں
کہ پروانے جھکتے ہیں جس طرح شمعِ شبستاں پر
کدھر پھرتی ہے اے بلبل سنبھال اب آشیاں اپنا
خرابی اب کمر باندھی ہی اوترے گلستاں پر (؟)

ولہ

بس کر اے غم جلا جگر، بس کر   میں نے مانا ترا اثر، بس کر

صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش   سب یہ تیری کیے نذر بس کر
دمبدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے   بے مروت خدا سے ڈر بس کر
مت مکر، تو نہیں ہے دل کا چور   میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
عرش تک تو گیا ہے تیرا شور   بس کر اے سوز نوحہ گر بس کر

ولہ

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر   دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
چاک مت کر جگر کو، ہاتھ اُٹھا   اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
آہ تو اس کے در تلک نہ گئی   کیا اُکھاڑے گا نالۂ شبگیر
نوک تو دیکھتا ہے جدھر کی   دیکھیے کس کی آئی ہے تقدیر
کوئی باقی رہا نہ صاحب دل   دل تو ہے اُس کے ناز کی جاگیر
سوز کو کچھ نظر پڑا شاید   دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں پھیر

ولہ

روتا ہے غم سے تیرے دلِ زار زار (زار)
نکلے ہے دل سے آہِ شرر بار بار بار
محفل تلک ہے تیری رسائی کسے ولے
جاتے ہیں دیکھ صورتِ دیوار وار وار
اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون، کون وہ
کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یار یار
شانے سے تھی اُمید چھڑانے کی زلف سے
اُلجھی دو چند جانِ گرفتار تار تار
دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا
آخر ہوئے گلے کے مرے ہار ہار (ہار)

کیوں سوز ہم نہ کہتے تھے ٹکرا نہ سر کو تو
آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

ولہ

قدم رکھتے ہی اک باری زمیں پر — یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
ہمیں کہنا کہ دُر ہو بے وفا خوب — ہماری بات کیوں پیارے ہمیں پر
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے — لگا ہے داغ اب تک آستیں پر

قطعہ

جگر گل کا بجس جاوے تھا وہیں — سنے سے جس کی آواز حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی ہے گلستاں میں — کہیں سر اور کہیں پا اور کہیں پر
اُلٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ — دیا ہے جی نگاہِ واپسیں پر

ولہ

ہو گیا غم سے جان سوز گداز — پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز
غم نے گھیرا ہے چلیو خنجر یار — ایک تو ہی تو ہے مرا دم ساز
دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے — کون اٹھاوے گا پھر یہ تیرے ناز
اب تو زلفوں سے جا کے اُلجھا ہے — یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز

قطعہ

تیرے دیدار کی تمنا میں — طائرِ شوق نے کیا پرواز
یہ مسافر جو تجھ تلک پہنچے — رکھیو اس کو بھلا غریب نواز

قطعہ

کوئی خرقہ ہے یا کوئی ٹوپی — میرے شعروں کے دیکھ کر انداز
کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج — خسروِ ہند (و) سعدیِ شیراز

ولہ

مت اس قدر تڑپھ تو دلِ بے قرار بس
گزرا ہے سر سے خوں مرے اے چشمِ یار بس
ہے دل پہ مجھ اسیر کے حسرت تری سدا
اے عندلیب باغ نہ اتنا پکار بس
تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے
اُڑ جائے سر بلا سے لگا ایک بار بس
سوز آج یوں گلی سے پرے کہ کے اُٹھ گیا
سو طرح تجکو دیکھ لیا ہم نے یار بس

ولہ

آج دل آ بہی آپ کچھ ہے اُداس
کوئی مت آ کے بیٹھو میرے پاس
سنیو معشوق اِس زمانے کے
کاٹیں ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس
اب تو اوروں سے مل کے مروائیں
دل میں بیٹھا (ہے) بسکہ ان کے ہراس
اب کی مجبوب نکلی سکھر..........
جو اڑانے کی وقت کا وبن بہاس (کذا) ۲
ایک تیغہ لگا کے بھاگ گیا
دیکھو نہ دس نہ بیس سو نہ پچاس
میر میدان ہے وہ ہی عاشق
جو چڑھا ہو جہان میں نخاس

آج ہے اس کے پاس خنجر و تیر
سوزؔ دل کا نکال اپنے بلاس

ولہ

یوں بوجھ مرے دیدۂ پرآب کی گردش
ہے سہل مری چشم میں دولاب کی گردش
پھر جائیں ہیں اس طرح سے اک پل میں وہ آنکھیں
جوں بزم میں ہو جام مے ناب کی گردش
توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساقی
بے مانگے ہے تجھ سے سر احباب کی گردش
دل زلف و رخ یار میں کیونکر نہ پھرے سوزؔ
خوش آئے ہے اس کو شب مہتاب کی گردش

ولہ

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص
آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص
ممکن نہیں ہے کچھ کہ بھرے کاسۂ طمع
دن میں کروڑ در جو پھر آئے گدائے حرص
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے
ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سوائے حرص
گر منہ کو ٹک بسوے قناعت یہ حرف مان
رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص
ناداں تلاش طرۂ زر سے تو باز آ
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص

اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص، حیف
کی قطع روزگار نے ہم پر قباے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو تسوز
پر درمیاں نہ ہووے بشرطیکہ پاے حرص

ولہ

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض
اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض
دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا
ہوئے ہے معلوم باہم آپڑے ہی جب غرض
میں کہا شب آج رہیے تو بولا وہ شوخ (کذا)
رات کے رہنے سے میرے مدعا، مطلب، غرض
حرف میرا ہی فقط اے یار ہے بے مدعا
ورنہ اپنی اپنی باتوں میں رکھے ہیں سب غرض
تسوز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا
جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

ولہ

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتوں کا اختلاط
سچ تو یہ ہے ان بیوفاؤں سے کہاں کا اختلاط
ناکسوں کی دوستی دے دین و ایماں کو اجاڑ
پوچھ تو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا
فیض گر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط ۱۳؛

سوز سے مت دل لگاؤ دوستو پچھتاؤ گے
کاہش دل ہے عزیزو یہاں کا اختلاط

ولہ

اُٹھی نشے میں ....

بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ
ہلال عید سے یہ عیش ہو نہ صائم کو
جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ
عبث ہیں منتظر اُس شوخ کی مری آنکھیں
سوائے آئنہ کس کو ہے انتظار سے حظ
حلاوت اتنی اُٹھی داغ دل کے گننے سے
کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ
ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو سوز
اُٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

ولہ

مژگاں کی خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع
سینہ بھی یاں برائے صف جنگ ہے وسیع
چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو
شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع
تکموں کے واسطے ترے نیمے کے سرو ناز
گلشن میں تختۂ گل اورنگ ہے وسیع
گو جام مے پہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
پر سوز کے لیے قدح بنگ ہے وسیع

ولہ

عشق کی ہووے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پہ ہے اپنا، نے فقیری کا دماغ

ہوں گرا ایسے کی نظروں کا کہ میری خاک پر
باد کو بھی ہو نہ ہرگز دستگیری کا دماغ

اس لیے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صفیری کا دماغ

سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعرو
گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

ولہ

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگمان صاف
دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف

کہتا ہوں میں کہ کیا مری تقصیر، کچھ بتا
کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زبان صاف

اس وقت خاکداں میں جہاں کے نہیں غبار
مانند آسماں کے ہے سب آسمان صاف

گر آرزو ہے سوز تجھے وصل یار کی
پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکان صاف

ولہ

دود سے آہ کے ہے گرچہ سیہ خانۂ عشق
داغ سے دل کے منور ہے یہ کاشانۂ عشق

دیکھ لو سوز کو اب ورنہ کروگے افسوس
قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

ولہ

اشک کب ہوں تیرے مستانے کے خشک
کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
چوری چوری تیرے منہ شاید لگا
ہونٹ جو ہیں آج میخانے کے خشک (؟)
ان کے دل میں ہے کہ گوہر رویئے
ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک
زلف کی پیٹوں میں کیا جاکر دھنسی
یا الٰہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
سوز مجنو تو تمھیں ہی تم دیکھ لو (کذا)
شمع گریاں چشم پروانے کے خشک

ولہ

تو نے مجکو نہیں کیا ہے ہلاک   تیرے غم سے نہیں ہوں میں غمناک
تو نے مجکو نہیں لگائی آگ   دود اُس کا نہیں ہے تا افلاک
تو نے میرا نہیں چرایا دل   ڈالتا کیوں ہے میری آنکھوں میں خاک
روزِ محشر دیکھیو ظالم (؟)   یہ مرا سر ہے اور ترا فتراک
کہیو یارب کہ سوز جھوٹا ہے   میں کہوں گا یہ سچ ہے روحی فداک (؟)

ولہ

میاں دل بھائی دل او مہرباں دل   مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل

نہ جا تو پاس سے میرے مری جاں　　اے میرے دوست، میرے مہرباں دل
خدا جانے کہاں تو گر پڑے گا　　نکل سینہ (سے) مت او ناتواں دل ۵۱۴
یقیں میرا ہے تیری دوستی پر　　تو مجھ سے کیوں پھرا او بدگماں دل
عبث تو ہر گھڑی مت توز سے پوچھ　　کہاں وہ اور کہاں میں اور کہاں دل

ولہ

اے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال
آنکھ تو کھول چونک او مرے لال
کس نے بیخود کیا تجھے پیارے
کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال
کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق
نہ مری جان مت لے یہ جنجال
بے وفا ہیں جہان کے محبوب
بے مروت ہیں یہ زبون خصال
پہلے لیتے ہیں دل کو بہلا کر
پیچھے کرتے ہیں جان کا یہ سوال
میرے کہنے کو مان لے پیارے
ورنہ کہہ دوں گا توز سے سب حال
اسے لو آیا ہے اب خدا حافظ
مرحبا مرحبا، تعال تعال

ولہ

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل　　کہاں جاتا رہا ہے ہے مرا دل

الف یہی حیران ہوں وہ شوخ کیونکر   بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل
عزیزو، دل کا مت احوال پوچھو   کہوں کیا تم سے ہے کس جا مرا دل
گیا قاتل کے گھر سینہ سپر کر   ز صاحب سوز کا بھی ہے بڑا دل

ولہ

ٹکرائیں سنگ سے سر، ہو ہمکنار ہم تم
روئیں گلے لگ اے آبشار ہم تم
دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیاد(ہ)
اے لالہ، داغ دل کے کریں شمار ہم تم
تو میرے دل کو دیکھے ہم تیرے دل کو دیکھیں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
تم تو چلے گئے پر، یہ سوز ہے اکیلا
اے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

ولہ

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنیں
کب کیا، کس جا کیا، کس وقت، کس دم، کس کنیں
اب ہوا تو لالچی زر کا سو یہ اللہ رے
زر کہاں، مجھ رند، مجھ قلاش، مجھ مفلس کنیں
لف زلف و کاکل، چشم و ابرو سب کو دکھلایا وے
دل نہ الجھا اس نے الجھایا مجھے کس کس کنیں
سچ ہے جب جاتا ہے آرام و صبر و عقل و ہوش
بیٹھے کس دلدار، کس غمخوار، کس مونس کنیں

جوں کہا چل سوزؔ سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس مدہوش، کس خاموش، کس بے حس کنیں

ولہ

شہد میں جیسے مگس، ہم حرص کے پابند ہیں
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں ہم خورسند ہیں
رزق کا ضامن خدا، ناطق کلام اللہ ہے
تس پہ اپنی صورتوں کے روز حاجتمند ہیں
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز
یہ برادر، یہ پدر، یہ خویش، یہ فرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوچتا اتنا نہیں، ہم خاک کے پیوند ہیں
جب تلک آنکھیں کھلی ہیں، دکھ پہ دکھ دیکھیں گے یار
مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوزؔ سب آنند ہیں

ولہ

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی   جو رضا تیری مرے اللہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو   کیا کروں تعریف اس کی واہ جی
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان   گو موا میں بھی ترے ہمراہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو   کیا کروں تعریف اس کی واہ جی
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے   آنکھ اٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی
تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب   کون ہے تو بندۂ درگاہ جی
ایک بوسے کی گدائی تم سے کی   پر نہ بولے منہ سے، لیجو شاہ جی

کیوں قسم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو   سوز کو چھیڑو گے تم تو آہ جی

ولہ

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ کو بھی کھانے لگے
مجھ کو کہتے (تھے) کہ دُر ہو بے وفا' چل بھاگ جا
بیوفا اپنے تئیں سُن سُن سرک جانے لگے
بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر
اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے
یا ہماری بات کہنے پر اُٹھاتے تھے فریب
یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکریں کھانے لگے
میرے غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مکر ہیں
کیوں کسی کے سامنے تم آپ غش کھانے لگے
یا تو سے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر
یا کسی کے تیرِ مژگاں آپ تم کھانے لگے
جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر
آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرانے لگے
یا نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے
یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے
یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت بہلا مجھے
یا تو سو سو مکر سے اب آپ، بہلانے لگے
اپنے ہاتھوں سوز نے جیسا کیا، پایا میاں ۵۱۷پ
سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

ولہ

مُکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے
سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
اُٹھا بس ہاتھ چھاتی سے کسی کا جان کیا ہے گا
ابے لگ جاے گی ٹھیس اُنگلی کی، زخم آلا ہے (؟)
سجیلے، سرو قامت اور بھی محبوب ہیں ہاں ہیں
ولے تیرے ہی بالا کا سب میں بول بالا ہے
بنائی دستِ قدرت سے خدا نے صورتِ انساں
ولے میرا چھبیلا دیکھ تو سانچے میں ڈھالا ہے
سبھوں کو قتل کر کر میری باری مُنہ چھپاتا ہے
بنے کیا اب کی باری، دیکھیے باری تعالےٰ ہے
اٹھا کر سوز کو مجلس سے میرا نوجواں بولا
کہ پیروں کو منا کر میں نے (اس) بڈھے کو ٹالا ہے

ولہ

جو اوقات اس تنگ دستی سے گذرے   تو لو جان ہم ایسی ہستی سے گذرے
گدائی کے عاشق، نہ طالب شہی کے   ہم ایسی بلندی و پستی سے گذرے
خدا کی سوں پھر تو خدا ہی خدا ہے   اگر خود تو اس خود پرستی سے گذرے
چھُری تو چلاتے ہو، پر تھم کے پیارے   تمھاری ہم اس تیز دستی سے گذرے
تجھے پیٹ بھر کر دکھا دوں صنم کو   اگر سوز تو فاقہ مستی سے گذرے

ولہ

ب یوں تو نکلے نہ مرے دل کی اما ہے گا ہے
اے فلک بہرِ خدا رخصتِ آ ہے گا ہے

جز تری خاک در اے دوست، بربِ کعبہ
دل میں ہو گر ہوسِ عزت و جا ہے گا ہے
نہ شفاعت ہو پیغمبر کی، نہ تیرا دیدار
ہو جو فردوس بریں پر بھی نگا ہے گا ہے
ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی
الم زخم سے دل کے جو کرا ہے گا ہے
نعش کو میری سرِ راہ ہی رہنے دینا
گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے گنا ہے گا ہے
منتِ بادِ صبا خاک کو ہے میری عار
آ بھی روندے گا وہ با خیلِ سپا ہے گا ہے
میں تری تیغ کی بُرّش کی کروں سب میں ثنا
تو مرے زخم اُٹھانے پہ نہ سرا ہے گا ہے (؟)

قطعہ

ایک دن سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گا ہے گا ہے
دیکھ کر منہ کو، گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
یوں اشاروں سے بتایا سر را ہے گا ہے

ولہ

نہ ہو عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے پیچ یاری کو کیا جانے
ابھی تو تو نے آئینے میں منہ اپنا نہیں دیکھا
گرفتاری کو کیا سمجھے تو خودداری کو کیا جانے

ن لگی بھی ہیں کسی (سے) اب تلک آنکھیں تری جانے
تڑپھنا، لوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تو مشقِ خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
یہ ننّھاں سا کلیجا تیرا غمخواری کو کیا جانے
عزیزو، سوز کو چونکاؤ مت سوتا ہے سونے دو
ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

ولہ

ادھر دیکھو نہ کس ناز و ادا سے آج آتا ہے
مسیحا کی موئی امّت کو ٹھوکر سے جِلاتا ہے
جہاں بیٹھا، جہاں سوتا ہے لے دل تو سلامت رہ
کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے
الٰہی خیر کیجو، آج کس پہ تیغ لے نکلا
فلک پہ خوف سے خورشید جس کے تھرتھراتا ہے
عجائب سیر ہے اب کوچۂ قاتل میں چلتے ہو
کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہے کوئی تڑپھڑاتا ہے
صبا، تجھ کو سلیماں کی قسم ہے آج سچ کہیو
یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سماتا ہے
کسی نے اُس سے پوچھا سوز کب اب شعر کہتا ہے
تو کہتا ہے یونہیں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

ولہ

مثلِ نے ہر استخواں میں درد کی آواز ہے
کچھ نہیں معلوم یا رب سوز ہے یا ساز ہے

سبزۂ پامال ساں زلفِ بتاں ہیں فرشِ راہ
کیا خرام ہے کیا ناز کا انداز ہے (کذا)

بات کہنا اور سے، دل چھین لینا اور کا
سحر ہے افسوں ہے اعجاز ہے ہاں ناز ہے

قتل کرنا مار ٹھوکر، پھر جلانا آفریں
معجزِ عیسیٰ ترے غمزوں کا پا انداز ہے

دل کرا ہے یا کرے آہ و فغاں، طاقت کسے
گاہ گاہے چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے

دل نہیں رہنے کا اب اس تن میں، سُن تو اشک و آہ
اس نگر کی اس کو یہ آب و ہوا ناساز ہے

ایک باری دھک سے ہوکر، دل سے پھر نکلی نہ سانس
کس شکار انداز کا یہ تیرِ بے آواز ہے

دل تو دل، اس آنکھ کے دیدے سے یارب الاماں
آپ ہی کنی ہی ہہ ادارلی غماز ہے (کذا)

قیس اور فرہاد پہ موقوف جاں بازی نہیں
جان پر اپنی جو کھیلے گا وہی جاں باز ہے

میں کروں اظہارِ عشق اس منھ سے، جل جائے زباں
اپنے غم سے پوچھ، میرا وہ ہی محرمِ راز ہے

اس فرشتہ شکل پہ کھونا ہے کتنا میر سوز (؟)
بے پروبالی میں جس کی عرش تک پرواز ہے

ولہ

وہ پہلے ہم سے اُلفت تھی، سو اب اس میں نہیں باقی
کہاں ہر روز کا ملنا، کجا ہر دم کی مشتاقی
جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
کہاں محفل، کہاں مینا، کہاں مطرب، کہاں ساقی
ادا و ناز و غمزہ، کم نگاہی، جور، بے مہری
یہ سب ہے حُسن محبوباں، و لے اتنی بد اخلاقی
جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا، احسان کیا اُس کا
تکلف برطرف، یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی
بجائے اشک، ان سنگیں دلوں کے جور سے اب تو
شرر جھڑتے ہیں مژگاں سے بسانِ سنگِ چقماق
الف کبھی کالی گھٹا میں جیسے بجلی کوند جاتی ہے
چمک جاتی ہے مستی میں ترے دانتوں کی برّاقی
تیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو
یہ تیرے ترکِ چشم اب سیکھ آئے کیسی قزّاقی
بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو
خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلّاقی

ولہ

کہوں کس سے حکایت آشنا کی — سنو صاحب، یہ باتیں ہیں خدا کی
دعا دی، تو لگا کہنے کہ دُور ہو — سُنی میں نے دعا، تیری دعا کی
ادا کی آرزو کی، تو یہ بولا — سجن فرمائی تو بس ادا کی (؟)

قطعہ

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا   تمھارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ   کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی
لگا کہنے کہ بس بس چونچ کر بند   وفا لایا ہے، دت تیری وفا کی

قطعہ

عدم سے زندگی لائی تھی پھسلا   کہ دنیا جاے ہے اچھی فضا کی
جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل   کہ ہے ظالم دغا کی، ہے دغا کی

قطعہ

تجھے اے توز کیا مشکل پڑی ہے   جو ڈھونڈے ہے سفارش اغنیا کی
کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل   محبت ہے اگر مشکل کشا کی

ولہ

گوشِ مہوش جو پہننے کو گہر چیریں گے
اے صدف، پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
ماہرویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
ورنہ تجھکو بھی وہ جوں شقِ قمر چیریں گے
جو کوئی عاشق مولا ہو، اسے بے تاخیر
ذکرّیا کی طرح تا بہ کمر چیریں گے
دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں، اب ناچار
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے
قتل دل ہووے گا زینت کے لیے محبوباں
ارّۂ شانہ سے زلفوں کو اگر چیریں گے

گو نتھُر زور کیا، تو بھی نہ ٹوٹا یا بڑ
اس بھجا ڈنڈ سے لو آپ سیر چیریں گے
کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے اے سوز
جب ادھر دیکھو، تو ہر بار نظر چیریں گے

رباعیات

آتا ہے تو دوڑ دوڑ کیوں راتوں کو   بجو اس بھرے آگ لگے باتوں کو
تو اور ڈھٹائی، مار بیٹھا چٹ سے   دُر ہو، صدقے کروں ترے ہاتھوں کو

رباعی

گر دم ہے تو آہ کرنے کے لیے   ور جسم ہے خاک و خوں میں رُلنے کے لیے
دل ہی کو شب و روز پڑا جلنا ہے   ہے جان سو اک روز یہ مرنے کے لیے دکذا

رباعی مستزاد

سن سوز، بہت دیکھ کے حیراں ہو گا   خوبوں کا جمال
' زلف میں اُلجھے گا ' پریشاں ہو گا   مت لے یہ وبال
یہ چال بُری ہے، تجھ سے نبھنے کی نہیں   او خام خیال
کیا ہنستا ہے، پشیماں ہو گا   مت دانت نکال

رباعی

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص اور عام
کیا اہلِ سکوت (اور) کیا اہلِ کلام
پر زیست ہے اُن کی جو مثالِ خورشید
پیدا ہوں صبح کو تو چھپ جاویں شام

کلیات آتش

KULLIYAT-E-ATASH

With Introduction by

Dr. Z. A. SIDDIQUI

طبع اول	۱۹۷۲ء
ناشر	رام نراین لال بینی مادھو، الہ آباد-۲
©	ناشرین
مطبع	اسرار کریمی پریس الہ آباد-۳

قیمت : پندرہ روپے